المدارج السنية
فى
الرد على الوهابية

ويليه

العقائد الصحيحة فى ترديد الوهابية النجدية

معه ترجمهٔ اردو

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست

حسين حلمى بن سعيد استانبولى

HAKİKAT KİTABEVİ
Darüşşefaka Cad. No: 57 Tel: 523 45 56
Fatih/İSTANBUL-TURKEY
1983

الله عليه وسلم قال امامًا نشــة رضى الله تعالى عنها ان الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا اصحاب البدع و
الاهوآء من هذه الامة قال تعالى وان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم اى الطرق
المختلفة التى هى ما عدا الطريقة مثل اليهودية والنصرانية وسائر الملل والاهوآء والبدع فتقعوا فى الضلالة وقال
تعالى واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا قال بعض المفسرين المراد من حبل الله الجماعة لانه عقبه بقوله
ولا تفرقوا والمراد من الجماعة عند اهل العلم اهل الفقه والعلم ومن فارقهم قدر شبر وقع فى الضـلالة وخرج عن
نصرة الله تعالى ودخل فى النار لان اهل الفقه والعلم هم المهتدون المتمسكون بسنة محمد عليه الصلاة والسلام
وسنة الخلفاء الراشدين بعده ومن شذ من جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله فى النار
فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهـل السنة والجماعة فان نصرة الله وحفظه وتوفيقه
فى موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فى مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة
وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله ومن كان خارجا عن هــذه الاربعة فى هــذا
الزمان فهو من اهل البدعة والنار اه قال فان قلت ما وقوفك على انك على صراط مستقيم وكل واحد من
هذه الفرق يدعى انه عليه قلت ليس ذلك بالادعاء والتشبث باستعمال الوهم القاصر والقول الزاعم بل بالنقل
عن جهابذة هذه الصنعة وعلماء اهل الحديث الذين جمعوا صحاح الاحاديث فى امور رسول الله صلى الله عليه
وسلم واحواله وافعاله وحركاته وسكناته واحوال الصحابة والمهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان مثل
الامام البخارى ومسلم وغيرهما من الثقات المشهورين الذين اتفق اهـل المشرق والمغرب عـلى صحة ما اوردوه
فى كتبهم من امور النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه رضى الله تعالى عنهم ثم بعد النقل ينظر الى الذى تمسك بهديهم
واقتفى اثرهم واهتدى بسيرهم فى الاصول والفروع فيحكم بانه من الذين هم هم وهذا هو الفارق بين الحق والباطل
والمميز بين من هو على صراط مستقيم وبين من هو على السبيل الذى على يمينه وشماله قال واختلف العلماء من
السـلف والخلف فى تكفير اهل الاهوآء والبدع ولا شك ان من كان مذهبه وبدعته مؤديا الى الكفر وهو غير متأول
فيه فهو كافر بالاجماع واما من كان منهم فى مذهبه وبدعته على طريق التأويل والاجتهاد والخطأ المفضى الى
الهوى والبدعـة من تشبيه اونعت بجارحـة اونفى صفات كمال عما لا يليق به سبحانه وتعالى اختلف السلف
والخلف فى تكفيره فقال بعضهم اهـل الاهوآء كلهم كفار وهذا قول كثير من السلف والفقهاء والمتكلمين من
الخلف ومنهم من صوب التكفير الذى قالوا به ومنهم من ابى اخراجهم من سواد المسلمين وهو اكثر الفقهاء
والمتكلمين فقالوا هم فساق عصاة ضـلال ويورثهم من المسلمين ويحكم لهم باحكامهم قال ابن الهمام فى شرح
الهداية نعم يقع فى كلام اهـل المذاهب تكفير كثير منهم ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من
غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء والمنقول عن المجتهدين عدم تكفيرهم اه واما قوله عليـه الصلاة والسـلام (ان بنى
اسرآئيل تفرقت عـلى اثنتين وسبعين ملة وتفترق امتى) يعنى امة الاجابة المؤمنين به صلى الله
عليه وسلم (على ثلاث وسبعين ملة كلهم فى النار الا واحدة وهى ما انا عليه واصحابى) قال التوربشتى
فى شرح المصابيح المراد من الامة هنا من يجمعهم دآئرة الدعوة من اهل القبلة لانه اضافهم الى نفسه فقال
امتى واكثر ما ورد من الحديث على هذا الاسلوب المراد منه اهل القبلة والمعنى انهم تفرقوا فرقا تتدين كل
واحدة منها بخلاف ما تتدين به الاخرى وقوله كلهم فى النار الا واحـدة يعنى كلهم يفعلون ويعتقدون ما هو
موجب دخول النار فان كان كفرا وماتوا عليه دخلوا النار لا يخرجون منها ابدا وان لم يكن كفرا فهم والى الله
تعالى ان شاء عفا عنهم وان شاء عـذبهم ثم يخرجهم من النار ويدخلهم الجنة واستشكل ظاهر قوله عليـه
الصلاة والسلام كلهم فى النار بانه ان اريد التأبيد فيها لا يصح لان من مات من اهل البدع على الايمان فلابد من
دخول الجنة وان اريد ان دخولهم محتم وان كانوا يخرجون لا يصح لان المؤمن العاصى فى مشيئة الله تعالى
وان اريد انهم مستحقون لدخولها وهم فى المشيئة فعصاة اهـل السنة كذلك فما وجـه التخصيص واجيب بان
التخصيص لشدة مؤاخذتهم بالعذاب فان عذابهم فى النار يكون اشد عذابا من عصاة الفرقـة الناجية
لسوء اعتقادهم فى طريقة نبيهم وبان الكل مجموعى لا جميعى اى مجموع هـذه الفرق فى النار ومجموع هذه الفرقة
فى الجنة ولا يلزم ان يكون كل الفرق فى النار ولا كل الفرقة فى الجنة من غير سابقة عذاب

المدارج السنية
في
الرد على الوهابية

مرتبہ ۔ عامر القادری

معلم بدار العلوم القادریۃ السبحانیہ کراتشی ۲۵

ترجمہ ۔ عبد العلیم القادری   بصفۃ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۷۷

ویلیہ

جناب زبدة السالکین عمدة العارفین محی السنة ماحی البدعة حضرت مولانا و مرشدنا
خواجہ حاجی حافظ **محمد حسن** صاحب مجددی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین
درگاہ ٹنڈہ سائیں داد ضلع حیدرآباد (سندھ) نے

العقائد الصحيحة في ترديد الوهابية النجدية

مع ترجمۂ اردو

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست
حسين حلمي بن سعيد استانبولي
يطلب من المكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٠
استانبول - تركيه
١٤٠٣ هجری ١٩٨٣ ميلادی

Baskı: İhlâs Matbaacılık ve Dağıtım A.Ş. İstanbul - 1983

1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

59722

الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والآخرین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ؓ

اما بعد

فیقول عامر عبد الخالق القادری المدعو بعامر القادری لما وجدت من الوہابیۃ مسائل المختلفۃ۔ لما قولہم ان الانبیاء لیس یحی فی قبورہم والنداء الی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک کما یقولون أہل السنۃ فی وقت الاذان عند شہادۃ الاولی ۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ وہی شرک عندہم ومن قال یا رسول اللہ بالنداء والخطاب فہو مشرک عندہم ۔ وحیلۃ الاسقاط لما روج فی السرحد اوالبخاب ۔ ہو حرام عندہم واخذ الاجرۃ علیٰ تعلیم القرآن شرک ایضاً فلہذا اکتب الرسالۃ المسمی بالمدارج السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ فالمسئلۃ الاول ۔ الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام ۔

الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام ثبت بدلیل قطعی ۔ لقولہ تعالیٰ

اما بعد

پس کہتا ہے عاصر عبدالحق القادری معروف بہ عامر القادری جب پائے میں نے وہابیہ سے مسائل مختلف جیسے کہتے ہیں یہ کہ انبیاء اپنے قبور میں زندہ نہیں ہیں اور ندا رسول اللہ کی طرف یہ شرک ہے جیسا کہ اہل السنۃ کہتے ہیں آذان کے وقت میں اول شہادت میں قرۃ عینی بک یا رسول اللہ۔ اور یہ وہابیہ اسے شرک جانتے ہیں اور جس نے یا رسول اللہ کہا ساتھ نداء اور خطاب کے وہ انکے ہاں مشرک ہے۔ اور حیلہ اسقاط کرنا جیسے صوبہ سرحد میں مروج ہے اور پنجاب میں یہ انکے ہاں حرام ہے۔ اور تعلیم قرآن پر اُجرت لینا یہ بھی شرک ہے اس وجہ سے میں نے رسالہ لکھا جو مدارج السنیۃ فی رد علے الوہابیہ پر موصوف ہے پس اول مسئلہ نبی علیہ السلام پر درود پڑھنے کا ہے۔

درود پڑھنا نبی علیہ السلام پر نص قطعی سے ثابت ہے۔ واسطے قول رب تعالیٰ کے۔

صلوا علیہ وسلموا تسلیماً ای صلوا علیہ دائماً۔ فان قلت کیف یدل الدوام؟

قلنا

قولہ تعالٰی ان اللہ وملئکتہ یصلون الایۃ۔ وقع فی الآیت الاستمرار لان ھی (ای یصلون) صیغۃ المضارع والمضارع یدل علی الاستمرار فالحاصل صلوا علیہ بدوام۔

یا ایھا الناس صلوا علی رسول اللہ صلوا علیہ ھو خیر البشر
ھو رسول ربنا ھو مختار کل شیئ ھو یشیر الی قمر فشق القمر

وفی المشکوٰۃ۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیّ صلوۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام

فثبت ان صلوتنا یعرض علی النبی علیہ السلام۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ

درود پڑھو اس پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ یعنی درود پڑھو ہمیشہ۔ پس اگر تو کہے کیسے ہمیشہ
ہم کہتے ہیں
یہ قول رب تعالیٰ کا ان اللہ وملئکتہ یصلون ۔ واقع ہوا استمرار اس لیے کہ یصلون
مضارع کا صیغہ ہے اور مضارع دلالت کرتا ہے استمرار پر۔
پس حاصل یہ ہے کہ درود پڑھو اس پر ساتھ ہمیشگی کے
۵ اے لوگو درود پڑھو نبی علیہ السلام پر۔ درود پڑھو اس پر وہ افضل بشر ہے
وہ ہمارے رب کا رسول ہے اور وہ مختار ہے جملہ اشیاء کا اس نے چاند کو اشارے سے توڑ دیا
اور مشکوٰۃ میں ہے۔ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر ایکمرتبہ درود پڑھتا ہے
اللہ تعالیٰ اس پر دس بھیجے گا۔
اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں میری امت
کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں ۔
اور روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ نے جب کوئی مسلمان سلام پڑھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ
میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔
پس ثابت ہوا کہ ہمارا درود نبی علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے۔
اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو

صلی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلی علیّ نائیا ابلغتہ - فثبت کما یسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ یسمع ایضاً من البعید لانہ رسول للناس بالقرب والبعد - کما ثبت بحدیث التی وجد فی دلائل الخیرات - اسمع صلوٰۃ اہل محبتی واعرفہم - دلائل الخیرات ص ۵۲ واسمع منکم بلا واسطۃ - انیس الجلیس للامام السیوطی ص ۲۲۵ -

انا جلیس من ذکرنی سعادت الدارین ص ۴۵۴ ومدارج النبوۃ ص ۵۷ ثم روح البیان جلد ۲ ص ۲۳۵ - من قال عشر مرۃ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ فقد اعتق رقبۃ - نسیم الریاض جلد ۳ ص ۴۹۲

وقال حسین احمد الدیوبندی فی شہاب ثاقب - الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وجملۃ الصور للصلوٰۃ لو بخطاب ونداء عند علمائنا مستحب ومستحسن - شہاب ثاقب ص ۶۵

فثبت جواز الصلوٰۃ بالنداء والخطاب -

سلموا یا قوم بل صلوا علیٰ صدر الامین
مصطفیٰ ماجاء الا رحمۃ للعالمین

درود پڑھے میری قبر کے نزدیک میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے مجھے پہنچایا جاتا ہے
پس ثابت ہوا جیسے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر پر نزدیک کا درود سنتے ہیں اسی طرح دور کا بھی
سنتے ہیں اس لیے کہ آپ نزدیک اور دور والوں کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہے حدیث میں جو
پائی ہم نے دلائل الخیرات میں۔ ہے کہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت کا اور پہچانتا بھی ہوں
اور میں تم سے بلا واسطہ سنتا ہوں۔ میں وہاں موجود ہوں جہاں میری یاد ہو رہی ہے
جس نے دس بار الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا پس اسنے ایک غلام آزاد کیا
اور کہا حسین احمد دیوبندی نے شہاب ثاقب میں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو علماء مستحب
و مستحسن جانتے ہیں
پس ثابت ہوا جواز درود کا ساتھ خطاب و ندا کے

؎ سلام پڑھو اے قوم بلکہ درود پڑھو اُو پر سردار امانت داروں کے مصطفیٰ ہیں آئے مگر
رحمۃ دوجہان کیلئے۔

والصلوٰۃ فی الدعاء کما یفعلون اہل السنۃ

رواہ معاذ بن الحارث عن ابی قرۃ عن سعید بن المسیب عن عمرؓ مرفوعاً وھٰذا رواہ رزین ابن معاویۃ فی کتابہ مرفوعاً عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد حتی یصلی علیّ فلا تجعلونی کغمر الراکب صلوا علیّ اول الدعاء واٰخرہ واوسطہ

فثبت ان فی اول الدعاء صلوٰۃ وفی اٰخرہ واوسطہ وبحمد اللہ تعالیٰ ان اہل السنۃ والجماعۃ یداومون علیہ ویستحسنون الصلوٰۃ فی الدعاء کما روّج فی الکراتشی ۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اور درود دُعا میں جیساکہ اہل السنۃ کرتے ہیں ۔

روایت ہے معاذ بن حارث سے وہ ابی قرہ سے وہ سعید بن المسیب سے وہ عمر سے مرفوعاً اور اسی طرح روایت کیا ہے اسے رزین ابن معاویہ نے اپنی کتاب میں مرفوعاً نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دُعا لٹکی رہتی ہے آسمان و زمین میں اُوپر نہیں چڑھتی جب تک مجھ پر درود نہ پڑھا جائے پس نہ کرو مجھے مانند درود پڑھو مجھ پر دعا کی ابتدا درمیان اور آخر میں

پس ثابت ہوا کہ دعا کے ابتداء میں آخر میں اور درمیان میں درود ہے اور اللہ کے فضل سے اہل السنۃ والجماعت نے اس پر ہمیشگی اختیار کی ہے ۔ اور دُعا میں درود کو مستحسن جانتے ہیں جیسا کہ رواج ہے کراچی میں ۔

الاکابر المنافقین

قال حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فی ضیاء القلوب ہر کسے را
کہ شوقِ دیدار محمد رسول اللہ ﷺ می شود بعد نمازِ عشاء با طہارت کامل و جامہ
نو و استعمال خوشبو با ادب تمام روبروئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب
قدس حقیقت محمدی برائے حصولِ زیارت جمال مبارک صلے اللہ علیہ وسلم و
دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورتِ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہ
لباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی تصور کند الصلوٰۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ راست، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ چپ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، در دل ضرب کند و ایں درود شریف
را ہر قدر کہ تواند پے در پے تکرار کند انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب خواہد رسید۔
ضیاء القلوب ص ۸۳

وایضاً قال الحاجی امداد اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک
یا رسول اللہ بصیغۃ النداء والخطاب یکلمون الناس فیہ
ھذا مبنی علی اتصال المعنوی لہ الخلق والامر عالم الامر

مخالفین کے اکابر

کہا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ضیاء القلوب میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق ہو نمازِ عشاء کے بعد تنہا طہارت کامل کے اور نئے کپڑوں کے اور استعمال خوشبو کے ساتھ ادب تمام کے منہ مدینہ منورہ کی طرف کرکے بیٹھے اور التجا جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی کرے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کرکے یہ تصور کرے کہ حضور اکرم سفید کپڑے پہنے اور سبز عمامہ باندھے کرسی پر بدر کے چاند جیسے جلوہ افروز ہیں اور دائیں طرف الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ اور بائیں الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ اور دل میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ضرب لگائے اور اس درود شریف کو جسقدر ہو سکے متواتر تکرار کرے انشاء اللہ مطلب کو پہنچے گا

اور اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں اور یہ مبنی ہے اتصال معنوی پر لہ الخلق و الامر عالم امر

لیس مقید بالظرف و بالقرب والبعد فلا شک فی جوازہ

امداد المشتاق ص ۵۹

اشرف علی تانوی

ثبت ان اقرو الصلوٰۃ بکثرۃ وھو ایضاً الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ص ۱۸

وھذا مقام فکر و تأمل ان اکابر الدیوبندیۃ ھم یتبعونہ والوھابیۃ زماننا والمودودیۃ والنجبیریۃ وغیرھم یقولون الشرک للصلوٰۃ علی النبی بالنداء والخطاب فثبت ان اکابرھم کلھم مشرکون ولکن لا یفقھون العلم لئن کلھم جھال

حسین احمد مدنی

سمعت من الوھابیۃ اکثرھم یمنعون من الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام بالخطاب مع الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وھم یستھزؤن ویقولون الکلام الفاحش وعلمائنا ھذہ الصورۃ وجملۃ الصور لصلوٰۃ لو بخطاب و نداء یقولون مستحب ومستحسن وللمتعلقین یأمرون بذالک۔ شہاب ثاقب ص ۶۵

نہیں مقید ساتھ طرف کے قرب و بعد میں بس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

اشرفعلی تھانوی

کہ یوں دل چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اور یہ مقام غور فکر ہے کہ اکابر دیوبند اسے مستحب جانتے ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابی اور مودودی اور نیچیری وغیرہ ہم درود کو شرک کہتے ہیں جو ساتھ نداء و خطاب کے ہو پس ثابت ہوا ان کے قول سے کہ ان کے اکابر تمام مشرک ہے و لیکن یہ نہیں سمجھتے علم کو اس لیے کہ یہ جاہل ہیں۔

حسین احمد مدنی

وہابیہ کی زبان سے بارہا سنا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور ان کا استہزاء (مذاق) اڑاتے ہیں اور بُرے کلمات کہتے ہیں اور علماء ہمارے اس صورت کو اور تمام صور درود کو اگرچہ بخطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور متعلقین کو ہم کا امر کرتے ہیں۔

محمد ذکریا السہارنپوری

قال فی فضائل درود وفی فہی ان یجتمع الصلوٰۃ والسلام فاافضل اعنی مکان السلام علیک یا رسول اللہ والسلام علیک یا حبیب اللہ یقال الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اعنی ان ازید علیہ لفظ صلوٰۃ

فضائل درود ص۱۳۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ ص۲۹

وقال حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فی احیاء العلوم واحضر فی قلبک النبی علیہ السلام وشخصہ الکریم وقل السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ولیصدق املک فی أنہ یبلغہ ویرد علیک ما ھو اوفی منہ انتہی احیاء العلوم ص۱۴۹ جلد ۱ ھ

وھذہ العبارۃ وجدت فی اکثر کتب الفقہاء۔ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۶ ص۱۱۱ مواہب اللدنیہ جلد ۲ ص۳۲۰ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۷ ص۲۲۹ زرقانی شرح موطا امام مالک جلد ۱ ص۱۷۱ سعایہ جلد ۲ ص۲۲۷ فتح الملہم جلد ۲ ص۱۴۳ اوجز المسالک جلد ۱ ص۲۶۵ مسک الختام شرح بلوغ المرام ص۲۵۹

نبطل اثبات الوھابیۃ وقولھم من حضر فی قلبہ النبی علیہ السلام وقت الصلوٰۃ فصلوٰتہ فاسدۃ۔ نعوذ باللہ من انفسھم ویرحم اللہ علیھم

ھ مطبوع فی بیروت

محمد ذکریا سہارنپوری
فضائل درود میں کہا کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود وسلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک یا حبیب اللہ کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ یعنی صلوٰۃ کا لفظ بڑھا دیا جائے،

اور کہا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں۔ اور حاضر کر اپنے دل میں نبی علیہ السلام کو اور تصور آپؐ کا رکھ اور کہہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور یقین جان کر یہ سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچ رہا ہے۔ اور اس کا جواب آپؐ بجا فرما رہے ہیں۔
اور یہی عبارت میں نے اکثر کتب فقہاء میں پائی ہے۔

پس باطل ہوا اثبات وھابیہ کا کہتے ہیں کہ جس نے نماز میں نبی علیہ السلام کا خیال لایا پس اس کی نماز فاسد ہوئی۔ العیاذ باللہ

وَالنِّدَآءُ

وایضاً سمعتُ من الوهابیۃ والنداءُ لغیر اللّٰہ شرک فتاوٰی رشیدیہ۔

قلنا

والندآء للنبی علیہ السلام وللاولیاء جائزٌ اما للنبی علیہ السلام فھو من حدیث عبدالرحمٰن بن سعد خدرت رجل ابن عمرؓ فقال لہ رجلٌ اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ادب المفرد ص ۱۴۲

وایضاً فی فضائل درود لزکریا السہارنفوری دیوبند ص ۱۳۲

وایضاً اخرج النوویؒ فی کتابہ (اعنی شرح مسلم) خدرت رجل ابن عباس فقال ابن عباس یا محمداہ صح الرجلُ فی الوقت کتاب الاذکار ص ۳۶۔

واما النداء لولی اللّٰہ تعالیٰ فھو جائزٌ ایضاً ان الولی تابع للنبی کما فی فتاوٰی حدیثیہ لابن حجر الھیتمی المکیؒ

اور اسی طرح سنا ہے میں نے وہابیہ سے کہ نداء غیر اللہ کو شرک ہے

قلنا

اور پکارنا نبی علیہ السلام کو یا اولیاء کو یہ جائز ہے وہ نداء جو نبی علیہ السلام کو ہے وہ ثابت ہے حدیث عبد الرحمان بن سعد سے ابن عمر کا پاؤں سُن ہو گیا بس کسی آدمی نے اسے کہا یاد کر اُس کو جو تجھے تمام لوگوں سے اچھا اور محبوب ہو بس کہا اُس نے یا محمد

اور اسی طرح امام نوویؒ نے کہا شرح مسلم میں کہ سو گیا پاؤں ابن عباس کا پس کہا اُس نے یا محمداہ صحیح ہوا پاؤں اُس کا اُسی وقت میں

اور بہر حال نداء جو ولی اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی جائز ہے اس لیے کہ ولی تابع ہے نبی کے جیسا کہ فتاوی حدیثیہ میں ہے جو ابن حجر الھیتمی مکیؒ کا ہے۔

وقال علامة خیرالدین رملی فی فتاویٰ خیریہ ھو اُستاد لصاحب درالمختار فقال یا شیخ عبدالقادر جیلانی فھو نداء واذا اضیف الیہ شیئًا فھو طلب شیئ اکراما للّٰہ فما الموجب لحرمۃ
فتاویٰ خیریہ مطبوعہ مصر المجلد الثانی ص ۱۸۲

وقال فی الھدایۃ والصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام خارج الصلوٰۃ واجبۃ کما قال الکرخی او کلما ذکر علیہ الصلوٰۃ کما اختارہ الطحاوی انتہی بخاری جلد ثانی علی الہامش۔

فافھموا فکر یا منکر النداء والخطاب
الیٰ اقوال العلماء والمفتیین وقل۔

یا نبی درود جناب تو
درد زباں است مہ وسال صبح شام
نزدیک چو تحفہ فرستیم ما زدور
درداست راہیں صلوٰۃ ست وسلام

ابوالمجاہد عامر محمد عبدالخالق القادری ۱۹۷۶ء

اور کہا علامہ خیر الدین رملی نے فتاویٰ خیریہ میں جو کہ استاد ہے مصنف درمختا کا پس کہا یہ ندا ہے یا شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور جب ساتھ اسکے پڑھا یا جا پس وہ طلب شیئی ہے از روئے اکرم اللہ کے پس کیا سبب ہے اسکی حرمت کیلئے

اور ہدایہ میں ہے اور درود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز سے باہر واجب ہو جیسا کرخی نے کہا اور جب ذکر ہو آپؐ پر درود جیسا کہ مختار کیا ہے اسے طحاوی نے پس غور و تفکر کر اے منکر ندا و خطاب کے طرف اقوال علماء کے اور مفتیو نکے اور

وَیلیہ ھٰذہٖ الیٰ ما قبلہٗ۔ قول القائل حین وقت الاٰذان عند شہادۃ الاولیٰ او الثانیۃ۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ

قال جلال الدین السیوطیؒ والقہستانی فی شرح الکبیر نقلاً عن کنز العباد اعلم انہٗ یستحب ان یقال عند السماع الاولیٰ من الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین وقال علیہ السلام من سمع اسمی فی الاٰذان فقبل ظفری ابہامیہ ومسح علیٰ عینیہ لم یعم ابداً الخ حاشیہ جلالین مطبوعہ اصح المطابع ثم روح البیان ماتحت ان اللہ وملٰئکتہٗ الاٰیۃ وموضوعات کبیر لملا علی قاری ص ۳۴۹ ثم البصائر لمولانا حمد اللہ داجوی والیضاً قال العلامۃ الشامی ص ۲۷۹ تتمہ

اور یہ ملا ہوا ہے ساتھ گزشتہ کے۔ قول قائل کا وقت آذان کے نزد شہادت اول کے یا ثانیہ کے۔ یارسول اللہ تم میری آنکھوں کے ٹھنڈک ہو۔

کہا جلال الدین سیوطی نے اور قہستانی نے شرح کبیر میں نقل کیا کنزالعباد جان کہ بے شک یہ مستحب ہے کہ کہا جاوے سماع اولی کے نزدیک شہادت ثانیہ سے درود ہو تم پر اے اللہ کے رسول اور وقت شہادت ثانیہ کے ٹھنڈک ہو تم یارسول اللہ میری آنکھوں کے پھر کہے اے اللہ دے مجھے قوت سماع و بصارت کی یہ کہے بعد رکھنے ناخن انگوٹھوں دونوں کے آنکھوں پر اور کہا نبی علیہ السلام نے جس نے سنا آذان میں نام میرا اور چوما ناخن دونوں انگوٹھوں کے اور آنکھوں پر لگایا کبھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی۔

حیلۃ الاسقاط

جمعہ الحیل وتعریفہ ما یحتال بہ الرجل بحمد اللہ تعالیٰ وھونہ یفعلون اہل السنۃ حیلۃ الاسقاط من زمان عمرؓ الی الآن وفی جوازہ کثرۃ الاثبات۔

فان قلت کیف اجاز العلماء الحیل مع ان البخاری اورد فی کتابہ الحیل احدا وثلثین حدیثا فی منع الحیل؟

قلنا

تحقیق المقام ان ادلۃ باب الحیل قد جاءت مختلفۃ فبعضہا یقتضی عدمہ وبعضہا یقتضی وجودہ والبخاری اختار الاول فاورد الاحادیث التی تراھا ولکن بعضہا لایدل علی الحیل اصلاً ولم یذکر مایدل علے الجواز من الکتاب والسنۃ بل شنع علے من اجاز الحیل قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی شرح البخاری بعدما ذکر اقسام الحیل واختلاف العلماء فیہا مانصہ ولمن جازھا مطلقاً او ابطلہا مطلقاً ادلۃ کثیرۃ فمن الاول قولہ تعالیٰ وخذ بیدک ضغثاً فاضرب بہ ولاتحنث وقد عمل بہ صلی اللہ علیہ وسلم

حیلہ اسقاط

جمع اس کی حِیَل ہے اور تعریف یہ ہے مایحتال بہ الرجل۔ اللہ کے فضل و کرم سے اسقاط اہل السنۃ کر رہا ہے زمانہ عمرؓ سے اب تک اور اس کے جواز میں اثبات بہت ہیں اگر تو کہے کہ علماء نے حیلہ کو کیسے جائز قرار دیا حالانکہ بخاریؒ نے کتاب الحیل میں اکتیس[31] احادیث عدم جواز میں لکھی ہیں ؟

قلنا

تحقیق مقام یہ ہے کہ دلائل بارے حیل میں مختلف ہیں پس بعض تقاضہ عدم رکھتی ہیں اور بعض اس کے جواز پر مشتمل ہیں اور بخاریؒ نے اول یعنی عدم جواز کو اختیار کیا پس وارد کی احادیث جو سامنے ہیں ولیکن بعض دلائل نہیں حمل پر اصلاً اور ذکر نہیں کیا بخاریؒ نے وہ جو دال ہیں جواز پر کتاب و سنت سے بلکہ زجر کیا اس پر جس نے حیلہ کو جائز کہا کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں بعد ذکر کرنے اقسام حیل کے اور اختلاف علماء کا وہ جو نصب ہے اس میں اور جس نے مطلقاً جائز قرار دیا۔ یا مطلقاً باطل کیا اُسے دلائل کثیرہ سے پس اوّل یہ قول رب تعالیٰ کا اور پکڑ ہاتھ میں جھاڑو پس مار اس سے اور حانث نہ ہو اور تحقیق عمل کیا اسکے ساتھ نبی علیہ السلام نے

فی حق الضعیف الذی زنیٰ وھو من حدیث ابی امامۃ بن سہل
فی السنن ومنہ قولہ تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا وفی الحیل
من المخارج من المضائق ومنہ مشروعیۃ الاستثناء فان فیہ
تخلیصا من الحنث وکذلک الشروط کلھا فان فیھا سلامۃ
من الوقوع فی الحرج۔ ومنہ حدیث ابی ھریرۃ وابن سعید
فی قصۃ بلالؓ بع الجمع با لدراھم ثم ابتع منھا۔ ومن الثانی
قصۃ اصحاب السبت وحدیث حرمت علیھم الشحوم فجملوھا
فباعوھا واکلوا اثمانھا وحدیث النھی عن النجش وحدیث لعن
المحلل والمحلل لہ اھ وقال شمس الایمۃ السرخسیؒ فی حیل المبسوط
ان الحیل فی الاحکام المخرجۃ عن الامام جائزۃ عند جمھور
العلماء انما کرہ ذلک بعض المتقشفۃ بجھلھم وقلۃ تاملھم
فی الکتاب والسنۃ والدلیل علی جوازہ من الکتب قولہ تعالیٰ
وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث ھذا التعلیم المخرج
لایوب علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن زوجتہ
مائۃ سوط فانہ حین قالت لو ذبحت عناقا باسم الشیطان

یہ بیچ حق ضعیف کے وہ جس نے زنا کیا تھا اور وہ حدیث ابی امامۃ بن سھل کی ہے
سنن میں اور اسی سے یہ فرمان رب تعالیٰ کا اور جو ڈرے اللہ سے کر دیگا واسطے اس کے
نکلنے کی راہ اور حیل میں راستہ ہے آسانی ہے تنگیوں سے اور اسی سے مشروعیت ہے استثناء کی
اس لیے کہ اسمیں خلاصی ہے حنث سے اور اسی طرح تمام شروط پس اس میں سلامتی ہے حرج میں
پڑنے کی۔ اور اسی سے حدیث ابو ہریرہؓ کی اور ابن سعید کی قصہ بلال میں (بع الجمع بالدراہم
ثم ابتع بہا) اور دوسرے سے قصہ اصحاب سبت کا اور حدیث حرمت علیہم الشحوم ولی
اور حدیث نہی عن النجش کی اور حدیث لعن المحلل اور محلل لہ کی الخ
اور کہا شمس الائمہ سرخسی نے حیل مبسوط میں کہ حیل احکام مخرجہ میں امام اعظمؒ سے جائز ہے
تمام علماء کے نزدیک اور یہ کہ مکروہ جانا بعض بدبختوں نے واسطے جہالت انکے اور کمی فکر
کے کتاب و سنت میں اور دلیل جواز پر کتاب سے یہ قول رب تعالیٰ کا وخذ بیدک الخ
یہ تعلیم مخرج ہے ایوب علیہ السلام کیلئے اُس قسم سے جو اُٹھائی تھی کہ البتہ ضرور ماروں گا
میں بیوی اپنی کو سو دُرّے جب کہا تھا اُسکی عورت نے اگر ذبح کرے تو عناق ساتھ
اسم شیطان کے۔

فی قصة طویلة اوردها اهل التفسیر رحمهم الله وقال الله تعالیٰ فلما جهزهم بجهازهم جعل السقایة فی رحل اخیه الیٰ قوله ثم استخرجها من وعاء اخیه کذلک کدنا لیوسف وکان هذا منه حیلة لامساک اخیه عنده علی وجه لا یقف اخوته علیٰ مقصوده وقال جل جلاله حکایة عن موسیٰ علیه السلام ستجدنی ان شاء الله صابرا ولم یغلب علیٰ ذلک لانه قید سلامته بالاستثناء و هو مخرج صحیح قال الله تعالیٰ ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء الله ۔

واما السنة فما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یوم الاحزاب لعروة بن مسعود فی شان بنی قریظة فلعلنا امرناهم بذلک فلما قال له عمرؓ فی ذلک قال علیه السلام الحرب خدعة وکان ذلک منه اکتساب حیلة ومخرجاً من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولما اتاه رجل اخبره انه حلف بطلاق امرأته ثلاثا ان لا یکلم اخاه قال له طلقها

لمبے قصہ میں جیسے لکھا مفسرین کرام نے اور کہا اللہ تعالیٰ نے پس جب تیار کیا واسطے ان کے
سامان رکھدیا پیالہ پانی والا کجاوے میں اسکے بھائی کے پھر نکال لیا اُسے بھائی کے کجاوے سے
اور اسی طرح کام سنوارا ہم نے یوسفؑ کا اور تھا یہ اس سے حیلہ امساک کا بھائی سے اُس کے ماں
اور پر وجہ نہ موقوف ہونے بھائی اُسکے کے اُوپر مقصود کے اور کہا رب تعالیٰ نے حکایت موسیٰؑ
سے پائیگا تو مجھے صابر اگر اللہ نے چاہا اور نہ غالب ہوا وہ اس صبر پر اس لیے کہ یہ قید سلامتی کی ہے ساتھ
استثناء کے اور یہ مخرج صحیح تھا اور فرمایا رب تعالیٰ نے اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کیلئے کہ کروں گا
میں اسے کل مگر یہ کہ اللہ چاہے

اور وہ جو حدیث ہے پس وہ روایت کی گئی ہے نبی علیہ السلام سے جو کہ فرمایا یوم احزاب پر
عروہ بن مسعود کو شان بنی قریظہ میں پس کہ شاید مامور ہیں ہم اسی پر پس جب کہا عمرؓ نے اسمیں
فرمایا نبی علیہ السلام نے الحرب خدعۃ۔ اور تھا اسی طرح اس سے کتاب حیلہ اور مخرج گناہ سے
پس مقید رکھا کلام لفظ لعل سے اور جب اسکے پاس آدمی اور خبر دی کہ اُس نے حلف اُٹھایا
طلاق کیساتھ اپنی عورت کو کہ نہ کلام کرے ساتھ بھائی اُسکے سے کہا اُسے طلاق دے ایسے ایک

واحدة فاذا انقضت عدتها فكلم اخاك ثم تزوجها وهذا تعليم الحيلة والاثار فيه كثيرة ومن تأمل احكام الشرع وجد المعاملات كلها بهذه الصفة وقال فمن كره الحيل فى الاحكام فانما يكره فى الحقيقة احكام الشرع والله اعلم بخارى المجلد الثانى ص٢٢ مقدمة

وصية الاموات فى حيلة الاسقاط

الدليل الاول لوصية الاموات بقوله تعالى من بعد وصية توصى بها او دين۔

وجه الاستدلال ۔ لفظ وصية مطلق لقيد الدوران

وجه الاستدلال ۔ المطلق يجري على اطلاقه لان كل افراد ثابتة بالمطلق كمنصوص عليه

وجه الثانى ۔ وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصين بها او دين ۔ وجه الثالث ۔ وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية توصون بها او دين ۔

وجه الرابع ۔ لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصى

پس جب پوری ہو مدت اس کی پس بات کر اپنے بھائی سے پھر نکاح میں لا اس کو اور یہ تھی تعلیم حیلہ کی اور احادیث اس میں بکثرت ہیں اور جس نے فکر کیا احکام شرع میں گویا تمام معاملات پائے اُس نے اس صفت کے ساتھ اور کہا پس جس نے مکروہ جانا حیلہ کو احکام میں پس اس نے مکروہ جانا درحقیقت احکام شرع کو (اور جس نے احکام شرع کو مکروہ جانا وہ کافر ہے۔ بایت الیوم اکملت لکم ...

وصیت اموات کی حیلہ اسقاط میں

دلیل اول وصیت اموات کی ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصی بہا او دین

وجہ استدلال کی۔ لفظ وصیت مطلق ہے قید دوران کو

وجہ استدلال کی۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اسلئے کہ تمام افراد ثابت ہیں مطلق جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

وجہ ثانی۔ واقع ہوا لفظ وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین

وجہ ثالث۔ واقع ہوئی وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصون بہا او دین

وجہ رابع۔ لفظ وصیت ثابت ہے ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین

بھا او دین۔

وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصوم احد من احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ۔ رواہ النسائی عینی بخاری ص ۲۶۲ مجموعہ رسائل شامی جلد اول ص ۱۴۳ مجمع الانہار صوم ص ۲۴۲ مشکل الآثار جلد اول ص ۱۴۱ والسنن الکبری ثم جوہر النقی جلد رابع زیلعی جلد ثانی ص ۴۶۳ ودرایہ ص ۱۷۷

عن ابن عمر عن النبیؐ قال من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم مکان یوم مسکینا ترمذی ثم مشکوٰۃ الصوم قضا ص ۱۷۷

دوران القرآن

قال المورخ صاحب الفتوح محمد ابن عمر الواقدی اخبرابوعاصم عن ابن جریح عن ابی شہاب عن ام سلمۃ عن ابی موسیٰ الاشعری قال فعل عمرؓ تداور جزء القرآن من مالی لا الیٰ عمر یتساءلون فی عشرین رجلا بعد صلوٰۃ الجنازۃ لامرءۃ ملقبۃ بحبیبۃ زوجۃ قلاب (وفی نسخۃ ملاب) فتاوی سمرقندی لابی اللیث و منہاج الواضح ص ۲۶۴ و درۃ البرر لامام الغزالی۔

اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھے ایک آدمی دوسرے کیلئے اور نہ نماز پڑھے ایک دوسرے کیلئے مگر طعام دے ایک دوسرے کیلئے۔

اور مروی ہے ابن عمرؓ وہ نبی علیہ السلام سے کہ فرمایا آپؐ نے جو فوت ہوا اور اس پر رمضان کے روزے تھے پس لازم ہے کہ کھانا کھلائے جگہ مسکینوں کو ایک دن۔

دوران قرآن

کہا مورخ صاحب الفتوح نے جو محمد ابن عمر الواقدی ہیں خبر دی مجھے ابو عاصم نے اُنہوں نے ابن جریج سے اُنہوں نے ابی شہاب سے ام سلمہ سے وہ ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ پھرایا عمرؓ نے جزو قرآن کی تیسویں پارے تیسویں تک بتیس آدمیوں میں نماز جنازہ کے بعد واسطے ایک عورت کے جو لقب دی گئی ہے ساتھ حبیبہ کے جو زوجہ ہے تلاب کی (اور ایک نسخہ میں ملا ہے)

حدثنا العباس بن سفیان عن ابی علیة عن عون عن محمد عن عبد اللہ بن عمر قال قال عمر ایها المسلمون اجعلوا القرآن وسیلۃ لنجاۃ الموتی فتحلقوا و قولوا اللّٰهم اغفر لهذا المیت بحرمۃ قرآن المجید وثبت بهذا السند ایضاً اخبر سعد عن ایوب عن جمیع عن عبد الرحمن من ابی بکر انہ وجد دوران القرآن عمر والقرآن شافع للمؤمنین حیاتا و بعد مماتا۔ فتاوی سمرقندی ثم منہاج الواضح ص ۲۶۴۔

قال الامام احمد اسهل طریقتہ ان یبیع الوارث علی الفقیر مصحفاً جدید (ای صحیحا) تابلا للقرءۃ لغبن فاحش ثم یهب الفقیر ثم نثم حتی یتم لعل اللہ تعالٰی یجعلہ فدیۃ فی مقابلۃ الصوم والصلوٰۃ والزکوٰۃ والمنذورات الخ کتاب الحیل لامام محمد۔

وفی الحیل اختلاف لسرفراز خان النجدی هو یقول کتاب الحیل لیس لامام محمد۔ فثبت انہ جاهل ان کل العلماء یقولون ان کتاب الحیل لامام محمد ودرۃ البرر لامام الغزالی ثم منهاج الواضح ص ۲۶۵

فافکروا فهم بامنکر الحیلۃ۔ فیہ حق وایات الحیلۃ

روایت ہے ابن عباسؓ سے وہ ابی علیہ سے وہ عون سے وہ محمد سے وہ عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا نبی ~~علیہ السلام~~ عزوجل نے اے مسلمانو قرآن کو وسیلہ پکڑو پس حلقہ بناؤ اور کہو اے اللہ بخشدے اس میت کو بوسیلہ قرآن مجید کے اور ثبت ہے اس سند سے اسطرح کہ روایت ہے سعد سے وہ ابو یحیٰ وہ جمیع سے وہ عبدالرحمان سے وہ ابوبکرؓ سے کہ پایا اُنے عمرؓ کو دوران قرآن کرنے پڑھتے اور قرآن شافع ہے مؤمنین کو زندگی میں اور بعد موت کے

اور کہا امام محمد نے کہ آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دے وارث فقیر کو قرآن مجید نیا دیں صحیح (قابل قرأت) واسطے عین فاحش کے فم پھر دے فقیر پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام ہو جائے شاید پھیرد اللہ تعالےٰ فدیہ اس کو مقابلہ روزوں کے اور نمازوں اور زکوٰۃ کے اور نذروں کے
اور کتاب حیل میں اختلاف ہے سرفراز خان مجدی کو وہ کہتا ہے کہ کتاب الحیل امام محمد کی نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ وہ جاہل ہے اسلیئے کہ تمام علما رکھتے ہیں کتاب الحیل امام محمد کی ہے۔

پس سوچ کر اور فکر کر اے منکر حیلہ کے۔ یہ حق ہے اور اسمیں لغتنا یا مگر حزن ہیں

والمستحق للصدقة من

ـہ وفی المطبوع مصر ص ۴۹۲ ـۂ الآخر

قلنا

المنصوص علیہ فی المذہب وعلیہ العمل الیوم ان یجمع الوارث عشرۃ رجال لیس فیھم غنی ولا عبد ولا صبی ولا مجنون الخ وبما تعارفہ الناس ونص علیہ اھل المذھب ان الواجب ادارۃ مشتملۃ علی النقود او غیرھا کجواھر وحلی وبنوا الامر علی اعتبار القیمۃ دون ادارۃ الصورۃ طرایق۔ مجموعہ رسائل شامی المجلد الاول ص ۲۱۲-۲۱۱ ـہ

وان کانت الصلوٰۃ کثیرۃ والحنطۃ قلیلۃ یعطی ثلثۃ اصوع عن صلوٰۃ یوم ولیلۃ مع الوتر مثلاً الی الفقیر ثم یدفعھا الفقیر الی الفقیر ثم یدفعھا الفقیر الی الوارث ھکذا یفعل مراراً حتی یستوعب الصلوٰۃ ونحوھا کبیری جلد فوائت ص ۵۸۳ تتارخانیہ ثم جواہر النفیس ص ۳۰ الملتقط۔ اشباہ والنظائر وشرح ہدیۃ ابن العماد جامع الرموز کتاب الصوم ص ۱۶۲ وقاضی خان المجلد الاول ص ۱۷۰ وشامی جلد اول ص ۲۱۲-۲۱۰ ان تبرع الولی بالاسقاط یجوز الخ ویجوز التبرع الاجنبی بہ۔ مراقی الفلاح ص ۲۶۳ طحطاوی وشامی جلد اول ص ۴۹۲ ومنحۃ الخالق المجلد الثانی ص ۹۷

اور مستحق صدقہ کا کون ہے

قلنا

منصوص علیہ مذھب میں یہ ہے اور آج تک اس پر عمل ہے کہ جمع ہوں وارث دس آدمی نہ ہواِن میں غنی اور نہ غلام اور نہ بچہ اور نہ دیوانہ اور اور ذہ جیسے لوگ جانتے ہوں۔
اور ثابت ہیں اسپر اہل مذہب واجب یہ ہے کہ دائرہ بنائیں جو مشتمل ہو جو نقود پر یا چیز اسپر جیسے جواہر و حلی وغیرہ اور ہنوالامرا عتبار قیمت پر ہے

اگر نمازیں بہت ہوں اور گندم تھوڑی ہو دی جائیں تین[۳] اور تھوڑی نمازیں ایک دن رات کی بہ قیمت وتر کے مثلاً طرف فقیر کے پھر دے اسے وارث فقیر کو پھر آئے فقیر وارث کو اسی طرح کرے تکرار کیا تو یہاں تک پوری ہوں نمازیں ما در مثل اس کے

حیوٰۃ الانبیاء والشہداء

اعلم ان الانبیاء احیاءٌ ویصلّون فی قبورھم والشہداء ھم احیاء لقولہ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء وفی المقام الثانی بل احیاء عند ربھم یرزقون۔

وقال جلال الدین السیوطیؒ فی الحاوی للفتاوٰی الانبیاء افضل من الشہداء۔ ای افضل فی حیوٰۃ القبر وافضل فی اکل الرزق

حدّثنا ابوبکر بن شیبۃ عن حسین بن علی عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ فقال رجل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمتَ یعنی بلیت فقال ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ رواہ ابن ماجۃ ص ۷۶

فائدۃ۔ ان الانبیاء احیاء ویقولون الوھابیۃ زماننا ھم اموات العیاذ باللّٰہ من شرور انفسھم فثبت ان الوھابیۃ کاھم

حیات انبیاء اور شہداء کے بارے میں

جان لو بے شک انبیاء زندہ ہیں اور اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور شہدا بھی زندہ ہیں واسطے قول رب تعالی کے اور نہ کہو مردہ اُن کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں اور کہا جلال الدین سیوطیؒ نے حاوی الفتاوٰی میں کہ انبیاء افضل ہیں شہداء سے۔ ای افضل ہیں حیوٰۃ قبریہ میں اور رزق کے کھانے میں

روایت ہے ابوبکر بن شیبہ سے وہ حسین بن علی سے وہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایام میں سے جمعہ ہے اسی میں آدمؑ پیدا ہوا اور اسی میں نفخ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس کثرت کرو مجھ پر درود سے اسمیں پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس کہا ایک آدمی نے یارسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں تحقیق آپ تو رخصت ہوئے پس فرمایا آپؐ نے کہ اللہ تعالی نے حرام کیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے

فائدہ ۔ پس ہوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور ہمارے زمانہ کے وہابیہ کہتے ہیں کہ وہ مرگئے نعوذ باللہ من شرور انفسہم پس ثابت ہوا کہ وہابیہ تمام

ضال مضل كما فى الصاوى على الجلالين[1] وكذلك سائر الاموات ايضا يسمعون السلام والكلام ويعرض عليهم اعمال اقاربهم نعم الانبياء يكون حياتهم على الوجه الاكمل ص۱۱ حاشية ابن ماجه

ثبوت الرزق هم يأكلون فى قبورهم

ففى اكل الرزق احاديث كثيرة وللثبوت يكفى واحد ولهم كثيرة للاكل للمجنون[2]

حدثنا عمرو بن سواد المصرى عن عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعيد بن ابى هلال عن يزيد بن ايمن عن عبادة بن نسى عن ابى الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثروا الصلوة عَلَيَّ يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملٰئكة وان احدا لن يصلى عَلَيَّ الا عرضت عَلَيَّ صلوته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء فنبى الله حَيٌّ يرزق رواه ابن ماجه ص۷۶

ثبوت صلوة الانبياء فى قبورهم

واخرج البيهقى فى كتاب حيوة الانبياء عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الانبياء احياء فى قبورهم يصلون - رواه البيهقى -

[1] وفى الشفاء فى الخطر الثالث ص ۱۳۰۹

گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں جیسا کہ صاوی میں مذکور ہے اور ایسے ہی تمام اموات سنتے ہیں سلام و کلام کو اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں تو ایسا ہی حیوۃ انبیاء ہوگی وجہ اکمل سے۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں رزق کھانا

پس اکل الرزق میں احادیث بہت ہیں ایک یہی کافی ہے اور بہت کچھ۔ روایت ہے عمرو بن سواد مصری سے وہ عبداللہ بن وہب سے وہ عمرو بن حارث سے وہ سعید بن ابی ہلال سے وہ زید بن ایمن سے وہ عبادہ بن نسی سے وہ ابی الدرداء سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو اسلئے کہ یہ مشہود ہے گواہی دیتے ہیں فرشتے اور تم میں جب کوئی درود پڑھتا ہے مگر مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں اور بعد موت کے اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجساد حرام کر دیئے ہیں اکل کے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

ثبوت انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا

اور کہا بیہقی نے حیاۃ انبیاء میں روایت ہے انس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ نے انبیاء زندہ ہیں اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن یوسف بن عطیۃ قال سمعت ثابتاً البنانی یقول لحمید الطویل ھل بلغک ان احداً یصلی فی قبرہ الا الانبیاء؟ قال لا ۔ الحاوی للفتاوی المجلد الثانی ص ۲٦٤

وذکر عینی البخاری لان الانبیاء علیھم السلام احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ھذا الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس انہ علیہ السلام رأی موسیٰ قائماً فی قبرہ یصلی ۔ عینی البخاری المجلد الرابع ص ۵٤۳

واخرج البیھقی فی حیوۃ الانبیاء والاصبھانی فی الترغیب عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہ مائۃ حاجۃ، سبعین من حوائج الاخرۃ و ثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بذلک ملکا یدخلہ علی فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیوۃ ولفظ البیھقی یخبرنی من صلی علی باسمہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ بیضاء ۔

والثانی عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الانبیاء

اور کہا ابونعیم نے حلیہ میں روایت ہے یوسف بن عطیہ سے کہ سُنا میں نے ثابت بنانی سے حمید طویل سے کہہ رہے تھے کہ کیا تجھے معلوم ہوئے کہ انبیاء کیسواکوئی اپنی قبر میں نماز پڑہتا ہے فرمایا کہ نہیں۔

اور ذکر کیا عینی بخاری نے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب سے رزق ملتا ہے پس کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں اس حال میں جیسا کہ ثابت ہے صحیح مسلم سے حدیث انسؓ سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے دیکھا موسیٰؑ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اور کہا بیہقی نے حیات انبیاء میں اور اصفہانی نے ترغیب میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر جمعہ کے دن یا رات کو درود پڑھے گا پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کیلیے سو حاجت، ستر حاجات آخرت سے اور تیس دنیا سے پھر موکل بنایا رب تعالیٰ نے اس ایک فرشتہ کو جو داخل ہوتا ہے قبر میں جیسے داخل ہوتے تم پر تحفے بیشک میرا علم بعد موت کے مثل علم حیات کا ہے اور لفظ بیہقی کا کہ بتایا گیا ہوں جس نے مجھ پر نام لیکر درود پڑھا پس وہ ثبوت ہے میرے پاس سفید صحیفہ میں

اور دوسری حدیث روایت ہے انسؓ سے وہ رسول اللہ سے فرمایا کہ بے شک انبیاء

لا یترکون فی قبورهم بعد اربعین لیلة ولکنهم یصلون بین یدی الله حتیٰ ینفخ فی الصور۔ حاوی الفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶۵

واخرج ابو یعلیٰ عن ابی هریرة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علیٰ قبری فقال یا محمد لاجیبنه۔

واخرج ابن سعد فی الطبقات والونعیم فی دلائل النبوة عن سعید بن المصیب انه کان یلازم المسجد فی ایام الحرة والناس یقتتلون قال فکنت اذا حانت الصلوٰة اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف وایضًا اخرج ابونعیم فی دلائل النبوة الخ فثبت ان الانبیاء والشهداء احیاء ومن انکر من حیاتهم فهو خارج عن مذاهب الاربعة وهو ضال مضل ۔

للمؤلف

انما الرسل والشهداء لا یموتون
بل احیاء عند ربهم یرزقون
بل الکفار لیس یحی فی قبورهم کنبینا
والانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون

عامر القادری یوم الاحد ۱۵ نوامبر ۱۹۷۶ء میلادی

بھی چھوڑے جاتے اپنی قبور میں چالیس رات کے بعد ولیکن وہ اللہ کیلئے نمازیں پڑھیں گے تا قیامت۔

اور کہا ابو یعلی نے وہ راوی ہیں ابو ہریرہ سے کہ سنا میں نے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے جبکہ نازل کیا عیسیٰ ابن مریم پھر اگر کھڑا ہو میری قبر پر اور کہے یا محمد البتہ میں ضرور جواب دوں گا۔

اور کہا ابن سعد نے طبقات میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت ہے سعید بن المصیب سے کہ وہ لازماً جایا کرتے تھے مسجد کو شدید گرمی میں اور لوگ کہا پس جب میں تیار ہوتا نماز کیلئے سنتا میں اذان قبر کے آگے حصہ سے اور شہداء زندہ ہیں جس نے انکی حیات سے انکار کیا پس وہ خارج ہے مذاہب اربعہ سے اور وہ گمراہ ہے اور وں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

یہ شعر مصنف کے لیے

بے شک شہداء اور رسول نہیں مرے ہوئے
بلکہ زندہ ہیں رب کے پاس سے رزق کھاتے ہوئے
ولیکن زندہ ہیں کفار قتل نبی ہمارے کے
اور انبیاء زندہ ہیں قبور میں نمازیں پڑھتے ہوئے۔

الوسيلة بالانبياء والاولياء

الوسيلة ثابتة بنص قطعی لقوله تعالی وابتغوا اليه الوسيلة -
ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا
من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاء هم ما
عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين -
ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله
واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا الرحيما -
ان قلت الانبياء والاولياء ليس الوسيلة بهم عند الله
بل الوسيلة عند الله العمل الصالح ؟

قلنا

قولك بل الوسيلة العمل الصالح فای الحجة عندک ان عملك
مقبول عند الله نثبت وسيلة العمل الصالحة جائز ولكن
شك فی قبوليته والوسيلة الانبياء ليس فيه شک ومن
وشك فی مقبوليتهم فقد كفر - وايضا يسئل الوسيلة الامام

وسیلہ انبیاء و اولیاء کا

وسیلہ ثابت ہے قطعی نص سے یہ قول رب تعالیٰ کا اور طلب کرو اسکی طرف وسیلہ
اور جب آئی انکے طرف کتاب اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والی گزشتہ کتابوں کو اور تھے
قبل ازیں طلب فتح کرتے تھے کافروں پر پس جب آئی انکے طرف نہ پہچانا انہوں نے بلکہ منکر
ہوئے اس سے پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر۔
اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پہ ظلم کرکے آپ کے پاس آئیں پس بخشے ان کو رب تعالیٰ اور
بخشش مانگے ان کیلئے رسولؐ البتہ ضرور پائینگے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان
اگر تو کہے کہ انبیاء اولیا وسیلہ نہیں بلکہ وسیلہ عند اللہ عمل صالح ہے۔

قلنا

قول تیرا کہ عمل صالح وسیلہ ہے۔ پس کیا دلیل ہے تیرے پاس کہ تیرے عمل اللہ کے ہاں مقبول ہیں
پہلے ثابت ہوا کہ وسیلہ اعمال صالح کا جائز ہے۔ لیکن اسکی مقبولیت میں شک ہے اور وسیلہ میں
انبیاء کا اس میں کوئی شک نہیں اور جس نے شک کیا ان کی مقبولیت میں وہ کافر ہے اور اسی طرح
وسیلہ پکڑا امام اعظمؒ نے

الاعظم رضی اللہ عنہ فی قصیدۃ النعمان بن ثابت
یا سید السادات جئتک قاصدا۔ ارجوا رضاک واحتمی بحماک۔ قصیدۃ النعمان ومجموعہ قصائد ص ۲۱ مطبوعہ مجتبائی دہلی
وایضا قال امام شرف الدین بوصیری فی قصیدۃ البردۃ
یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ۔ سواک عند حلول الحادث العمم
وایضا قال مولانا جامیؒ المصنف لشرح جامی فی زلیخا
زمہجوری برآمد جان عالم۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی۔ زمحروماں چرا غافل نشینی (زلیخا)
وقال مولانا شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ والضحیٰ

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا ای بزرگ توئی قصہ مختصر

وایضا قال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی التھانوی

قصیدہ نعمان میں۔ کہ اے سرداروں کے سردار آیا ہوں تیرے پاس قاصد۔ اُمید رکھتا ہوں تیری رضاجوئی کی اور حمایت کر ساتھ حمایت اپنی کی۔

اور اسی طرح کہا امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں۔ اے مہربان ~~اخلاق والے~~ مخلوق کے آپکے سوا میرا کوئی نہیں مصیبتوں کے وقت جسکی پناہ لوں۔

اور اسیطرح کہا مولانا جامیؒ نے جو شرح جامی کے مصنف ہیں زلیخا میں

جدا سے عالم کی جان نکل رہی ہے یارسول اللہ رحم فرمایئے کیا آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں؟ پھر ہم مجبوروں سے کیوں فارغ ہو بیٹھے۔

اور کہا مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں

اے صاحب جمال والے اور اے بشر کے سردار آپکے چہرہ مبارک سے چاند منور ہے نہیں ممکن تعریف تمہاری جیسا کہ حق ہے مختصر یہی ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات بزرگ ہے

اور اسی طرح کہا مخالفین کے سردار مولوی اشرف علی تھانوی نے

یاشفیع العباد خذ بیدی، انت فی الاضطرار معتمدی

نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی ص ۱۹۴ حوالہ بز ۳ ۱۷ تاج

فتوی در جواز التوسل بالانبیاؤ الاولیاء عند الوہابیہ

عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعاء من الانبیاء والاولیاء والشہداء والصالحین عند حیاتہم وعند بعد وفاتہم بہذ اللفظ اللھم بیئلک بوسیلۃ فلان ویقول لہذ الکلمات شیخ مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی ثم المکی وفتاوی رشیدیہ جلد اول ص ۹۳

اللہم انصرنا علیہم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان بجد صفتہ فی التوراۃ وبہذ الکلام یستفتحون الیہود الوسیلۃ بجاہ النبی الکریم کما فی معالم التنزیل والخازن و تفسیر الکبیر وتفسیر مظہری لقاضی ثناء اللہ پانی پتی ص ۱۹۴ ج ۱ وتفسیر جمل المجلد الاول ص ۷۷ مطبوعہ مصر

وعن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب انا کنا نتوسل الیک بنبینا علیہ السلام فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم النبی

اے شفاعت کرنے والے بندوں کے میرا ہاتھ پکڑ لیجیے اس لیے کہ تو میرا آپ پر اعتماد ہے مصائب میں
فتوای جواز توسل میں انبیاء و اولیاء کیا تھ وہابیہ کے نزدیک۔ ہم اور ہمارے علماء توسل کو
دعاؤں میں جائز سمجھتے ہیں اولیاء و انبیاء و شہداء اور صالحین کا اُنکی حیات میں اور
بعد وفات میں ان الفاظ سے اے اللہ تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق فلاں کے اور اس جیسے اور
کلمات کہیے۔

اے اللہ مددگار ہو ہمارا نبیؐ سے جو مبعوث ہو گئے آخر زمانہ میں نعت اُنکی ہم تورات میں پائی
اس کلام سے یہود وسیلہ کرتے تھے ساتھ بزرگی نبی علیہ السلام کے جیسا کہ معالم التنزیل اور خازن
میں، در تفسیر کبیر میں

اور روایت ہے انس بن مالک سے کہ عمر بن الخطاب ہم توسل کرتے تھے تیری طرف
نبی علیہ السلام سے پس تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف
نبی علیہ السلام سے

فاسقنا قال فیسقون رواہ البخاری ص ۱۳۷ ج ۱ والمشکوٰۃ فی باب صلوٰۃ الاستسقاء۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اعترف آدم علیہ السلام بالخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال اللہ یا آدم کیف عرفت محمدا الخ فقال اللہ تعالیٰ اذ سئلتنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک۔ شفاء السقام ص ۱۶۲، ۱۶۱

وقال شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ۔ انا المرید ی جامع لشتاتہ اذا ما سطا جوار الزمان بنکبۃ وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ فناد بیا زروق آت بسرعۃ بستان المحدثین ص ۱۳۵ و اردو ص ۲۰۶

ومن انکر التوسل بہ بأحد ھذین المعنیین فہو کافر مرتد یستتاب فان تاب والا قتل مرتداً۔ التوسل والوسیلۃ ص ۱۳۱ بیروت

واما دعائہ وشفاعتہ وانتفاع المسلمین بذالک فمن انکرہ فہو ایضاً کافر۔ التوسل والوسیلۃ ص ۱۳۱ مطبوعہ بیروت لبنان

پس برسا ہم پر پس برسی بارش۔

روایت ہے عمر بن الخطابؓ سے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جب سرزد ہوئی خطا آدم علیہ السلام سے کہ اے رب سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ محمدؐ کے بخشدے مجھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کیا جانتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الخ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو مجھ سے محمدؐ کی وسیلہ سے مانگتا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا۔

اور کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے میں اپنے مرید کا اس کی پراگندیوں میں جامع ہوں جبکہ جور زمانہ سختی کے ساتھ اس پر حملہ کرے گا اگر تو تنگی اور سختی میں ہو تو یا رزوق کہہ کر مجھے پکار میں جلدی آؤں گا

اور جس نے انکار کیا توسل کا ان معنیٰ سے پس وہ کافر و مرتد ہے توبہ کرے ورنہ قتل ہو کیونکہ

اور وہ وجود علیہ اور شفاعت ہے آپؐ کی اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو آپؐ کے ساتھ پس جس نے انکار کیا اس سے پس وہ اسی طرح کافر ہے۔

استفتاء

اخذ الاجرۃ بلا شرط علیٰ تعلیم القرآن جائز ام لا بینوا و توجروا؟

الجواب بعون الملک الوہاب

اخذ الاجرۃ بلا شرط علیٰ تعلیم القرآن جائز فی زماننا کما فی کتب الفقہاء۔ والمفتیٰ الیوم بصحتہا لان المنع فی ذلک الزمان لرغبۃ الناس فی التعلیم وحسبۃ ومروۃ المتعلمین فی مجازات الاحسان بالاستحسان بلا شرط فی زماننا۔ شرح الیاس المجلد الثالث ص ۱۲۳

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علیٰ تعلیم القرآن الیوم لانہ ظہر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ۔ ہدایہ جلد الثالث ص ۳۰۳

و قال فی البریقۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ اذ المریکن عقد ولا شرط فقرو الروح المیت رضا اللہ تعالیٰ فاعطاہ قریب المیت شیئًا من المال فجائز۔ البریقۃ ص

ویجوز الاستیجار علی القرءۃ والدعاء حادی القنانی ص ۱۹۷ مطبوعہ

فتویٰ

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا جائز ہے یا نہیں بینوا وتوجروا ؟

جواب

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ کُتب فقہاء میں اور فتوٰی اسکے صحیح ہونے پر ہے اس لئے کہ منع اس زمانہ میں واسطے رغبت لوگوں کے تعلیم میں از روئے حسبت اور آسانی متعلمین کیلئے بارے احسان بالاحسان بغیر شرط کے جائز ہے۔

اور علماء ہماروں نے مستحسن جانا اُجرت تعلیم قرآن پر آج کل اس لیئے کہ ظاہر ہوا اپنانا اُمور دینیہ میں پس اسکے منع کرنے سے ضائع ہوتا ہے حفاظت قرآن کی اور اسی پر فتوای ہے۔

اور کہا بر لقبہ شرح طریقہ محمدیہ میں جب کہ نہ ہو عقد اور شرط پس پڑھا جائے میت کی روح کیلئے اللہ کی رضا کی خاطر پس دے قریب میت سے کچھ مال سے پس جائز ہے۔

اور جائز ہے اُجرت قرءت اور دُعا پر۔

ويجوز الاستيجار على تعليم القرآن وقرءة القرآن عند القبر
عالمگیری تعلیم اللغۃ والادب ص ۲۷۳ جلد خامس۔
فثبت ان الاستيجار على تعليم القرآن جائز في زماننا كما اختاره علماء المتاخرين۔
مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل صاحب المتوی ومولانا عبدالسبحان القادری
ومولانا عامر القادری ہوالصحیح المجیب المصیب مولانا محمد یعقوب قادری

الغيب العطائي للنبي عليه السلام

تعريف ما غاب عن العباد
اثبات بالآيات۔ قوله تعالىٰ فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول پ ۲۹ الجن
وما هو على الغيب بضنين اى ماهو البخيل على الغيب
فان الله لا يخفى الغيب على النبي عليه السلام بل يظاهر عليه جميع المغيبات
فان قلت النبي عليه السلام ليس العالم بغيب لقوله تعالى
وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو۔ قل لا يعلم الغيب الا الله

اور جائز ہے اُجرت تعلیم قرآن پر اور پڑھنا قرآن کا قبر کے نزدیک۔
پس ثابت ہوا کہ اُجرت تعلیم قرآن پر ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ علماء متاخرین نے مختار کیا ہے۔

غیب عطائی النبی علیہ السلام

تعریف جو غائب ہو آدمیوں سے
یہ قول رب تعالیٰ کا پس نہیں ظاہر کرتا ہو غیب کو کسی پر مگر جس رسول پر راضی ہو جائے۔
اور نہیں وہ غیب بتانے میں بخیل پس اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ کرتا غیب کو بلکہ ظاہر کرتا ہے تمام مغیبات کو آپ پر

پس اگر کوئی کہے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور اسکے ہاں غیب کی کنجیاں ہیں نہیں جانتا کوئی اسے مگر وہی۔ فرماد و نہیں جانتا کوئی غیب

ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ما تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

قلنا

یعطی الغیب للنبی علیہ السلام کما قال اللہ تعالیٰ ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک وقال قاضی عیاض فالنبوۃ فی لغۃ من ھمز ماخوذۃ من النبأ وھو الخبر والمعنی ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی غیبہ شفا شریف المجلد الاول ص۱۴۱

وقال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فآمنوا باللہ ورسولہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم۔ وقال الشاعر۔ تو دانائے ما کان و ما یکون ہے

مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں۔

ای یا رسول اللہ ان اللہ تعالیٰ یعطی لک الغیب ولکن الوھابیۃ لا ینظرون الی غیبک۔

وقال حسین احمد الدیوبندی للنبوۃ علم الملئکۃ وعلم التقدیر وعلم احوال الساعۃ وعلم الحشر والنشر وعلم الجنۃ والنار وعلم الحلال والحرام

سوائے اللہ کے اور اللہ کے نزدیک علم ہے قیامت کا اور نزول بارش کا اور جانتا ہے ارحام میں سب کچھ اور نہیں جانتا کوئی کس زمین پر مرے گا اللہ تعالیٰ عالم ہے باخبر۔

قلنا

سو نبی علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبریں ہیں ہم نے آپؐ کی طرف وحی کیں اور کہا قاضی عیاضؒ نے پس نبوت لغت میں ہمز ماخوذ ہے نبأ اور خبر ہے اور معنیٰ یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا آپ پر غیب کو اور یہ قول رب تعالیٰ کا اور نہیں رب تعالیٰ کہ اطلاع دے تم کو غیب پر ولیکن اللہ جس رسول کو چن لے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اگر تم ایمان لائے اور ڈرے پس تمہارے لیئے اجر عظیم ہے

شعر کا مطلب۔ اے یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو علم غیب عطا فرمایا ولیکن وہابیہ آپکے غیب کو نہیں دیکھتے۔

اور کہا حسین احمد مدنی نے دیوبندی نے نبوت کیلئے ملائکہ کا علم تقدیر کا علم اور قیامت کا علم حشر و نشر کا علم جنت و دوزخ کا علم حلال و حرام کا علم۔

الشہاب الثاقب ص۱۱
من استوعب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اهانہ فقد کفر کما فی خلاصۃ الفتاوی فی بیان الفاظ وکلمۃ الکفر۔
والوهابیہ یقولون وا ما الغیب للنبی علیہ السلام فعالم علیہ زید وعمر العیاذ باللہ۔

علم ما فی الارحام للنبی علیہ السلام

اخرج الخطیب وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال حدثتنی ام الفضل قال مررت بالنبی علیہ السلام فقال انک حامل بغلام الخ طبرانی فی الکبیر وقال السیوطیؒ بسند حسن صحیح کما فی جامع الکبیر۔

علم بای ارض تموت

وفی صحیح مسلم عن انسؓ ندب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس فانطلقوا حتی نزلوا بدرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا مصرع فلان ویضع یدہ علی الارض ههنا وههنا فقال فما ماط (ای ما زال) و ما تجاوز احدهم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حدیثہ عن امیر المومنین عمرؓ والذی بعثہ بالحق ما اخطؤا الحدود التی حدہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رواہ مسلم

جس نے نبی علیہ السلام کی عیب جوئی کی اور اہانت کی پس تحقیق وہ کافر ہے کما فی خلاصۃ الفتاویٰ بیان الفاظ الکفر اور کلمہ کفر میں ہے۔
اور وہابیہ کہتے ہیں کہ غیب نبی علیہ السلام جیسا زید و عمر کیلئے بھی ہے۔ نعوذ باللہ

ما فی الارحام کا علم

کہا خطیب نے اور ابونعیم نے دلائل کے اندر روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ بتایا مجھے ام الفضل نے کہ گزری میں نبی علیہ السلام پر پس فرمایا آپ نے بیشک تو حاملہ ہے لڑکے پر

علم کہ کونسی جگہ مرے گا

اور صحیح مسلم میں ہے روایت ہے انسؓ سے
یہاں تک کہ پہنچے بدر کو پس فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ یہ فلاں کی مرنے کی جگہ ہے اور ہاتھ رکھا اپنا زمین پر جگہ جگہ پور اوی کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی تبدیل جگہ کسی کی جہاں آپ نے ہاتھ رکھا تھا اور ایک حدیث میں روایت ہے امیر المومنین عمرؓ سے کہ قسم ہے جس نے بھیجا آپ کو حق سے نہیں خطا ہوئی حدیں وہ جو دھر رکھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

علم وینزل الغیث

اخرج البیہقی عن ابن عباس قال اصابتنا سحابۃ فخرج علینا النبی علیہ السلام
فقال ان ملکا موکلا بالسحاب دخل علیّ آنفا فسلم علیّ واخبرنی
ان یسوق السحاب الی وادٍ بالیمن یقال لہ ضریح فجاء نا راکب بعد ذلک
فسألناہ عن السحابۃ فاخبر انہم مطروا فی ذلک الیوم قال البیہقی ولہ
شاھد مرسل عن بکر بن عبد اللہ المزنی ان النبی علیہ السلام اخبرنا عن
مالک السحاب انہ یجیئ من بلد کذا وانہم مطروا یوم کذا وانہ
صلی اللہ علیہ وسلم ۔ الدولۃ المکیۃ

علم وما تدری نفس ماذا تکسب غدًا

وفی الصحیحین عن سہل بن سعد فی حدیث خیبر قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم لاُعطین ھذہ الرایۃ غدًا رجلا یفتح
اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فاعطاھا
علیا۔ فثبت انہ علیہ السلام کان یقول موکدا باللام
والنون فقد علم ۔ الدولۃ المکیۃ ۔ لاحمد رضا خان بریلوی

علم بارش کا

روایت کی ابن عباس سے بیہقی نے کہ پہنچا ہمیں بادل پس نکلے ہم پر نبی علیہ السلام پس فرمایا کہ بادل کا فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ پر سلام کیا اور مجھے بتایا کہ بارش ہوگی وادیٔ یمن میں جسے ضریح کہتے ہیں پس آیا ایک مسافر سوار اسکے بعد پس ہم نے بادل کا پوچھا پس بتایا کہ یہ بارش کرینگے اسی دن میں لفظ بیہقی کا کہ اُس واسطے شاید مرسل تھا۔ روایت ہے بکر بن عبداللہ المزنی سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے ہم کو بتایا بادل کے فرشتہ سے کہ یہ آئے فلاں شہر کو اور اس دن بارش کرینگے

علم کہ صبح کون کیا کریگا۔

اور صحیحین میں ہے روایت سہل بن سعد سے حدیث خیبر میں کہ یہ قول آپؐ کا کہ البتہ ضرور دوں گا یہ جھنڈا صبح اُس آدمی کو جس کے ہاتھوں اللہ فتح دے گا جسے محبوب رکھتا ہے اللہ اور رسول اُس کا اور وہ محبت رکھتا ہے اللہ ورسولؐ کے ساتھ پس دیا وہ جھنڈا علیؓ کو پس ثابت ہوا نبی علیہ السلام فرمارہے تھے ساتھ لام اور نون تاکیدی کے ساتھ پس تحقیق اُن کو علم تھا۔

قول غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وقد ذکر شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر فتح العزیز
والاطلاع علی اللوح المحفوظ بمطالعۃ النقوش ایضًا منقول
عن بعض الاولیاء اللہ تعالیٰ۔ کما قال سیدنا غوث اعظمؒ
عینی فی اللوح المحفوظ قال الامام القسطلانی فی ارشاد الساری
شرح بخاری ولا یعلم متیٰ تقوم الساعۃ احد الا اللہ والا
من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی ما یشاء من غیبہ
والولی تابع لہ یاخذ عنہ۔

وقال العلامۃ حسن بن المدابغی فی حاشیۃ فتح المبین و
فی شروح الاربعین للنووی، جمع ای اللہ تعالیٰ لم یقبض روح
نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام حتیٰ اطلعہ علی کل ما ابھمہ عنہ
الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض۔ انتہی۔

وقال ابراھیم بیجوریؒ فی شرح قصیدۃ البردۃ۔ انہ لم
یخرج النبی علیہ السلام من الدنیا الا بعد ان علمہ اللہ
تعالیٰ بھذہ الامور (اعنی الخمس)

ارشاد غوث اعظم کا

...تحقیق ذکر کیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر فتح العزیز میں کہ اطلاع لوحِ محفوظ
...بمطالعہ نقوش کے اسی طرح منقول ہے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا سیدنا غوث
اعظمؓ نے میری آنکھیں لوح محفوظ پر ہیں امام قسطلانی نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں
...نہیں جانتا کوئی کہ کب قیامت قائم ہوگی سوائے اللہ کے مگر جس رسول پر اللہ راضی ہو جائے
...وہ مطلع کرتا ہے اُسے جس پر چاہے غیب سے اور ولی تابع ہے نبی کو اُس سے لیتا ہے۔

...ر کہا علامہ حسن بن عبدالغنی نے حاشیہ فتح المبین اور شروح اربعین نووی میں اجماع ہے اس
...للہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ مطلع کیا آپؐ کو تمام پر اُس سے
...یہ آپؐ مامور ہیں پوشیدہ کرنے پر اُسے بعض پر اور بتانے بعض پر

...ور کہا ابراہیم بیجوریؒ نے شرح قصیدہ بردہ میں کہ نبی علیہ السلام نہیں گئے دُنیا سے مگر بعد کہ علم
...دیا آپ کو اُمور خمسہ کا۔

شفاعة النبی علیہ السلام للمؤمنین

ثبت بنص قطعی لا ریب فیہ لقولہٖ تعالیٰ : یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا
سورہ طٰہٰ۔

وفی ھٰذہ عقیدۃ الوھابیۃ ایضا فیہ لیس احد بشافع من النبی والولی ومن اعتقد انھما شفیع ھو مشرک کابوجھل
تقویۃ الایمان ص

ثم قلنا قولہ تعالیٰ ولا تنفع الشفاعۃ عندہٗ الا لمن اذن لہ سورۃ سبأ وقولہ تعالیٰ ما من شفیع الا من بعد اذنہ
سورہ یونس۔

واما السنۃ فما روی عن عثمان یشفع یوم القیٰمۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء۔ جامع صغیر ص ۲۰۷/۲-ج
شفاعتی لاھل الکبائر من امتی مشکوٰۃ ص ۴۹۴
شفاعتی لأھل الذنوب من امتی جامع صغیر ص ۳۳/۲-ج

فثبت ان الانبیاء والاولیاء شفیع للمذنبین یوم القیٰمۃ ومن انکر من الشفاعۃ کالوھابیۃ فالنبیؐ لا یشفع لہ والوھابیۃ حرم علیھم الشفاعۃ کما فی فتح الباری من کذب بالشفاعۃ فلا نصیب لہٗ فیھا
فتح الباری ص ۱۹۰ پ ۲۷ رضا

شافع ہونا نبی علیہ السلام کا مؤمنوں کیلئے۔
شفاعت نصِ قطعی سے ثابت ہے اسمیں کوئی شک نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اُس دن
نفع نہ دی گی شفاعت مگر کہ جسے اِذن دے رب تعالیٰ اور راضی ہو اس پر
اور اس جگہ میں وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ کوئی نبی ولی شفاعت نہیں کر سکتا اور جس نے اُن کو شفیع
اعتقاد کیا وہ ابوجہل جیسا مشرک ہے

پھر ہم کہتے ہیں کہ فرمان رب تعالیٰ کا اور اسکے نزدیک شفاعت نفع نہیں دیتی مگر جسے حکم دے
اور یہ قول رب تعالیٰ کا کوئی شفیع نہیں مگر اُس کے حکم کے بعد

اور حدیث میں جو روایت ہے عثمانؓ سے شفاعت کرینگے قیامت کے دن تین انبیاء
علماء شہداء۔
میری شفاعت بڑے گنہگاران اُمت کیلئے۔

ہ

وقال الامام الاعظم شفاعة الانبياء حق و شفاعة نبينا عليه الصلوٰة والسلام للمؤمنين المذنبين ولأهل الكبائر منهم المستوجبين للعقاب حق ثابت شرح عقائد ص ۸۷ وفقہ اکبر ص ۳

وا انکار شفاعت بدعت و ضلالت است چنانکہ خوارج وبعض معتزلہ براں رفتند۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد الرابع ص ۴۰۸

و شفاعت الاولیاء ایضا ثابت باحادیث کثیرۃ فمن الاول۔ عن ابن عباس قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سیکون فی امتی رجل یقال لہ اویس بن عبداللہ القرنی وان شفاعتہ فی امتی مثل ربیعۃ ومضر جامع الصغیر ص ۳۰ ج ۲

فان قلت الولی لیس بشافع یوم القیمۃ

قلنا

الولی تابع للنبی فکیف شفاعۃ الاولیاء لا ینتفع للمذنبین لما ذکرنا۔ والولی کان عالما۔ ان کان الولی لیس بعالم فھو لیس بولی۔

ونعتقد ان شفاعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع الانبیاء والصالحین حق ولکن بعد اذن اللہ للشافع۔

قواعد الاربعۃ ص ۱۴ مطبوعہ بیروت

پس ثابت ہوا کہ انبیاء و اولیاء شافع ہونگے مومنین کیلئے قیامت کے دن۔ اور جسنے انکار کیا شفاعت سے جیسے وہابیہ کے پس نبی علیہ السلام اُس کیلئے شفاعت نہیں کرینگے۔ اور وہابیہ پر شفاعت حرام ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے جس نے شفاعت کو جھٹلایا اُس کیلئے اُس میں کوئی حصہ نہیں۔

اور کہا امام اعظمؒ نے شفاعت انبیا کی حق ہے اور شفاعت نبی علیہ السلام کی مومن گنہگاروں کیلئے اور بڑوں کیلئے جو مستوجب ہیں عذاب کے حق ہے ثابت ہے۔

اور انکار شفاعت بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

اور شفاعت اولیاء اللہ کی بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے عنقریب میری اُمت میں ایک ادیس بن عبد اللہ قرنا ای شخص ہوگا۔

اور اُسکی شفاعت میری اُمت میں مثل ربیعہ و مضر کی ہوتی۔

اگر تو کہے کہ ولی دن قیامت کے شفیع نہیں ہوسکتا

قلنا

ولی تابع ہوتا ہے نبی کے پس کیونکر اولیاء کی شفاعت گنہگار مومنین کو نہ ہوگی جیسے ہم نے ذکر کیا ہے اور ولی ہوتا ہے عالم۔ اگر وہاں عالم نہ ہو تو وہ ولی ہی نہیں۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت نبی علیہ السلام کی اور تمام انبیاء کی حق ہے۔ ولیکن اللہ کے اذن کے بعد۔

ایصال الثواب للاموات

هی ثابت بدلیل قطعی و قد تواترت بہ الاخبار ان کان ۔ باالدعاء والمال

قولہ تعالی وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم التوبہ پ ۱۱ ۔

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات سورہ محمد پ ۲۶

والملئکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض شوریٰ پ ۲۵

واما السنۃ فما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جابر قال شھد مع رسول اللہ الا ضحیٰ فی المصلیٰ فلما قضی خطبۃ نزل من منبرہ واتی بکبش فذبحہ رسول اللہ بیدیہ وقال بسم اللہ اللہ اکبر ھٰذا عنی وعمن لم یضح من امتی رواہ ابوداؤد باب العیدین

عن ابی ھریرۃ اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعوالہ جامع الصغیر پ ۲۹ ج ۱

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم خلافاً للمعتزلۃ شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲ الطحطاوی ص ۳۴۱ شرح القاری للفقہ اکبر ص ۱۵۵ وفتح القدیر المجلد الاول ص ۴۰۴ ۔

مُردوں کیلئے ایصال ثواب

یہ ثابت ہے دلیل قطعی سے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اگرچہ ہو ساتھ مال کے اور دُعا کے۔

یہ قول رب تعالیٰ کا اور دعا کیجئے ان پر تحقیق آپؐ کی دُعا اُن کیلئے تسکین ہے۔

اور بخشش مانگیں آپ گنہگار مومنوں اور مومنات کیلئے

اور ملائکہ تسبیح کرتے ہیں ساتھ حمد اپنی رب کے اور زمین والوں کیلئے بخشش مانگتے ہیں۔

اور حدیث جو ہے نبی علیہ السلام کی روایت ہے جابر سے کہا کہ حاضر تھے ہم ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عید الضحیٰ میں عید گاہ میں جب آپؐ خطبہ پڑھ کر نیچے اُترے منبر سے لایا گیا ایک گوسفند پس ذبح کیا اُسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر۔ یہ میری قربانی اور جو میری اُمت سے نہیں کر سکتا اُسکیطرف سے ہے۔"

روایت ہے ابو ھریرہؓ سے جبوقت فوت ہو انسان منقطع ہوتے ہیں عمل اُسکے سوائے تین کے صدقہ جاریہ۔ اور علم کہ نفع حاصل کرے اُس سے یا بچہ صالح کہ دُعا کرے اس کیلئے۔

اور دُعا کرنا زندوں کا اور صدقہ دینا مردوں کیلئے نفع ہے اُن کے لئے خلاف ثابت ہے معتزلہ کیلئے۔

اور شرح بخاری میں ہے کہ صدقہ نافلہ مٹانے والا ہے بہت گناہوں کو جو داخل کرتے ہیں دوزخ میں۔

آزاد کیا اگر غلام تو ثواب میت کو ہوگا اور اسی طرح صدقات اور دعوات مال

وفی شرح البخاری القسطلانی۔ الصدقۃ النافلۃ ماحیۃ لکثیر من الذنوب المدخلۃ النار کتاب العلم ج ۱ ص ۱۹۰ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۴ اعتق عبدہ عن ابیہ فالاجر للمیت ان شاء اللہ تعالیٰ و کذا الصدقات والدعوات لابویہ وکل مؤمن یکون الاجر لھم من غیر ان ینقص من اجر الابن شیٔ علی الصحیح من مذھب جمھور العلماء۔ درمختار۔ شامی ج ۵ ص ۷۹

ویستحب ان یتصدق علی المیت بعد الدفن الیٰ سبعۃ ایام کل یوم بشیٔ مما تیسر طحطاوی کتاب الجنایز ص ۳۷۳ اشعۃ اللمعات ص ۴۳۴ برہنہ ۱۲۰ ص ۲۶۳ شامی جنائز ج ۱ ص ۶۳۰ فتح القدیر ص ۳۶۵ کبیری ص ۵۸۸

الضیافۃ ممنوع عند اھل المیت

وقال بعض الجھال من الوھابیۃ ان الطعام مکروہ عند اھل المیت الیٰ ثلثۃ ایام ؟ قلنا

صرح الفقہاءُ ان الطعام مکروہ عند اھل المیت ھو الضیافۃ کما فی خلاصۃ الفتاوی۔ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام خلاصۃ الفتاوی جلد ثانی ص ۵۳۵ تتارخانیۃ والھندیۃ جلد اول ص ۲۳۵

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت۔ فتح القدیر جلد اول صـ۳۰۲ و کبیری الجنائز صـ۶۵۵ و شامی صـ۶۰۳ جنایز

ولبعض الجھال من الوھابیۃ والنجبیریۃ ان اتخاذ الطعام فی اھل المیت منع مطلقا بدلیلھم وھو الحدیث روی عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد وفی روایۃ نری الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ رواہ احمد وکبیری صـ۶۵۵

قلنا

ان الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ صرح ان ھذا الحدیث فی حق الضیافۃ قط۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من أھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الحزن وقالوا ھی بدعۃ مستقبحۃ لما روی امام احمد عن جریر بن عبد اللہ الحدیث۔ کبیری صـ۶۵۵ وشامی جلد اول صـ۶۰۳

فثبت جواز ایصال الثواب فیایھا الوھابیۃ کلوا باسم اللہ لان ایصال الثواب سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عامر القادری غلام از غلامان مصطفیٰ و عبد المصطفیٰ ۱۹۷۶ء
دار العلوم قادریہ سبحانیہ ڈرگ کالونی ۵ کراچی ۲۵ پاکستان

فہرس العقائد الصحیحۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام
علی نبیّہ ورسولہ المصطفےٰ وعلی
الہ واصحابہ البررۃ التقیٰ
اما بعد فیقول العبد الضعیف
محمد حسن الفاروقی الحنفی
انی رأیت فی ھذا الزمان اختلافاً
کثیراً بین الحنفیۃ والوھابیۃ
فی العقائد حتی فی الالٰھیات و
الرسالۃ ومسائل الشریعۃ
المتعلقۃ بالعقائد وانجر اختلافھم
الی تکفیر البعض بعضاً وافترقت
الامۃ افتراقاً فاحشاً فاردت
اظھار عقائد اھل السنۃ
والجماعۃ فی جزء مراعیاً للاختصار
مجتنباً عن ذکر اقاویلھم الا
بقدر الضرورۃ راجیاً حفظ
عقائد المسلمین من الزیغ والزلل
لعل اللہ ینفع بہ عبادہ
فانہ علی ما یشاء
قدیر وبالاجابۃ
جدیر۔ ولیعلم انی ما
استدل فی ھذہ الرسالۃ
بالاحادیث الشریفۃ و

الحمد للہ وکفیٰ۔ والسلام علی نبیہ
ورسولہ المصطفےٰ وعلی آلہ
واصحابہ البررۃ اھل التقیٰ۔
حمد وصلوٰۃ کے بعد عبد ضعیف محمد حسن فاروقی
حنفی گذارش کرتا ہے کہ عہد حاضر میں وہابیہ
اور حنفیہ کے درمیان کمال اختلاف پڑا ہوا
ہے عام عقائد میں حتی کہ الٰہیات میں و مفہوم
رسالت میں اور ان مسائل شرعیہ میں بھی اختلاف
ہے جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اختلاف
اب ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ چکا ہے
جس کی وجہ سے امت محمدیہ میں ناگفتہ بہ
تشتت وافتراق پڑ گیا ہے اس لئے میں نے یہ
ارادہ کر لیا ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں
اہل السنت والجماعۃ کے عقائد مختصر طور پر
بیان کروں۔ اور حتی الوسع مخالفین کے اقوال
نقل کرنے سے کنارہ کش رہوں مگر بقدر
ضرورت نقل بھی کروں گا اور خدا سے امید کرتا
ہوں کہ وہ مسلمانوں کو کجروی اور اغلاط سے محفوظ
رکھ کر اس کتاب کی طفیل سے ان کو فائدہ بخشیگا
آئندہ خدا مالک ہے جو چاہے کرے اسی کی
بارگاہ عالی میں میری درخواست منظور ہو سکتی
ہے۔ واضح رہے کہ میں اس رسالہ میں عموماً نہ
احادیث شریفہ سے دلیل پیش کروں گا نہ

اقوال الائمة والعلماء الاقليلا
توقيا لساحتهم السنية عن
شر السنتهم الشنيعة فانهم
ان لم يوافق حديث بمعتقداتهم
قالوا هذا ضعيف او موضوع
وان استدل بذلك الحديث
اكابر الائمة كالغزالیؒ والسيوطیؒ
والامام الحرمين والشيخ
عبد الحق الدهلویؒ
والشيخ علیؒ القاریؒ وامثالهم
في كتبهم وان لم يوافق رايهم
قول الائمة واكابر الدين تعرضوا
لقدحهم وسبهم فالى الله المشتكى
فاستمسك غالبا في ترديد
اباطيلهم بالآيات القرآنية
التي لا يأتيه الباطل من بين
يديه ولا من خلفه تنزيل من
حكيم حميد ومع ذلك اراعي
الانصاف في محل الاختلاف وما
اصر على باطل وسميت الرسالة
(بالعقائد الصحيحة) واقدم ما ذكره
الامام حجة الاسلام محمد الغزالي
رحمه ربه في باب التوحيد
والالهيات والرسالة

اقوال ائمہ سے اور نہ اقوال علمائے اسلام سے
مگر بقدر ضرورت پیش کرتا جاؤں گا۔ تاکہ ان کی
قابل قدر قیاسات شرعیہ مخالفین کی بدزبانیوں
سے محفوظ رہیں کیوں کہ ان کی عادت
ہے کہ کوئی حدیث جب ان کے خیال کے
مطابق نہ ہو تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ضعیف
ہے یا موضوع ہے اگرچہ اکابر اسلام
نے اس حدیث کو استدلال کے موقعہ پر
پیش کیا ہو، چنانچہ جناب امام غزالی امام سیوطی شیخ
عبد الحق محدث دہلویؒ اور محدث ملا علی قاریؒ
وغیرہم ایسے استدلال پیش کر چکے ہیں
اور مخالفین حسب عادت ائمہ دین اور اکابر
اسلام کے ایسے استدلات جب دیکھتے ہیں تو
ان کے حق میں گستاخی کرنا شروع کر دیتے ہیں
خدا ہی ان کو سنبھالے۔ اس لئے میں عموماً اس
موقعہ پر قرآنی آیات ہی پیش کروں گا جس کی
مخالفت ادھر ادھر سے نہیں ہو سکتی کیونکہ
وہ خدائے حکیم وحمید کا کلام ہے۔ علاوہ اس کے
موضع اختلاف میں انصاف سے فیصلہ کروں گا
اور قول باطل پر قدم نہ جماؤں گا۔ اس کے بعد
اس رسالہ کا نام میں نے اَلْعَقَائِدُ الصَّحِیْحَۃُ
رکھا ہے۔ اب سب سے پہلے میں وہ مضمون
لفظ بلفظ پیش کرتا ہوں، جو حضرت امام حجۃ الاسلام
محمد الغزالی رحمہ اللہ نے توحید الٰہیات اور منصب

بلفظہ من کتابہ قواعد العقائد فانہ فی غایۃ الجودۃ فقال رحمۃ اللہ علیہ الحمد للہ المبدیء المعید الفعال لما یرید ذی العرش المجید والبطش الشدید الہادی صفوۃ العبید الی المنہج الرشید و المسلک السدید المنعم علیہم بعد شہادۃ التوحید بحراسۃ عقائدہم من ظلمات التشکیک والتردید۔ السالک بہم الی اتباع رسولہ المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم واقتفاء اثار الصحابۃ الاکرمین المکرمین بالتائید والتسدید المتجلی لہم فی ذاتہ وافعالہ بمحاسن اوصافہ التی لا یدرکہا الا من القی السمع وھو شہید المعرف ایاہم انہ فی ذاتہ واحدٌ قدیمٌ لا اول لہ ازلیٌ لا بدایۃ لہ مستمر الوجود لا اخر لہ ابدیٌ لا نہایۃ لہ قیوم لا انقطاع لہ

رسالت کے متعلق اپنی کتاب قواعد العقائد میں بیان کیا ہے کیوں کہ وہ مضمون اس مقام کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ الحَمدُ لِلّٰہِ المُبْدِیِٔ المُعِیدِ الفَعَّالِ لِمَا یُرِیدُ ذی العرشِ المَجِیدِ وَالبَطشِ الشَّدِیدِ الھَادِی صَفوَۃَ العَبِیدِ الی المَنہَجِ الرشِیدِ۔ وَ المَسْلَکِ السَّدِیدِ۔ المُنعِمِ عَلَیھِم بعد شھادۃ التوحید بِحَراسَۃِ عقَائِدِ ھِمْ مِن ظُلُمَاتِ التَّشْکِیکِ وَالتَّرْدِیدِ۔ خدا تعالے نے اپنے برگزیدہ بندوں کو جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے لئے انتخاب کر لیا ہوا ہے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے کے لئے چن لیا ہے اپنی تائید اور توفیق سے خدائے تعالےٰ اپنی ذات اور اپنے افعال میں اپنے اوصاف حسنہ کے ذریعہ انہیں جلوہ گر ہے مگر ان صفات کو وہی دریافت کر سکتا ہے جو غور سے سُنے اور خدا کو حاضر و ناظر سمجھے۔ اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ اپنی ذات میں یگانہ ہے ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں۔ ہمیشہ موجود ہے جس کی آخری حد نہیں۔ ازل و ابد میں موجود ہے جس کی انتہا نہیں مستقل بالذات ہے کسی قسم

دائم لا انصرام له لم یزل ولا یزال موصوفا بنعوت الجلال لا یقضی علیه بالانقضاء والانفصال بتقدم الاباد وانقراض الاجال بل ھو الاوّل والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیٔ علیم۔

(**التنزیه**) وانه لیس بجسم مصور ولا جوھر محدود و مقدر واَنّه لا یماثل الاجسام فی التقدیر ولا فی قبول الانقسام واَنّه لیس بجوھر ولا تحله الجواھر ولا بعرض ولا تحله الاعراض بل لا یماثل موجود اولا یماثله موجود لیس کمثله شیٔ ولا ھو مثل شیٔ واَنّه لا یحدّه المقدار ولا تحویه الاقطار ولا یحیط به الجھات ولا تکتنفه الارضون ولا السمٰوات واَنّه مستو علی العرش علی الوجه الذی قاله

کی کسر اس کی ذات میں باقی نہیں، دائم وقائم ہے، جس کا خاتمہ نہیں۔ صفاتِ جلالیہ کے ساتھ ازلی وابدی موجود ہے۔ اس کے متعلق یہ کبھی فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کہ اس کی دائمی زندگی کے اوقات ختم ہو چکے ہیں یا اس کی مدتِ حیات گذر چکی ہے وہی اوّل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو ہمیشہ سے جانتا بھی ہے (تقدیسِ الٰہی یوں ہے کہ) خدا کسی جسم اور صورت میں نہیں نہ محدود چیز ہے جس کا تخمینہ لگایا جائے کسی جسم کی مثل بھی نہیں کہ اس میں قیاس لگایا جائے یا اس کی تقسیم ہو سکے۔ نہ وہ ٹھوس مخلوق ہے نہ غیر مستقل چیز ہے جو دوسرے کے آسرے سے پائی جائے۔ نہ وہ صفاتی چیز ہے نہ صفاتی ناپائدار چیزوں کا مرکز ہے۔ وہ کسی ہستی کی مثل نہیں، نہ کوئی ہستی اس کی مثل ہے بلکہ اس کی مثال کی بھی مثال نہیں نہ اس کی مثال کسی چیز کی مثل ہے۔ کوئی مقدار اس کو محدود نہیں کرتی۔ نہ اطراف اس کو اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں۔ کوئی جہت اسے اپنے احاطہ میں نہیں لا سکتی۔ زمین و آسمان بھی اسے نہیں سنبھال سکتے۔ وہ اپنے عرش پر قائم ہے مگر اسی طرح جو اس نے خود کہا ہے،

وبالمعنى الذي اراده استواءً منزهًا عن المماسة والاستقرار والتمكن والحلول والانتقال لا يحمله العرش بل العرش وحملته محمولون بلطف قدرته ومقهورون في قبضته وهو فوق العرش والسماء وفوق كل شئ الى تخوم الثرى فوقية لا تزيده قربًا الى العرش والسماء كما لا تزيده بعدًا عن الارض والثرى بل هو رفيع الدرجات عن العرش والسماء كما انه رفيع الدرجات عن الارض والثرى وهو مع ذلك قريب من كل موجود وهو اقرب الى العبد من حبل الوريد وهو على كل شئ شهيد ولا يماثل قربه قرب الاجسام كما لا يماثل ذاته ذات الاجسام وانه لا يحل في شئ ولا يحل فيه شئ تعالى عن ان

اور اسی کیفیت سے جو اس کے اپنے ارادہ میں ہے اس کا وہ قیام اتصال اور چھونے سے بالاتر ہے۔ اور اندراج اور جذب سے الگ ہے۔ اس میں انتقال بھی نہیں۔ عرش اُسے اٹھائے ہوئے بھی نہیں بلکہ وہ خود اپنے عرش کو اور اس کے اٹھانے والے فرشتوں کو اپنے دستِ قدرت سے اٹھائے ہوئے ہے اور اس کے قبضہ میں مغلوب ہیں۔ وہ عرش پر ہے اور آسمان پر بھی بلکہ تحت الثریٰ تک ہر چیز پر فائق ہے۔ یہ فوقیت نہ اسے آسمان اور عرش کے قریب کرتی ہے اور نہ زمین اور تحت الثریٰ سے دُور لے جاتی ہے۔ وہ عرش و آسمان سے بالاتر مرتبہ رکھتا ہے جس طرح کہ زمین اور تحت الثریٰ سے بالاتر ہے، تاہم وہ ہر چیز کے قریب ہے اور شہ رگ سے زیادہ اپنے بندہ کے قریب ہے اور ہر چیز کا نگران حال بھی ہے کیوں کہ وہ اس طرح قریب نہیں جس طرح کہ جسم قریب ہوتے ہیں اور اسی طرح اس کی حقیقت کسی جسمانی حقیقت سے نہیں ملتی۔ نہ وہ کسی میں حل اور تبدیل ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حل اور تبدیل ہو سکتی ہے۔ وہ اس امر

يحويه مكان كما تقدس
عن ان يحده زمان بل كان
قبل ان خلق الزمان والمكان
وهو الآن على ما عليه
كان وانه بائن من خلقه
بصفاته ليس في ذاته
سواه ولا في سواه ذاته
وانه مقدس عن التغير
والانتقال لا تحله الحوادث
ولا تعتريه العوارض بل
لا يزال في نعوت جلاله
منزها عن الزوال وفي
صفات كماله مستغنيا
عن زيادة الاستكمال و
انه في ذاته معلوم الوجود
بالعقول مرئي الذات
بالابصار نعمة منه ولطفا
بالابرار في دار القرار واتماما
للنعيم بالنظر الى وجهه الكريم
الحيوة والقدرة وانه تعالى
حيٌّ قادرٌ جبارٌ قاهرٌ لا
يعتريه قصور ولا
عجز ولا تاخذه
سنة ولا نوم

نے بھی بالاتر ہے کہ کوئی مکان اسے اپنے
اندر سمیٹ لے جس طرح کہ اس امر سے بھی
بالاتر ہے کہ کوئی زمانہ اسے محدود کرے
بلکہ وہ خود زمانہ اور مکان پیدا کرنے سے
پہلے موجود تھا۔ اور اب بھی اسی طرح موجود
ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ اپنے صفات
میں اپنی مخلوق سے نرالا ہے۔ اس کی ذات
میں اس کا غیر موجود نہیں نہ غیر میں وہ موجود
ہے۔ وہ تغیر و تبدل سے پاک ہے نہ حوادث
اس میں جاگزین ہیں اور نہ صفاتی ناپائدار
حالات اس میں موجود ہیں بلکہ وہ اپنے
جلال میں موجود ہے اور زوال سے پاک
ہے۔ وہ اپنے صفاتِ کاملہ میں موجود ہے
کسی اور تکمیل کی اسے ضرورت نہیں صرف
عقل سے اس کا وجود معلوم ہو سکتا ہے
اس کی ذات بھی آنکھ سے دیکھی جا سکتی
ہے، جب کہ دوسری دنیا میں اپنے نیک
بندوں پر فضل و کرم کی نگاہ کرے گا اور
اپنے مبارک چہرہ کے دیدار سے ان کی
تکمیل نعمت کرے گا۔ (خدا کی زندگی اور طاقت
کا بیان یہ ہے کہ) وہ زندہ، طاقتور، صاحب
قدرت، ہر چیز پر غالب، ہر شکستہ دل کا
سہارا ہے۔ اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں
اور نہ عاجزی۔ نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

ولا یعارضہ فناءٌ ولا موتٌ
وانہ ذوالملک والملکوت
والعزۃ والجبروت لہ
السلطان والقھر والخلق
والامر والسموات مطویات
بیمینہ والخلائق مقھورون
فی قبضتہ وانہ المنفرد
بالخلق والاختراع
المتوحد بالایجاد و
الابداع خلق الخلق
واعمالھم وقدر ارزاقھم
وآجالھم لایشذ عن
قدرتہ مقدورٌ ولا
یعزب عن قدرتہ
تصاریف الامور لا
تحصی مقدوراتہ ولا
تتناھی معلوماتہ العلم
وانہ عالم بجمیع
المعلومات محیط
علمہ بما یجری
فی تخوم الارضین
الی اعلی السموات
وانہ عالم لا یعزب
عن علمہ مثقال

اور نہ اسے فنا اور موت سے پالا پڑا ہے ۔
وہ حکومت اور بندوبست کا مالک ہے
عزت اور غلبہ کا بھی مالک ہے۔ مخلوق
پر تسلط اور غلبہ اُسی کا ہے ۔ وہی نسل
سے پیدا کرتا ہے اور وہی کُنؔ کہنے سے
پیدا کرتا ہے۔ تمام آسمان اس کے
دستِ قدرت کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے
ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات اس کے قبضہ
میں مغلوب ہے۔ صرف وہی مادہ اور مادہ
کے بغیر پیدا کر سکتا ہے۔ اپنی ایجاد و
اختراع میں یکتا ہے۔ اس نے ہی اپنی
مخلوقات کو اور اس کے اعمال کو پیدا
کیا ہے۔ اسی نے اس کی روزی اور
موت کا صحیح انداز لگایا ہے۔ کوئی مخلوق
اس کی قدرت سے خارج نہیں ساری
کائنات کے تصرفات بھی اس کی
قدرت سے باہر نہیں۔ اسکی قدرتوں
کا اندازہ نہیں لگایا جاتا۔ اور نہ ہی اس
کے معلومات کی کوئی انتہا ہے (خدا
کے علم کا بیان یوں ہے کہ) وہ تمام
اشیاء کا عالم ہے۔ اس کا علم تمام ان
چیزوں پر حاوی ہے، جو زمین کے
کناروں سے لے کر اوپر کے آسمانوں
تک جاری ہیں۔ ایسا عالم ہے کہ اسکے

ذرة فی الارض ولا فی
السماء بل یعلم دبیب النملة
السوداء علی الصخرة الصماء
فی اللیلة الظلماء ویدرك
حرکة الذر فی جو الهواء
ویعلم السر واخفی ویطلع
علی هواجس الضمائر و
حرکات الخواطر وخفیات
السرائر بعلم قدیم
ازلی لم یزل موصوفا فی
ازل الازال لا بعلم متجدد
حاصل فی ذاته بالحلول
والانتقال۔ الارادة وانه
تعالی مرید للکائنات
مدبر للحادثات فلا یجری
فی الملکوت قلیل او
کثیر صغیر او کبیر
خیر او شر نفع او ضر
ایمان او کفر عرفان او
نکر فوز او خسران
زیادة او نقصان طاعة
او عصیان الا بقضائه و
قدره وحکمته ومشیئته
فما شاء کان وما لم یشاء

علم سے ذرہ بھر بھی زمین و آسمان کی کوئی
چیز باہر نہیں، بلکہ ٹھوس پتھر پر جب
چیونٹی سخت اندھیری رات میں دبے پاؤں
چلتی ہے، تو اس کی رفتار سے بھی آگاہ ہے
اور جو ذرات ہوا میں اڑتے ہیں، اُن کی
حرکت کو بھی جانتا ہے۔ وہ راز اور راز سے
پوشیدہ تر بات کو بھی جانتا ہے، دل کے
خیالات اور خیالات کی حرکات بھی جانتا
ہے۔ اور پوشیدہ سے پوشیدہ بھید
کو بھی جانتا ہے۔ مگر اس کا یہ علم ازلی
ہے، جو ہمیشہ سے ہمیشہ میں اس کی
صفت ہے۔ وہ کسی نو پیدا علم سے نہیں
جانتا جو کبھی اس کی ذات میں آئے اور کبھی
نکل جائے۔ (اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا بیان
یوں ہے کہ) وہ مخلوقات میں اپنا ارادہ برتتا
ہے تمام نوپیدا مخلوق میں انتظام کرتا ہے
جو بھی اس کی بادشاہت میں کم و بیش، خورد
وکلاں، دکھ سکھ، نفع و ضرر، ایمان و کفر، خدا
شناسی یا انکار، کامیابی یا ناکامی، زیادتی یا
نقصان، فرمانبرداری یا بیفرمانی ہوتی ہے۔
اسی کی قضا و قدر اور حکمت و مشیت
سے ہوتی ہے۔ جسے چاہے،
وہ موجود ہو جاتا ہے اور جسے نہ
چاہے وہ موجود نہیں ہوتا

لم يكن لا يخرج عن مشيته
لفتة ناظر ولا فلتة خاطر بل
هو المبدئ المعيد الفعال
لما يريد لا راد لحكمه ولا معقب
لقضائه ولا مهرب لعبد من
معصيته الا بتوفيقه ورحمته
ولا قوة على طاعته الا بمشيته
وارادته فلو اجتمع الانس والجن
والملئكة والشياطين على ان
يحركوا في العالم ذرة او يسكنوها
دون ارادته ومشيته لعجزوا
عن ذلك وان ارادته
قائمة بذاته في جملة صفاته
لم يزل كذلك موصوفا بها
مريدا في ازله لوجود الاشياء
في اوقاتها التي قدرها
فوجدت في اوقاتها كما
اراده في ازله من غير تقدم
ولا تاخر بل وقعت على
وفق علمه وارادته من غير
تبدل ولا تغير دبر الامور
لا بترتيب افكار ولا تربص
زمان فلذلك لم يشغله شأن
عن شأن. السمع. والبصر. وانه

اسکی مرضی سے آنکھ کی ایک نگاہ بھی باہر نہیں
اور دل کا کوئی خیال بھی باہر نہیں، بلکہ وہی
نو پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا ہے
جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ کوئی
اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔ نہ ہی اسکے
فیصلہ پر کوئی نکتہ چین ہے۔ انسان کو کسی برائی
سے بچنے میں اسکی توفیق اور رحمت کے بغیر چارہ نہیں
اور فرمانبرداری میں اسکے ارادہ اور مشیت کے سوا
مجال نہیں۔ اگر تمام انسان جن، فرشتے اور شیطان
بھی جمع ہو کر سلسلہ کائنات میں ایک ذرہ کو بھی
حرکت دیں یا اسکے ارادہ کے بغیر اسے ساکن کرنا
چاہیں تو اس سے عاجز ہو جائینگے۔ خدا کا ارادہ
اسکی اپنی ذات میں باقی صفات کیطرح قائم ہے۔
وہ بدستور اس سے موصوف رہا ہے۔ زمانہ ازل
میں اس نے ارادہ کیا کہ سلسلہ مخلوقات اپنے اپنے وقت
پر پیدا ہو جو اس نے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ جسطرح
اس نے زمانہ ازل میں کسی تقدم و تاخر کے بغیر چاہا تھا
اسی طرح کائنات معرض ظہور میں آ گئی بلکہ اسکے علم
کے اور اس کے ارادہ کے مطابق بغیر کسی تغیر و
تبدل کے موجود ہو گئی۔ نہ اسے کسی تجویز کے سوچنے کی
ضرورت پڑی نہ اسے کسی وصیت کا انتظار تھا۔
یہی وجہ ہے کہ اسے ایک مصروفیت دوسری
مصروفیتوں سے غافل نہیں کرتی۔ (خدا
کی قوت شنوائی اور بینائی کی حقیقت یہ ہے کہ)

تعالیٰ سمیع بصیر یسمع ویریٰ
لا یعزب عن سمعه مسموع وان
خفی ولا یغیب عن رؤیته
مرئی وان دق ولا یحجب سمعه
بُعْدٌ ولا یدفع رؤیته ظلامٌ
یریٰ من غیر حدقة واجفان
ویسمع من غیر اصمخة واٰذان
کما یعلم بغیر قلب ویبطش
بغیر جارحة ویخلق بغیر اٰلة
اذ لا تشبه صفاته صفات الخلق
کما لا تشبه ذاته ذوات الخلق۔
اَلکلام۔ وانه تعالیٰ متکلّم اٰمرٌ ناهٍ
واعد متوعدٌ بکلامٍ ازلی قدیمٍ
قائم بذاته لا یشبهه کلام الخلق
فلیس بصوت یحدث من
انسلال الهواء او اصطکاک
اجرام ولا بحرف ینقطع باطباق
شفة او تحریک لسان وان القراٰن
والتوراة والانجیل والزبور کتبه
المنزلة علیٰ رسله علیهم السلام
وان القراٰن مقروٌ بالالسنة
مکتوب فی المصاحف محفوظ
فی القلوب وانه مع ذلک قدیم
قائم بذات الله تعالیٰ لا یقبل

وہ خدا سُنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اسکی شنوائی
سے کوئی بات باہر نہیں۔ اگرچہ وہ کتنی ہی
مخفی ہو اور اسکی بینائی سے کوئی چیز خارج نہیں
اگرچہ کتنی ہی باریک ہو اس کی قوت سماعت
کو کوئی دُوری مانع نہیں اور اس کی قوت بینائی
کو کوئی تاریکی نہیں روکتی۔ وہ بغیر آنکھ اور
پلک کے دیکھتا ہے اور سوراخ گوش
اور کان کے بغیر سنتا ہے۔ اسی طرح دل کے
بغیر جانتا ہے اور ہاتھ کے بغیر حملہ کرتا ہے
اور اوزار کے بغیر پیدا کر لیتا ہے۔ کیونکہ
اس کے صفات مخلوق کی صفات جیسے
نہیں اور نہ ہی اس کی ذات مخلوق کی
ذات کی مثل ہے۔ (خدا کا کلام یوں ہے کہ)
وہ کلام کرتا ہے، حکم کرتا ہے، روکتا ہے،
خوشخبری دیتا ہے۔ عذاب کی خبر دیتا ہے مگر اسکا
کلام ازلی ابدی قدیم ہے، جو اس کی ذات میں قائم
ہے اور مخلوق کے کلام کی طرح نہیں کہ ہوا کی مداخلت
اور حرکت سے پیدا ہو یا دو چیزوں کے ٹکرانے سے
پیدا ہو حروف سے مرکب نہیں کہ ہونٹ کی بندش
سے ختم ہو جائے اور زبان کے چلنے سے جاری ہو۔
قرآن، توراۃ، انجیل اور زبور اسی کی کتابیں ہیں جو اسکے
انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں چنانچہ قرآن اگرچہ
زبان سے پڑھا جاتا ہے یا اوراق میں لکھا جاتا ہے اور دلوں
میں محفوظ ہے تاہم وہ قدیم ہے خدا کی ذات میں قائم ہے

الانفصال ولا الافتراق بالانتقال الی القلوب ولا الاوراق وان موسیٰ علیہ السلام سمع کلام اللہ تعالےٰ بغیر صوتٍ ولا حرف کما یری الابرار ذات اللہ تعالیٰ فی الآخرۃ من غیر جوہر ولا عرض واذکان لہ ہذہ الصفات کان حیاً عالماً قادراً مریداً سمیعاً بصیراً متکلماً بالحیوٰۃ والعلمِ والقدرۃِ والارادۃِ و السمع والبصر والکلام لا بمجرد الذات - انتہی کلام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ قال المؤلف عفی اللہ عنہ الصفات السبعۃ التی ذکرہا الغزالیُ مبنیٌ علیٰ مسلک الاشعریۃ من المتکلمین وزاد الماتریدیۃ صفۃ ثامنۃ تسمّٰی بالتکوین قالوا لاتکفی فی وجود الخلق الارادۃ ولا بد فی وجود الخلق من التکوین مستدلین بقولہ تعالیٰ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون فالارادۃ امر والتکوین المشار الیہ بلفظۃ کن امر اٰخر والمرید للامر لا یسمّٰی فاعلاً لہ الا اذا اخرجہ من العدم الی الوجود

اوراق میں یا دلوں میں منتقل ہونے کے باوجود بھی وہ خدا کی ذات سے الگ اور منتقل نہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام الٰہی سنا تھا، اس میں آواز نہ تھی اور نہ حروف تھے۔ اسی طرح نیک انسان عالم آخرت میں خدا کا دیدار پائینگے مگر وہ نہ ٹھوس ہوگا نہ عارضی چیز۔ جب خدا ایسا ہے تو ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ان صفات میں حی۔ عالم قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر اور متکلم ہے اور اسمیں یہ سات صفات موجود ہیں۔ حیوٰۃ، علم، قدرۃ، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔ اور اسکی ذات اپنی صفات سے خالی نہیں (امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام یہاں ختم ہو چکا ہے) اب مؤلف کہتا ہے (خدا اس کے گناہ معاف کرے) کہ امام صاحب نے جو خدا کے سات اوصاف بیان کئے ہیں وہ مذہب اشعری کے مطابق ہیں۔ ورنہ مذہب ماتریدیہ میں ایک آٹھواں اور بھی خدا کا وصف ہے جسے تکوین کہتے ہیں کیونکہ مخلوقات کے پیدا کرنے میں صرف ارادہ ہی کافی نہیں کچھ تکوین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے خود فرما دیا ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے کُنْ کہتا ہوں تو پھر وہ موجود ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ اور چیز ہے اور تکوین جو لفظ کُنْ سے اشارۃً سمجھی جاتی ہے اور چیز ہے۔ اسکے علاوہ صرف ارادہ کرنے والا فاعل نہیں کہلاتا سوائے اسکے کہ اسکو ہست سے نیست کر دے

فلفظة كن منه سبحانه وتعالى
امر باخراج ما اراده من القوة
الى الفعل ومحل بسط هذا
المبحث كتب علم الكلام كشرح
العقائد وشرح المواقف رجعنا
الى كلام حجة الاسلام فقال الافعال
وانه سبحانه وتعالى لا موجود سواه
الا وهو حادث بفعله وفائض
من عدله على احسن الوجوه واكملها
واتمها واعدلها وانه حكيم في
افعاله وعادل في اقضيته ولا يقاس
عدله بعدل العباد اذ العبد يتصور
منه الظلم بتصرفه في ملك غيره
ولا يتصور الظلم من الله تعالى
فانه لا يصادف لغيره ملكا حتى يكون
تصرفه فيه ظلما فكل ما سواه من
انس وجن وشيطان وملك وسماء
وارض وحيوان ونبات وجوهر
وعرض ومدرك ومحسوس حادث
اخترعه بقدرته بعد العدم
اختراعا وانشاءة بعد ان لم يكن
شيئا اذا كان في الازل موجودا
وحده ولم يكن معه غيره فاحدث
الخلق بعد اظهار القدرته

پس لفظ کُن خدائے تعالیٰ کا امر ہے اسکو جس کا
وہ ارادہ کرتا ہے کہ نیست سے ہست کردے۔ اس
مسئلہ کی تفصیل کا مقام علم کلام کی کتابیں ہیں مثلاً
شرح عقائد، شرح مواقف وغیرہ۔ اب ہم دوبارہ
امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام درج کرتے ہیں۔ آپ
فرماتے ہیں کہ (افعالِ خداوندی کی حقیقت یوں
ہے کہ) جو بھی اللہ کے بغیر ہے وہ اسی کے فعل سے
پیدا ہوا ہے اور بہترین عدل کے طریق پر اور کمل
واکمل طرز پر صورت نما ہوا ہے۔ خدا اپنے افعال
میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ اپنے فیصلہ میں عدل کرتا
ہے۔ مگر اسکا عدل انسانی عدل کے مثابہ نہیں۔
کیونکہ انسان سے تو ظلم کا بھی امکان ہے جبکہ وہ
غیر کے ملکیت پر متصرف ہو اور خدا سے ظلم کا امکان ہی
نہیں کیونکہ جبکہ پایا غیر کی ملکیت ہی نہیں تو یہ کیسے کہا
جائے گا کہ وہ غیر کی ملکیت پر تصرف کرتا ہے تاکہ اسکا
عمل ظلم قرار پائے کیوں کہ اس نے یہ تمام چیزیں خود
پیدا کی ہیں۔ انسان، جن، شیطان، فرشتے، آسمان،
زمین، حیوان، نباتات، جوہر، عرض، مدرک بالحس
اور مدرک بالعقل وغیرہ۔ چنانچہ اس نے اپنی قدرت
کاملہ سے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود عطا کیا
ہے بعد اس کے کہ وہ نیست تھیں اور وہ خدا خود
زمانہ ازل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی
غیر موجود نہ تھا۔ پھر اس نے اپنی اظہارِ
قدرت کے لئے کائنات کو پیدا کیا

وتحقيقاً لما سبق من ارادته وحق
في الازل من كلمته لا لافتقاره اليه
وحاجته وانه تعالى متفضل بالخلق
والاختراع والتكليف لا عن وجوب
ومتطول بالانعام والاصلاح لا
عن لزوم له الفضل والاحسان
والنعمة والامتنان اذ كان قادراً
على ان يصب على عباده انواع
العذاب ويبتليهم بضروب
الآلام والاوصاب ولو فعل
ذلك لكان منه عدلاً ولم يكن قبيحاً
ولا ظلماً وانه يثيب عباده على
الطاعات بحكم الكرم والوعد
لا بحكم الاستحقاق واللزوم
اذ لا يجب عليه فعل ولا يتصور
منه ظلم ولا يجب لاحد عليه
حق وان حقه في الطاعات واجب
على الخلق بايجابه على لسان انبيائه
لا بمجرد العقل ولكنه بعث الرسل
واظهر صدقهم بالمعجزات الظاهرة
فبلغوا امره ونهيه ووعده
ووعيده فوجب على الخلق
تصديقهم فيما جاؤا به معنى
الكلمة الثانية وهي رسالة الرسول

اور اس سے اپنے ارادہ کا ثبوت دیا جو اس
نے پہلے کیا ہوا تھا اور اس قول کو پورا کرنے
کے لئے جو ازل میں کہہ چکا تھا ورنہ اسکو کائنات
کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ یہ اس کی
مہربانی ہے کہ اسے پیدا کیا۔ نیست سے ہست
کیا اور صاحب اختیار بنایا ورنہ یہ سب کچھ اسپر
واجب نہ تھا اور وہ ہمپر فضل کرنیوالا ہے کہ اس نے
ہمپر احسان کیا اور ہماری اصلاح کی حالانکہ یہ بھی
اس کا فرض نہ تھا پس یہ سب کچھ اسکا فضل ہے احسان
اور نعمت و انعام ہے کیونکہ وہ ہر وقت قادر ہے
کہ اپنے بندوں پر قسم قسم کے عذاب ڈالے اور رنگ برنگ
مصائب میں گرفتار کرے اگر یہی کرے تو پھر بھی اسکا عدل
ہی ہوگا اور اس کیلئے کوئی معیوب کام نہ تھا اور نہ ہوگا
خدا اپنے حسب وعدہ اور فضل و کرم سے بندوں کو اپنی اطاعت
قبول کرنے پر ثواب دیتا ہے ورنہ بندوں کا کوئی اس کے
ذمہ نہیں اور نہ ہی انکا کوئی فرض اسپر عائد ہوتا ہے کیونکہ
اسپر کوئی فعل بھی واجب نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے
ظلم متصور ہو سکتا ہے اور کسی کا حق اسکے ذمہ نہیں بنتا
مگر مخلوق پر اسکا حق اطاعت واجب ہے جو اس نے اپنے انبیاء کے
ذریعے بیان کیا ہے۔ اور وہ حق انکی صرف عقل سے ثابت
نہیں ہوتا تھا اسلئے اس نے اپنے رسول بھیجے اور کھلا
معجزات سے انکی صداقت کا اظہار فرمایا تو پھر انہوں نے خدا کا امر
نہی وعدہ اور وعید کی خبر دی۔ اس لئے مخلوق پر واجب
ہوگیا کہ جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں اسکی تصدیق کریں دوسرا کلمہ ثانیہ

صلی اللہ علیہ وسلم۔ واتہ تعالیٰ
بعث النبی الامی القرشی محمدا
صلی اللہ علیہ وسلم برسالتہ
الی کافۃ العرب والعجم والجن
والانس فنسخ بشرعہ الشرائع
الا ما قررہ وفضلہ علی سائر
الانبیاء وجعلہ سید البشر و
منع کمال الایمان بشہادۃ
التوحید وھی قول لا الہ الا اللہ
ما لم تقترن بہ شہادۃ الرسول
وھی محمد رسول اللہ فالزم الخلق
تصدیقہ فی جمیع ما اخبر بہ
من الدنیا والاخرۃ وانہ لا یقبل
ایمان عبد حتی یوقن بما اخبر عنہ
بعد الموت واولہ سوال منکر ونکیر
وھما شخصان مھیبان ھائلان
یقعدان العبد فی قبرہ سویا ذا
روح وجسد فیسئلانہ عن التوحید
والرسالۃ ویقولان لہ من ربک و
ما دینک ومن نبیک وھما فتانا
القبر وسوالھما اول فتنۃ القبر
بعد الموت وان یؤمن بعذاب
القبر وانہ حق وحکمۃ وعدل علی
الجسم والروح علی ما یشاء ویوقن

رسالت کا بیان یوں ہے کہ خدا ہی نے اپنا
نبی اُمّی قرشی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و
سلم تمام کائنات کی طرف رسول بناکر مبعوث
کیا ہے خواہ عرب ہوں یا عجم یا جن ہوں یا انسان۔
سوائے چند اصولی احکام کے تمام شرائع سابقہ
کے احکام کو منسوخ کر دیا اور تمام انبیاء
علیہم السلام پر آپ کو فضیلت بخشی۔ آپ کو
سید البشر بنایا اور جبتک محمد رسول اللہ کا اقرار نہ
ہو، اقرار توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے وکتا یا
اور مخلوق پر آپ کی تصدیق فرض کر دی۔ ان احکام
کے متعلق جو آپ نے دنیا و آخرت کی بابت بیان
کئے ہیں اور یہ بھی فرض کیا کہ کسی کا ایمان معتبر
نہیں جب تک وہ باتیں نہ مانے۔ جن کی خبر آپ نے
انسان کی موت کے بعد دی ہیں جن میں سے اوّل
منکر نکیر کا سوال ہے۔ یہ دو فرشتے باہیبت خوفناک
ہیں، جو مُردہ کو قبر میں سیدھا بٹھا دیتے ہیں جس
میں روح اور جسم دونوں ہوتے ہیں۔ پھر توحید
اور رسالت نبوی کا سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب
کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون
ہے؟ اور یہ دو فرشتے قبر کا امتحان ہیں کیونکہ
موت کے بعد قبر میں پہلا امتحان ان کے سوالات
ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ مومن عذاب قبر کو تسلیم
کرے کہ وہ حق ہے اور حکمت اور عدل ہے جسم اور
روح پر جس طرح کہ خدا چاہے۔ یہ بھی مانے کہ

بالمیزان ذی الکفتین واللسان
وصفتہ فی العظم انہ مثل طباق
السموات والارضین توزن فیہ
الاعمال بقدرۃ اللہ تعالیٰ والصنجہ[1]
یومئذٍ مثاقیل الذر والخردل
تحقیقا لتمام العدل وتطرح صحائف
الحسنات فی صورۃ حسنۃ فی کفۃ
النور فیثقل بہا المیزان علی قدر
درجاتہا عند اللہ بفضل اللہ
تعالیٰ و تطرح صحائف السیئات
فی کفۃ الظلمۃ فیخفف بہا المیزان
بعدل اللہ تعالیٰ وان یؤمن بان
الصراط حقٌ وھو جسرٌ ممدودٌ علی
متن جہنم احد من السیف وارق
من الشعر تزل علیہ اقدام الکفرین
بحکم اللہ تعالیٰ فیھوی بہم الی النار
و تثبت علیہ اقدام المؤمنین فیساقون
الی دار القرار و یؤمن بالحوض
المورود حوض محمد صلے اللہ علیہ
وسلم یشرب منہ المؤمنون قبل
دخول الجنۃ وبعد جواز الصراط من
شرب منہ شربۃً لا یظلماء بعدھا
ابدًا عرضہ السماء فیہ میزابان
یصبان من الکوثر و یؤمن بیوم الحساب

میزان عمل کے دو پلڑے ہیں اور ایک قبضہ کی رسی
اس کی بڑائی کا بیان یوں ہے کہ وہ زمین آسمان
کی وسعت کے برابر بڑی ہے۔ اس میں قدرت الٰہیہ
سے اعمال تولے جائیں گے اور اس کے بٹے چیونٹی
اور رائی کے دانے کے برابر بھی ہونگے تاکہ پورا پورا
انصاف ہو۔ پھر اس کے نورانی پلہ میں نیک اعمال
کے صحیفے ڈالے جائیں گے جن سے وہ ترازو بوجھل
معلوم ہوگا۔ انکے نیک اعمال کے درجہ کے مطابق
خدا کے فضل و کرم سے۔ پھر دوسرے تاریک پلڑے
میں بداعمالیوں کے صحیفے ڈالے جائیں گے تو وہ خدا
کے عدل و انصاف سے ہلکا ہوجائے گا۔ مؤمن یہ بھی
مانے کہ پل صراط حق ہے اور جہنم کی پشت پر یہ ایک
لمبا پل بچھایا جائے گا جو تلوار سے تیز ہوگا اور بال سے باریک
اس سے کفار کے قدم پھسل جائیں گے اور خدا
کے حکم سے جہنم رسید ہوں گے۔ مومنین کے
قدم اس پر ٹک جائیں گے تو جنت کو بھیجے
جائیں گے۔ یہ بھی مانے کہ حوض کوثر حق ہے
جس پر لوگ آئیں گے اور حضور علیہ السلام
کے حوض محمدی سے دخول جنت سے پہلے
مؤمنین پانی پئیں گے اور پل صراط سے گذر کر
بھی اس کا پانی پئیں گے۔ اور جو شخص اس کا
ایک گھونٹ بھی پی لیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس
کی وسعت آسمان کے برابر ہے اس میں دو نالیاں حوض کوثر
سے نکل کر کھلتی ہیں۔ مومن یہ بھی مانے کہ حساب کا دن حق

[1] صنج پاسنگ ترازو۔

وتفاوت الخلق فيه الى مناقش في الحساب والى مسامح فيه والى من يدخل الجنة بغير حساب وهم المقربون فيسئل الله من شاء من الانبياء عن تبليغ الرسالة ومن شاء من الكفار عن تكذيب المرسلين ويسأل المبتدعين عن السنة ويسأل المسلمين عن الاعمال ويؤمن باخراج الموحدين من النار بعد الانتقام حتى لا يبقى في جهنم موحدٌ بفضل الله تعالى ويؤمن بشفاعة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء ثم سائر المومنين كلٌ على حسب جاهه ومنزلته ومن بقي من المومنين ولم يكن له شفيع اخرج بفضل الله تعالى ولا يخلد في النار مؤمن بل يخرج منها من كان في قلبه مثقال ذرة من الايمان وان يعتقد فضل الصحابة وترتيبهم وان افضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم وان يحسن الظن بجميع الصحابة وان يثنی عليهم

ہے، جس میں مخلوقات مختلف طریق پر مبتلا ہونگی۔ کسی سے خوب باز پُرس ہوگی اور کسی سے چشم پوشی کی جائے گی۔ اور کئی ایک بغیر حساب کے بھی داخل جنت ہوں گے اور یہ لوگ خدا کے مقرب ہوں گے خدا کا منشاء ہوگا تو انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال ہوں گے کہ تبلیغ کیسے کی ؛ جی چاہیگا تو کفار اور مکذبین سے بھی سوال ہوں گے کہ تم نے رسول کی تکذیب کیوں کی ؟ بدعتی اور مخالف سنت سے سوال ہوگا کہ تم نے سنت طریق کو کیوں چھوڑا اور اہل اسلام سے اعمال کے متعلق سوال ہوگا اور مومن یہ بھی مانے کہ اہل توحید جہنم سے بدلہ پاکر آخر نجات پائیں گے یہاں تک کہ خدا کے فضل و کرم سے وہاں کوئی اہل توحید نہ رہیگا یہ بھی مانے کہ انبیاء علیہم السلام شفاعت کرینگے۔ ان کے بعد اہل علم پھر شہادت یافتہ اور سب کے آخر باقی اہل اسلام اپنی اپنی قدر و منزلت کے مطابق شفاعت کریں گے اور جو مومن جہنم میں بغیر شفاعت کے پڑا رہیگا اور اسکا کوئی شفیع نہ ہوگا تو خدا کے اپنے فضل سے جہنم سے نکالا جائیگا اور دوزخ میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہیگا بلکہ جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی مانے کہ صحابہؓ کی فضیلت برحق ہے اور ان میں ترتیب وار فضیلت یوں ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد افضل الناس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم یہ بھی ضروری ہے کہ مومن صحابہؓ کے متعلق حسن ظن رکھے

كما اثنى الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم عليهم اجمعين فكل ذلك مما وردت به السنة وشهدت به الآثار فمن اعتقد جميع ذلك موقنا به كان من اهل الحق وعصابة السنة وفارق رهط الضلال والبدعة فنسأل الله تعالى كمال اليقين والثبات فى الدين لنا ولكافة المسلمين انه ارحم الراحمين وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين۔ انتهى ما اردنا نقله من كتاب (قواعد العقائد) للامام حجة الاسلام رحمة الله عليه قال المؤلف عفى الله عنه بسم الله الرحمٰن الرحيم وبه نستعين اللّٰهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه اما بعد فقد اختلفت الامة فى العقائد اختلافا كثيرا وتفرقت آراءهم ووقع بينهم التنافر والتباغض وادعت كل طائفة انها على الحق وما سواها على الباطل كيف

اور جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے یہ بھی ان کی تعریف کرے۔ ان تمام عقائد کے متعلق شاہد احادیث نبوی وارد ہیں اور اقوال صحابہ رضہ مشابہ ہیں جو شخص ان تمام عقائد کو تسلیم کرے وہ اہل حق اور اہل سنت ہو گا۔ اور اہل بدعت اور گمراہ فرقوں سے الگ سمجھا جائے گا۔ ہم سب کا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ سے کمال یقین اور دینی استقلال کی درخواست کریں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمدؐ وآلہ وصحبہ اجمعین یہاں تک جو ہمیں امام صاحب کی کتاب قواعد العقائد سے نقل کرنا تھا نقل کر دیا ہے۔ اب مؤلف رسالہ ہذا (عفی عنہ) اپنا مضمون شروع کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین یا اللہ ہمیں جو حق بات ہے وہ سچ مچ دکھا دے اور باطل کو واقعی طور پر باطل دکھا اور ہمیں اس سے کنارہ کشی نصیب کر۔ اس کے بعد واضح ہو کہ آج اس امت محمدیہ میں عقائد کا اختلاف بہت ہے اور ان کی رائیں مختلف ہیں اور ان میں باہمی نفرت پیدا ہو چکی ہے۔ اور بغض پیدا ہو گیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم ہی حق پر ہوں اور دوسرے باطل پر ہیں۔ کیوں ایسا نہ ہو جب کہ حضور

لاوقد اخبرنا بهذه الحالة
سيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم حيث قال ستفترق
امتى على ثلاث وسبعين
فرقة الحديث وقد ذكرت
هذا الحديث بما له وما عليه
فى آخر كتابى المسمى (بالاصول
الاربعة فى ترديد الوهابية)
بالفارسية وها انا اذكره
ههنا اتماما للفائدة. عن
عبد الله بن عمرو قال قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ليأتين على امتى ما
اتى على بنى اسرائيل حذو
النعل بالنعل حتى ان كان
منهم من اتى امه علانية لكان
فى امتى من يصنع ذلك و
ان بنى اسرائيل تفرقت
على ثنتين وسبعين ملة
وتفرق امتى على ثلاث و
سبعين ملة كلهم فى النار
الا ملة واحدة قالوا من
هى يا رسول الله قال ما
انا عليه واصحابى رواه الترمذى

علیہ السلام نے ہمیں پہلے ہی خبر دی ہوئی
ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقہ
پر تقسیم ہو جائے گی ...... اور یہ حدیث
پورے سوال وجواب کے ساتھ میں نے اپنی
کتاب فارسی الاصول الاربعۃ فی
تردید الوھابیۃ کے اخیر نقل
کر دی ہوئی ہے۔ مگر تاہم تکمیل فائدہ
کے لئے اسے یہاں بھی نقل کرتا ہوں
کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت
پر وہ انقلاب آئے گا۔ جو بنی اسرائیل
پر آیا تھا ہو بہو، یہاں تک کہ اگر ان
میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدفعلی
کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ
ہوں گے، جو ایسا کر گذریں گے امت
بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر منقسم ہو گئی
تھی، اور میری امت ۷۳ ملت پر تقسیم
ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم
میں جائیں گے مگر ایک فرقہ بچ رہے گا۔
حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول صلعم وہ
کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے
جو ان اصولوں پر قائم ہوگا کہ جن پر میں
اور میرے صحابہ رض قائم ہیں۔ (رواہ الترمذی)

وفی روایة احمد وابی داؤد عن
معاویة ثنتان وسبعون فی
النار وواحدة فی الجنة وهی
الجماعة وانه سیخرج فی امتی
اقوام تتجاری بهم تلك الاهواء
كما تتجاری الكلب بصاحبه لا
یبقی عنه عرق ولا مفصل الا
دخلته فان قیل هل الفرق
التی ذكرت فی الحدیث من اهل
الدعوة اومن اهل الاجابة
نقول بل هی من اهل الاجابة
لانهم ذكروا بلفظ امتی مكررًا
واما اهل الدعوة الذین ما
اٰمنوا بالله ورسوله فلا
یدخلون فی امته صلی الله
علیه وسلم وههنا سوال اٰخر
اصعب من الاول وتقریره ان
كل طائفة من الطوائف الثلاث
والسبعین تدعی وتزعم انها
هی الطائفة الناجیة وانها هی
مصداق ما انا علیه واصحابی
فمن ذا الذی یحل هذه العقدة
بالامانة فاضطربت اهل
السنة والجماعة والقادات

امام احمد اور ابوداؤد حضرت معاویہؓ سے روایت
کرتے ہیں کہ ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور
ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اس فرقہ کا نام
جماعت ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں بھی
پیدا ہونگی کہ جن کو یہ نو پیدا خیالات اسطرح اثر کر
گئے جس طرح کہ دیوانہ کتے کی زہر دوڑاتی ہے باولے
کتے کے کاٹے ہوئے کا کوئی رگ و ریشہ نہیں بچتا
کہ جس میں اسکی زہر کا دخل نہ ہو۔ اب اگر یہ سوال کیا
جائے کہ جو دوزخی ۷۲ فرقے حدیث میں مذکور ہیں
وہ کوئی نیا اسلام پیش کریں گے یا اسی اسلام کے
دعویدار رہیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب
اسلام کے دعویدار ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام نے
ان کو امت کے لفظ سے بار بار ذکر کیا ہے مگر جو
لوگ نیا مذہب پیش کرینگے یہ وہ ہونگے جو خدا و رسول
کو نہیں مانینگے، اسلئے وہ امتِ محمدیہ میں داخل نہیں
(پہلی قسم کا نام اہلِ اجابت ہے اور دوسری کا نام
اہل دعوت) اس مقام پر ایک مشکل سوال پیدا
ہوتا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا یہی
دعویٰ ہے کہ ہم نجات پانے والی (فرقہ ناجیہ) جماعت
ہیں اور ہم ہی ما انا علیہ و اصحابی
کی صحیح مثال ہیں۔ کیا کوئی یہ عقدہ
ایمانداری سے حل کر سکتا ہے؟ اس لئے
اس کے جواب میں اہل السنت والجماعت
بے چین ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں

الی حضرۃ اللہ تعالیٰ فوجدوا قولہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم فحکمنا صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذہ الفیصلۃ المعضلۃ فوجدنا بحمدہ تعالیٰ فی ذلک الحدیث قولہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی الجماعۃ ومعلوم ان لفظ الجماعۃ جزء من اسم اہل السنۃ والجماعۃ فی روایۃ ابی داؤد واحمد والمراد من الجماعۃ کثرۃ الافراد وکثرۃ افراد اہل السنۃ والجماعۃ المقلدین للمذاہب الاربعۃ شرقا وغربا من الفرق الضالۃ بدیہی لا یحتاج الی دلیل سوال اخر قال بعض اہل الضلال المراد من الجماعۃ فی الحدیث من کان علی الحق وان قلت افرادہ قلنا لیس الامر کما زعموا لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حدیث اخر عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار رواہ الترمذی

گڑگڑائے تو ان کو قرآن مجید کی یہ آیت نظر آئی کہ بخدا وہ لوگ مومن شمار نہ ہونگے یہانتک کہ وہ اپنے باہمی تنازعات میں آپکو حج نہ مانیں گے اس لئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لاینحل سوال میں اپنا حج مان لیا اور فیصلہ ہوگیا کیونکہ حدیث مذکور میں حضور علیہ السلام کا یہ لفظ مبارک موجود ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ جماعۃ ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہل سنت والجماعت کے نام کا اصلی جزو ہے جیسا کہ امام احمد و ابوداؤد کی روایت میں ہے اور جماعت سے مراد ہمیشہ کثرت افراد ہوا کرتے ہیں اور کثرت افراد اہل سنت والجماعۃ ہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے شرق و غرب میں مقلد ہیں اور یہ کثرت گمراہ فرقوں کے مقابل پر ایسی روشن ہے جس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں (سوال دیگر) ایک گمراہ فرقہ کا قول ہے کہ حدیث میں جماعت کا لفظ آیا ہے اور اسی سے مراد اہل حق ہیں اگرچہ ان کے افراد کی قلت ہو ہم جواباً کہتے ہیں کہ یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ وہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ میری امت کو یا بالفاظ دیگر امت محمدیہ کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہوگا۔ وہ دوزخ میں پھینکا جائیگا (رواہ الترمذی)

وعن ابی بصرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی ان لا تجتمع امتی علی ضلالة فاعطانیہا رواہ الطبرانی وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعة فمات مات میتة جاھلیة رواہ البخاری۔ فان قیل وان ذکر فی ھذہ الاحادیث لفظ الاجتماع ولفظة الجماعة لکنہ لم یصرح بان المراد من الجماعة کثرة الافراد نقول عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ وعن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاة القاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة رواہ احمد وعن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقہ

ابو بصرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے یہ عطیہ بخش دیا (رواہ طبرانی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مر جائے تو بے دینی کی موت مریگا۔ (رواہ البخاری) اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت یا لفظ اجتماع مذکور ہے۔ لیکن احادیث میں تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد ہے تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد جماعت کی تابعداری کرو، ورنہ جو الگ ہوگا، داخل جہنم ہوگا (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جسطرح کہ بھیڑ بکری کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے اور وہ اس بھیڑ بکری کو پکڑ لیتا ہے جو ریوڑ سے الگ چرتی ہے یا کنارہ کرتی ہے تم بھی کنارہ کشیوں سے پرہیز رکھو اور عام اہل اسلام اور جماعت کا دامن تھام رکھو (رواہ احمد) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھر بھی الگ ہوگا یوں سمجھو کہ اسنے اسلام کا جوا اپنی گردن سے اتار دیا

رواہ احمد و ابو داؤد مشکوٰۃ شریف فجملۃ السواد الاعظم ولفظۃ العامۃ تصریح بکثرۃ الافراد وکثرۃ افراد أھل السنۃ والجماعۃ بالنسبۃ الی جمیع طوائف الضلال امر بدیھی معلوم بالضرورۃ فثبت ان الفرقۃ الناجیۃ ھی أھل السنۃ والجماعۃ المقلدین للمذاھب الاربعۃ المشھورۃ والحمد للہ علی ذلک اذا علمت ھذا فاعلم ان المجاز والحقیقۃ مستعملان فی جمیع لغات العرب والعجم شقیھا وسعیدھا حتی فی کلام اللہ تعالیٰ الملک العلام ولنقتصر فی ھذا المقام بذکر بعض آیات القرآن الحکیم قال اللہ تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا وقال تعالیٰ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم فالاول حقیقۃ والثانی مجاز قال اللہ تعالیٰ یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکور وقال تعالیٰ حکایۃ عن جبرئیل علیہ السلام لاھب لک غلاما زکیا فالاول حقیقۃ و الثانی مجاز قال اللہ تعالیٰ قل

(رواہ احمد وابو داود) یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ بہرحال السواد الاعظم یا العامۃ لفظ کثرت افراد کی تصریح کر رہا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کے افراد کی کثرت تمام گمراہ فرقوں کے مقابلہ پہ بالکل واضح اور صاف ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ اس مقام پہ فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت والجماعۃ ہی ہے جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلد ہیں (والحمد للہ علی ذلک) ان معلومات کے بعد واضح رہے کہ عرب و عجم کی تمام زبانوں میں حقیقۃ و مجاز کا استعمال موجود ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری یہاں تک کہ خود کلام الٰہی میں بھی یہ دونوں موجود ہیں چنانچہ ہم چند آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اوّل) یہ کہ خدا موت کے وقت روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے پھر فرمایا کہ ملک الموت تمہیں وفات دیتا ہے جو تم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ پس توفی کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور فرشتے سے مجازی۔ (دوم) خدا جسے چاہتا ہے لڑکیاں بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا قول یوں منقول ہے کہ آپ نے حضرت مریم علیہا السلام کو یوں کہا تھا کہ میں اس لئے تیرے پاس آیا ہوں کہ تمہیں مقدس لڑکا دوں۔ خدا کا ہبہ حقیقی ہے اور جبریلؑ کا مجازی۔ (سوم) اے میرے بندو!

یا عبادی الذین اسرفوا وان عبادی
لیس لک علیہم سلطان وقال تعالیٰ
من عبادکم وامائکم فالاول حقیقۃ
والثالث مجاز قال اللہ تعالیٰ ھو
یحیی ویمیت وقال تعالیٰ حکایۃ عن
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام واحی الموتی
باذن اللہ فالاول حقیقۃ والثانی مجاز
قال اللہ تعالیٰ واللہ یھدی من یشاء
الی صراط مستقیم وقال تعالیٰ وانک
لتھدی الی صراط مستقیم فالاول
حقیقۃ والثانی مجاز قال اللہ تعالیٰ
یدبر الامر وقال تعالیٰ فالمدبرات امرا
فالاول حقیقۃ والثانی مجاز قال اللہ
تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض
الغیب الا اللہ وقال تعالیٰ حکایۃ عن سیدنا
عیسیٰ علیہ السلام وانبئکم بما تاکلون
وما تدخرون فی بیوتکم وقال اللہ
تعالیٰ حکایۃ عن سیدنا یوسف علیہ السلام
لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نبأتکما
بتاویلہ قبل ان یاتیکما فالاول حقیقۃ
والثانی مجازا قال اللہ تعالیٰ عن سیدنا
ابراھیم واذا مرضت فھو یشفین و
قال تعالیٰ حکایۃ عن
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

جنھوں نے بے اعتدالی کی ہے رحمتِ الٰہی سے ناامید
نہ ہو جاؤ اور شیطان سے یوں کہا کہ میرے بندوں پر
تیرا تسلط نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے بندوں اور
کنیزوں کے نکاح کر دیا کرو۔ پس پہلی دو آیتوں میں
عبد کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور تیسری آیت میں
لوگوں سے تعلق مجازی ہے (چہارم) خدا ہی موت و حیات
دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یوں نقل
کیا ہے کہ میں بفضل خدا مُردے زندہ کرتا ہوں۔ تو
زندگی دینے کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور حضرت عیسیٰؑ سے
مجازی (پنجم) خدا جسے چاہے راہِ راست دکھاتا ہے اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ راہِ راست دکھاتے
ہیں مگر الٰہی ہدایت حقیقی ہے اور ہدایت نبوی مجازی ہے
(ششم) خدا کائنات کی تدبیر کرتا ہے پھر فرمایا کہ
قسم ہے انکی جو تدبیر کرنیوالے ہیں پہلی آیت میں حقیقت ہے
دوسری میں مجاز (ہفتم) کہو جو لوگ یا فرشتے آسمان و
زمین میں ہیں انمیں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا لیکن اللہ
غیب جانتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا حال یوں بتایا کہ آپ
کہتے تھے کہ میں تمکو سب کچھ بتا دونگا جو تم کھاتے ہو یا
جمع رکھتے ہو اپنے گھروں میں پھر حضرت یوسفؑ کے متعلق فرمایا کہ آپ
دو قیدیوں سے یوں کہتے تھے کہ نہیں آئیگی تمہاری خوراک جو تمہیں
دیجاتی ہے مگر میں اسکے آنے سے پہلے ہی تمہارے خوابوں کی
تعبیر کر دونگا پہلی آیت میں حقیقت دوسری دو آیتوں میں مجاز
ہے (ہشتم) حضرت ابراہیمؑ کا قول یوں نقل کیا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ جب
میں بیمار ہوتا ہوں تو خدا ہی مجھے شفا دیتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کہتے کیا

والاکمہ والابرص واُحی الموتیٰ باذن الله فالاوّل حقیقة والثانی مجاز قال الله تعالیٰ وھو الخلّاق العلیم وقال تعالےٰ حکایة عن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام انی اخلق لکم من الطّین کھیئة الطّیر فیکون طیرا باذن الله فالاول حقیقة والثانی مجاز قال الله تعالیٰ انّ الله ھو الرّزاق ذو القوّة المتین وقال تعالیٰ واذا حضر القسمة اولوا القربیٰ والیتمیٰ و المساکین فارزقوھم منه فالاول حقیقة والثانی مجاز قال الله تعالیٰ ان الله ھو السّمیع البصیر وقال تعالےٰ انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلناه سمیعا بصیرا فالاول حقیقة والثانی مجاز الی غیر ذلك من الآیٰت القرآنیة والاحادیث النّبویة فاذا کان المجاز مستعملا فی کلام الله تعالیٰ علی العموم فان استعمله عبادہ فی بعض محاوراتھم فای قباحة فیہ ویبنی علی ھذا الاصل مسائل کثیرة التی ھی معرکة الآراء بین المقلدین

کہ میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا ہوں اور خدا کے فضل سے مُردے بھی زندہ کر لیتا ہوں بس پہلی آیت میں حقیقت ہے دوسری میں مجاز (نہم) ، فرمایا کہ خدا ہی پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کیا کہ میں مٹی سے پرندوں کی وضع و شکل بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے فضل سے پرندے بن جاتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے حقیقت ہے پھر مجاز ہے (دہم) ، فرمایا کہ وہی خدا ایک کا رازق ہے اور زبردست طاقت کا مالک ہے پھر فرمایا کہ جب میراث تقسیم کرنے کے وقت رشتہ دار، یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو اس میں سے ان کو رزق دو۔ یہاں بھی پہلے حقیقت ہے پھر مجاز ہے (یازدہم) فرمایا کہ خدا ہی سمیع و بصیر ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کو دنیا کے ابتلا میں ڈالیں اس لئے اسے سمیع و بصیر بنا دیا، پہلا سمیع و بصیر حقیقت ہے دوسرا مجاز۔ الغرض اس قسم کی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ بہت ہیں پس جب حقیقت و مجاز کا استعمال قرآن مجید میں موجود ہے تو اگر اسے خدا کے بندے استعمال کر لیں اپنے محاورات میں تو کون سی قباحت ہوگی بہرحال اس اصول پر کئی ایک مسائل کی بنیاد قائم ہے۔ جو مذاہب اربعہ کے مقلدین اور

للمذاهب الاربعة و بين غير المقلدين للمذاهب ومن نحى نحوهم فمن تلك المسائل مسئلة علم الغيب للنبي صلى الله عليه وسلم اولبعض خواص امته فاذا جاز ان يخبر سيدنا عيسى عليه السلام بما يأكلون وما يدخرون امته فى بيوتهم فلم لا يجوز ان يخبرنا سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم او بعض خواص امته ببعض المغيبات والامور الاتية فى الدنيا و البرزخ فان قيل ان ذلك كان معجزة لسيدنا عيسى عليه السلام؟ قلنا لم لا يجوز ان تكون هذه الامور معجزة لسيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وكرامة لخواص امته فان قيل كان ذلك باعلام الله تعالى اياه قلنا كذلك كان هذا باعلام الله تعالى اياه وليعلم ان مسئلة علم الغيب من اكبر المسائل المتنازعة بين علماء الوقت ووقع الطرفان فى الافراط والتفريط و تشاجروا بينهم اشد المشاجرات و

وہابیوں کے درمیان زیر بحث اور استدلالی جنگ کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان جو ان کے طریق پر چلتے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک علم غیب کا مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خاصان امت محمدیہ کو حاصل تھا یا نہیں؟ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانے اور گھروں کے ذخیرہ کی خبر غیب دیتے ہیں تو یہ امر کیوں جائز نہ ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کے خاص خاص مقرب بندے بھی غیب کی چند خبریں دیں یا دنیا کے مستقبل کے حالات اور برزخ کے حالات بتائیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کیوں معجزہ نہیں ہو سکتی اور خواص امت کے لئے کرامت کیوں نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سوال ہو کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو تو خود خدا بتا دیتا تھا، تو ہم کہیں گے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تو خدا بتا دیتا تھا۔ اب واضح رہے کہ مسئلہ علم غیب ایک عظیم الشان زیر بحث مسئلہ ہے، جس پر علمائے وقت جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور فریقین افراط و تفریط میں پڑ گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے درمیان سخت اختلاف رونما ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے

كفر بعضهم بعضا فقوم اثبتوا علم الغيب الكلي والجزئي وما كان وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم باعلام الله تعالى اياه وقوم نفوا العلم الكلي راسا عنه صلى الله عليه وسلم وقالوا ان علم الغيب الكلي لا يكون الا لله تعالى واما الجزئي فكما يكون للرسول كذلك يكون للمجانين والبهائم عياذا بالله تعالى عن هذه العقيدة المفضية عن توهين الرسول صلى الله عليه وسلم المفضية الى سوء الخاتمة وقوم اثبتوا للنبي صلى الله عليه وسلم جميع علوم الغيب التي تتعلق بالنبوة من[1] الامم السالفة واحوال البرزخ واحوال القيمة ونعم الجنة وعذاب النار وبعض علوم العالم العلوي والسفلي باعلام الله تعالى اياه وهذه العقيدة هي المتوسطة بين الافراط والتفريط واقرب للتقوى وليت شعري اي جواب للمثبتين جميع علوم الغيب الكلي والجزئي وما كان وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم في العلوم

کو کافر بھی کہہ چکے ہیں۔ کیوں کہ ایک فریق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کُلی اور غیب جُزئی اور غیب ماضی و مستقبل ثابت کیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو ان سب چیزوں کا علم دیا تھا۔ ایک فریق نے سرے سے علم کُلی ہی کی نفی کر دی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کو حاصل نہ تھا کیونکہ علم غیب کلی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور غیب جزئی تو کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ وہ جس طرح رسولؐ کو حاصل ہے۔ اسی طرح دیوانوں اور چار پایوں کو بھی حاصل ہے (خدا ایسے عقیدہ سے بچائے) یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اظہار ہوتا ہے اور کشاں کشاں بُرے خاتمہ تک پہنچانے والا ہے۔ ایک فریق نے وہ تمام علوم غیبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کئے ہیں جو رسالت اور نبوت سے تعلق رکھتے ہیں یا گذشتہ امتوں اور احوال برزخ یا قیامت کے خوفناک حالات سے تعلق رکھتے ہیں یا جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کے متعلق ہیں اس کے علاوہ علم غیب بھی جو عالم بالا اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے آپکو بتا دیئے ہیں اور یہ عقیدہ افراط و تفریط کے درمیان ہے اور تقوےٰ کے قریب ہے۔ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ جو لوگ تمام قسم کے علوم غیبیہ کُلی جزئی ماضی۔ حال اور مستقبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتے ہیں وہ ان علوم کے متعلق کیا جواب

[1] من احوال الامم

المنهية فی الشرع کالنجوم والجفر والنیرنجات والکهانة والموسیقی والسحر والرمل والحکمة الیونانیة فی الالهیات وما جوابهم لقول الله تعالیٰ وما علمناه الشعر وما ینبغی له وقوله تعالیٰ وما هو بساحر وما هو بقول کاهن۔ فان قیل هذه العلوم لیست من الغیب بل من الشهادة نقول اما کانت هذه العلوم داخلة فیما کان وما یکون فان قیل نعم قلنا رفع الله تعالیٰ ساحة الرسالة عن الاتهام بهذه العلوم فانه هو الرسول النبی الامی والکفار کانوا یتهمونه بالسحر قال الله تعالیٰ وما هو بساحر ویتهمونه بالکهانة قال الله تعالیٰ ولا بقول کاهن وکانوا یقولون انما یعلمه بشر قال الله تعالیٰ لسان الذی یلحدون الیه اعجمی وهذا لسان عربی مبین وان قیل لا یعنی لیست هذه العلوم داخلة فیما کان وما یکون نقول ففی ای شیئ تدخل هذه

دیں گے جو شرع میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ مثلاً نجوم جفر شعبدہ بازی کہانت موسیقی سحر رمل۔ یونانی فلسفہ جو الٰہیات کے متعلق ہے۔ (کیا یہ بھی آپ کو حاصل تھے؟) اور وہ اس کا بھی کیا جواب دیں گے کہ خود خدائے تعالےٰ نے تصریح کے ساتھ فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو شعر کا علم نہیں سکھلایا اور نہ ہی یہ علم آپ کے شان کے شایاں ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ آپ جادوگر نہ تھے اور یہ قرآن کسی کاہن کا قول نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علوم از قسم غیب نہیں بلکہ از قسم ظاہر ہیں تو ہم جواب میں پوچھیں گے کہ اگر وہ غیب میں داخل نہیں تو کیا وہ ما کان و ما یکون میں بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اگر جواب دیا جائے کہ ہاں وہ ان میں داخل ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ وہ داخل ہیں مگر خدا تعالےٰ نے ذاتِ رسالت کو ان علوم کی آلائش سے صاف کر دیا ہوا ہے کیونکہ آپ رسولؐ امی تھے۔ کفار جادو کا الزام دیتے تھے مگر خدا نے کہا وہ جادوگر نہیں۔ پھر وہ کہانت کا الزام دیتے تھے کہ جن بھوت کے ذریعہ سے آپ خبریں دیتے ہیں لیکن خدا نے کہا کہ یہ قرآن کسی کاہن کا قول بھی نہیں۔ پھر وہ کہتے تھے کہ کوئی آدمی آپکو یہ قرآن سکھاتا ہے تو خدا نے جواب میں کہا کہ جس آدمی کی طرف تعلیم قرآن کو منسوب کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔ عربی زبان جانتا ہی نہیں اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ نہیں یعنی ما کان اور ما یکون میں یہ علوم ممنوعہ داخل نہیں تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ علوم

العلوم۔ وآی جواب للناهين عن اخباره صلى الله عليه وسلم بعذاب القبر وسوال الملكين وضغطة القبر واخباره عليه الصلوة والسلام بالفتوحات الاسلامية قبل وقوعها واخباره باحوال اخر الزمان فوقع جميع ما اخبر به صلى الله عليه وسلم كما اخبر به وای جواب لهم من تعيين مواضع قتل الكفار في البدر فقتلوا في تلك المواضع وهل البهائم والمجانين يخبرون بمثل هذا وسمعت ممن اعمى الله قلبه ان النبي صلى الله عليه وسلم لو كان يعلم فتح المسلمين وقتل الكفار ببدر لما التجاء الى الله في سجوده بفتح المؤمنين وقتل الكفار ولم يعلم المحروم ان دعائه عليه الصلوة والسلام للمسلمين كان تعبداً وتواضعاً لله تعالى اما كان عليه الصلوة والسلام يعلم بانه على الصراط المستقيم لقوله تعالى انك على صراط مستقيم ومع ذلك يقرء في صلوته اهدنا الصراط المستقيم قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول وقال الله تعالى

ممنوعہ کس قسم میں داخل ہوں گے؟ اور منکرین علم غیب ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر، سوال ملائکہ، قبر کی تنگی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے قبل از وقوع فتوحات اسلامیہ کی خبر دی ہے۔ یا آخر زمانہ کی خبریں دی ہیں۔ حالانکہ سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور اس کا کیا جواب ہوگا جو آپ نے قتل کفار کے مقامات قتل جنگ بدر میں بتائے تھے۔ چنانچہ وہیں وہ قتل ہوئے جہاں آپ نے کہا تھا۔ کیا چار پائے اور دیوانے بھی ایسی خبریں دے سکتے ہیں؟ میں نے خود اس آدمی سے سنا ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کر دیا تھا کہتا تھا کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی فتح جانتے ہوتے اور بدر میں قتل کفار کی خاص خاص جگہیں جانتے ہوتے تو مسلمانوں کی فتح کے لئے اور قتل کفار کے واسطے سجدہ میں پڑ کر دعا نہ کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس محروم العقل کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کی دعا کرنا مسلمانوں کے حق میں خدا کے سامنے تواضع اور اظہار خاکساری تھی۔ کیا آپکو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ حالانکہ خدا نے بتا دیا ہوا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں تاہم آپ نماز میں یہ الفاظ دہرایا کرتے تھے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا خدا عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اس رسول کو جسے وہ پسند کرے۔ پھر یہ بھی فرمایا

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب
ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء
اما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ھو الرسول المرتضی والرسول المجتبیٰ
فان قیل نعم دخل النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الاستثناء فی الآیۃ الاولی
لانہ ھو الرسول المرتضی وفی مضمون
ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء
لانہ ھو الرسول المجتبیٰ وان قیل لا
نقول فمن الرسول المرتضیٰ والمجتبیٰ
الذی ذکرہ اللہ تعالیٰ فی الآیتین
المذکورتین والتحقیق فی ھذا المقام
ان جملۃ عالم الغیب تصح اطلاقہا علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار البعض
ولا تصح باعتبار البعض الآخر فان علم
بعض المغیبات کاخبارہ صلے اللہ علیہ
وسلم باحوال عالم البرزخ من ضغطۃ
القبر وسوال الملکین وتوسعۃ القبر
سبعین ذراعا علی المطیع وضیقہ
علی العاصی واخبارہ باحوال القیامۃ
من الوقوف والمیزان والصراط والحوض
الشفاعۃ والجنۃ ونعیمہا والنار وجحیمہا
واخبارہ ببعض المغیبات الدنیویۃ کمواضع
قتل المشرکین ببدر وردکتاب حاطب بن

کہ خدا تو تم کو علم غیب پر مطلع کرنے کے قریب بھی نہیں ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے انتخاب کر لیتا ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور منتخب شدہ رسول نہ تھے؟ اگر یوں کہا جائے کہ ہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کے استثناء میں داخل ہیں۔ کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں جس کا ثبوت اس آیت میں ہے کہ لیکن اپنے رسولوں میں سے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے کیونکہ آپ ہی رسول مجتبےٰ ہیں۔ اگر اس کا انکار کیا جائے تو پھر ہم پوچھیں گے کہ پھر حضور علیہ السلام کے سوا ان دونوں آیات میں کس رسول مجتبےٰ و مرتضےٰ کا ذکر ہے؟ اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ عالم الغیب کے فقرہ کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح ہے باعتبار بعض علم غیب کے اور بعض علم غیب کے اعتبار سے صحیح نہیں کیونکہ بعض مغیبات کا خبر دینا آپ سے بالکل صحیح اور درست ہے مثلاً آپ کا عالم برزخ کے متعلق قبر کی تنگی اور منکر نکیر کے سوالوں کی خبر دینا اور نیک بندے کی قبر کا ستر گز تک وسیع ہونے اور بدکار پر تنگ ہونے کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے سامنے پیش ہونے وزن اعمال۔ پل صراط۔ حوض کوثر۔ شفاعت جنت اور اس کی نعمتیں اور دوزخ اور اس کی آگ کا خبر دینا یا چند معاملات دنیاویہ سے خبر دینا۔ مثلاً بدر میں مشرکین کی قتل گاہیں بتانا یا حاطب بن بلتعہ کی چٹھی واپس لینا جو اس نے پوشیدہ طور پر مشرکین کو لکھی تھی۔

بلتعہ المکتوب الی قریش واخبارہ اباجهل
بما اخفاہ فی یدہ من الحصاۃ واخبارہ
بقتل ملك الفرس صبیحۃ لیلۃ قتلہ و
اخبارہ بموت النجاشی وصلوۃ الجنازۃ
علیہ فی المدینۃ واخبارہ باکل الارضۃ
صحیفۃ المعاهدۃ لقریش المعلقۃ فی
جوف الکعبۃ واخبارہ بموت جعفر الطیار
ورفیقیہ فی غزوۃ المؤتۃ واخبارہ
بالفتح علی ید الخالد بن الولید سیف اللہ
واخبارہ بفتح باب قلعۃ الخیبر علی ید
علی المرتضیٰ واخبارہ بسم الشاۃ المسموۃ
التی اهدتها الیہ الیهودیۃ واخبارہ
بقتل علی المرتضیٰ ذا الثدیین من الخارجین
واخبارہ بفتن اخر الزمان الی غیر ذلك
من الاخبارات المغیبۃ کما لا یخفی علی
من لہ ادنی ممارستہ فی العلوم الاسلامیۃ
فان قیل اخبارات بالمغیبات المذکورۃ
کان باعلام اللہ تعالیٰ ایاہ قلنا
حصل المقصود ومتی قلنا ان اخبارہ
بالمغیبات کانت من عند نفسہ بغیر
اعلام اللہ تعالیٰ فاطلاق جملۃ عالم
الغیب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بهذا
الاعتبار فمن قال من المقلدین انہ
عالم بجمیع الغیوب او قال عالم

یا ابوجہل کو بتانا کہ اس کی مٹھی میں کنکریاں ہیں۔ یا شاہ
فارس کے قتل کی خبر دینا خاص اسی صبح کو جبکہ مارا گیا
تھا۔ یا موت نجاشی شاہ حبشہ کی خبر دینا۔ پھر مدینہ طیبہ
میں اس پر غائبانہ جنازہ پڑھنا۔ یا یہ خبر دینا کہ دیمک اس
کاغذ معاہدہ کو کھا گئی ہے جو قریش نے آپؐ کے خلاف لکھ کر
بیت اللہ شریف میں آویزاں کیا تھا۔ یا حضرت جعفر طیار
رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور اس کے دو
رفیقوں کی خبر دینا جنگ تبوک میں یا حضرت خالد سیف اللہ
کے ہاتھ پر فتوحات کا حاصل ہونا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کا فتح ہونا یا بکری کے گوشت میں زہر
ملانے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپؐ کی خدمت میں بطور
تحفہ بھیجا تھا۔ یا آپؐ کا خبر دینا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ ذوالثدیین خارجی کو قتل کریں گے۔ یا اخیر زمانہ
میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں
کئی ایک اور بھی آپؐ نے دی ہیں جو اس شخص پر
مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت اور واقفیت
رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے
سے آپؐ نے بتائی ہیں اس لئے یہ خبریں غیب نہیں
بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا دعویٰ
ثابت ہوا کہ آپ عالم الغیب تھے اور جب یوں کہا جائے
کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کشف کے طور پر آپ نے
یہ خبریں دی تھیں تو اس صورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہوگا۔ جو مقلد یوں کہتے
ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام قسم کے غیب کو جانتے تھے

بما كان وما يكون فمراده من العلوم العلوم التي تتعلق بالرسالة و التبليغ و افحام المنكرين واحوال الانبياء المتقدمين ونجاة اممهم المطيعين وهلاك المنكرين واحوال امته عليه الصلوة والسلام في آخر الزمان وما يأتي عليهم من الفتن و ما يجري عليهم من المحن حتى يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار نعم العلوم التي لا يليق بدهن الشعر والجفر والرمل والسيمياء والكيمياء وغير ذلك والعلوم التي لا تعلق لها بالرسالة والنبوة والتبليغ كعلم مثاقيل الجبال ومكاييل البحار و قطرات الامطار واوراق الاشجار الى غير ذلك من العلوم التي لا نعلم اسمها ولا رسمها فذلك كله مختصة بخالقها ومنشئها ومغنيها فان قيل اذا ثبت انه صلى الله عليه وسلم عالم ببعض العلوم فما معنى اطلاق جملة عالم الغيب عليه قلنا ثبوت الصفة للشخص لا يقتضي العلوم لتلك الصفة

یا یوں کہتے ہیں کہ آپ کو تمام ماکان و مایکون کا علم غیب تھا تو ان کی مراد بھی وہی علوم غیبیہ ہیں۔ جو تبلیغ رسالت اور منکرین کو لاجواب کرنے یا گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق ہیں یا ان کی مطیع امت کی نجات اور منکرین کی ہلاکت کے متعلق ہیں۔ یا جو امت محمدیہ کے احوال سے تعلق رکھتے ہیں جو آخر زمانے میں پیش آئیں گے یا ان فتنوں کی بابت ہیں جو امت محمدیہ پر آنے والے ہیں یا ان تکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی۔ یہاں تک کہ اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل نار دوزخ میں اٹھائے جائیں گے۔ مگر ہاں وہ علوم جو آپ کے شان کے شایاں نہیں مثلاً علم شعر۔ جفر رمل سیمیا۔ کیمیا وغیرہ اور وہ علوم کہ جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے قطعاً نہیں۔ مثلاً پہاڑوں کے وزن معلوم کرنا۔ سمندروں کے پانی ناپنے کا علم یا بارش کے قطرات کی گنتی یا درختوں کے پتوں کی گنتی اور اسی قسم کے اور علوم کہ جن کے نام بھی ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں ان کی تشریح معلوم ہے۔ تو یہ سب قسم کے علوم خاص خدائے خالق سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان کو پیدا اور فنا کرنے والا ہے کسی انسان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیبوں کے عالم ہیں تو پھر عالم الغیب کے فقرہ کا آپ پر استعمال کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ کسی شخص کو کسی صفت سے موصوف کرنے کا یہ

بل یکفی فی ذالك حصول بعض افراد الصفة لذلك الشخص فانك اذا قلت زید عالم فلیس المراد ان زیداً عالم بجمیع علوم العالم حلالها و حرامها بل المتبادر من هذا القول ان زیداً عالم بعلوم المروجه المتداولة قال الله تعالیٰ ان الانسان لیطغی ان رآه استغنی ای بعض الانسان فان کثیرا من الاغنیاء کانوا عباد الله الصالحین بل الانبیاء والمرسلین صلوات الله علیهم اجمعین ومن تلك المسائل مسئلة ایصال ثواب الاعمال لارواح الاموات قالوا حرام او ممنوع او لغو عبث لایضر ولا ینفع علیٰ اختلاف آرائهم مستدلین بقوله تعالیٰ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ. وفی هذه المسئلة اختلاف کثیر بین علماء الطرفین وذکر حججهم یطول والعبد الضعیف مؤلف الرسالة لما رای بیان الشیخ ابن القیم الجوزیة الحنبلی فی هذه المسئلة مشحونا

معنی نہیں ہوتا کہ اس صفت کے تمام اقسام بھی اس میں موجود ہوں۔ بلکہ اتنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے بعض حصے اس میں پائے جائیں کیونکہ جب یوں کہتے ہو کہ زید عالم ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ زید تمام قسم کے علوم دنیاوی حلال حرام وغیرہ سب جانتا ہے۔ بلکہ بلا تکلف یہی ذہن میں آتا ہے کہ زید علوم مروجہ کا عالم ہے۔ جو روزمرہ استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کا قول ہے کہ انسان بیشک زیادہ حد سے بڑھ جاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپکو مستغنی دیکھتا ہے۔ اس سے مراد بھی بعض انسان ہیں ورنہ کئی ایک مالدار اللہ کے بندے ہوگذرے ہیں بلکہ مالدار انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تھے۔ اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ایصال ثواب کا بھی ہے۔ کہ مردوں کی روحوں کو اپنے اعمال کا ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ حرام ہے یا ممنوع ہے یا بیفائدہ ہے۔ جس میں نہ نفع ہے نہ نقصان۔ اس کے متعلق ان کے خیالات مختلف ہیں بہرحال مانعین کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے اپنی ہی کمائی کام آئے گی۔ اس مسئلہ میں فریقین کے علماء کے درمیان بڑا اختلاف ہے جن کے دلائل کا ذکر کرنا طوالت ہوگا۔ مگر اس رسالہ کے مصنف عبد ضعیف نے جب شیخ ابن قیم جوزی حنبلی کا اس مسئلہ میں ایک مضمون دیکھا جس میں انصاف بھرا ہوا

بالانصاف اخذ بردا ستحسن
المقابلة معهم باعتقاد الشيخ
فيها لانه من اکابر مشايخهم في المذهب
لعلهم يرجعون الى الحق وها انا
اذكر ما قال الشيخ رحمه الله تعالى
في كتاب الروح فقال واما المسئلة
السادسة عشر وهي هل تنتفع ارواح
الموتى بشيء من سعي الاحياء ام لا
فالجواب انها تنتفع من سعي الاحياء
بامرين مجمع عليهما بين اهل السنة
من الفقهاء واهل الحديث والتفسير
احدهما ما تسبب اليه الميت في
حياته والثاني دعاء المسلمين
له واستغفارهم له والصدقة
والحج على نزاع ما الذي يصل
من ثوابه هل هو ثواب الانفاق
او ثواب العمل فعند الجمهور يصل
ثواب العمل نفسه وعند بعض
الحنفية انما يصل ثواب الانفاق
واختلفوا في العبادة البدنية
كالصوم والصلوة وقراءة القرآن
والذكر فمذهب الامام احمد
وجمهور السلف وصولها
وهو قول بعض اصحاب

تھا۔ تو میں نے وہی اختیار کر لیا اور یہی پسند
کیا کہ شیخ موصوف کے عقیدہ کے ساتھ ان کا
مقابلہ کر دوں، کیونکہ مسائل میں شیخ موصوف مخالفین
کا ایک مسلّم بزرگ ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی
حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ چنانچہ میں شیخ
صاحب موصوف رحمہ اللہ کا وہ اقتباس پیش
کرتا ہوں جو آپ نے اپنی کتاب کتاب الروح
میں درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ سولھواں مسئلہ یہ
ہے کہ آیا مُردہ کی رُوح زندہ کے اعمال سے فائدہ
اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یوں ہے کہ فائدہ
اٹھا سکتی ہے دو طریق سے جن پر اہل سنت
کے فقہاء، اہل حدیث اور مفسرین کا اتفاق ہے
پہلا طریق یہ ہے کہ مُردہ اپنی زندگی میں اس عمل کا
باعث بنا ہو۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ زندہ مسلمان
اس کے حق میں دعاء اور استغفار کریں یا صدقہ
خیرات کریں یا حج کریں۔ گو اس میں یہ اختلاف
ہے کہ مُردہ کو ثواب مال خرچ کرنے کا ملے گا یا
اصل عمل کا ثواب ہوگا۔ جمہور اہل علم کے نزدیک
خود نیک عمل کا ثواب ملتا ہے اور بعض حنفیہ کے
نزدیک نیک عمل پر مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا
ہے۔ پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بدنی عبادات
مثلاً نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی کا
ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل اور
جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ یہ بھی پہنچتا ہے

ابی حنیفة نص علی هذا الامام
احمد فی روایة محمد بن یحیی الکحال
قال قیل لابی عبد الله الرجل
یعمل الشیئ من الخیر من صلوة
او صدقة او غیر ذلک فیجعل
نصفه لابیه او لامه قال ارجو
وقال المیت یصل الیه کل شیئ
من صدقة او غیرها وقال
ایضاً اقرأ اٰیة الکرسی ثلاث
مرات وقل هو الله احد وقل
اللهم ان فضله لاهل المقابر۔
فالدلیل علی انتفاعه بما تسبب
الیه فی حیاته مارواه مسلم فی
صحیحه من حدیث ابی هریرة
رضی الله عنه ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال اذا مات
الانسان انقطع عنه عمله الا من
ثلاث الا من صدقة جاریة
او علم ینتفع به او ولد صالح
یدعوله فاستثناء هذه الثلث
من عمله یدل علی انها منه فانه
هو الذی تسبب الیها وفی سنن
ابن ماجه من حدیث ابی
هریرة رضی الله عنه قال

اور یہی قول حضرت امام اعظمؒ کے بعض شاگردوں
کا بھی ہے۔ اور اس فتوے پر محمد بن یحییٰ کحال
کی روایت میں یوں تصریح موجود ہے کہ امام احمدؒ
سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی نیک عمل
کرتا ہے مثلاً نماز۔ صدقہ۔ خیرات یا کوئی اور
نیک عمل اور اس کا نصف حصہ اپنے باپ یا
اپنی والدہ کے لئے مقرر کرتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے کہا
کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ
میّت کو ہر چیز (از قسم صدقہ وغیرہ) پہنچتی ہے
یہ بھی کہا کہ آیۃ الکرسی تین دفعہ اور قل ہو اللہ
احد ایک دفعہ پڑھ۔ اور یوں دعا میں کہو کہ یا اللہ
اس کا ثواب اہلِ مقابر کو پہنچے۔ اس امر کا ثبوت
کہ جس نیک کام کا مُردہ خود باعث اپنی زندگی میں
بن چکا ہے اُس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ
ہے کہ امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ انسان جب مرتا ہے
تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین قسم
کے عمل جاری رہتے ہیں۔ اوّل صدقہ جاریہ
دوم مفید علم سوم نیک اولاد جو اُس کے حق
میں دعاگو رہے۔ ان تین اعمال کا استثنا کرنا
اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل بھی اسی میّت کے
ہیں کیونکہ وہی ان کا باعث بنا ہے اور سنن ابن
ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما یلحق المومن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه ونشره او ولدا صالحا ترکه او مصحفا ورثه او مسجدا بناه او بیتا لابن السبیل بناه او نهرا اکراه او صدقة اخرجها من ماله فی صحته وحیاته تلحقه بعد موته۔ انتهی مختصرا والدلیل علی انتفاعه بغیر ما تسبب فیه القرآن والسنة والاجماع وقواعد الشرع اما القرآن فقوله تعالی والذین جاؤا من بعدهم یقولون اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان فاثنی الله سبحانه علیهم باستغفارهم للمؤمنین قبلهم وقد دل علی انتفاع المیت بالدعاء اجماع الامة علی الدعاء له فی صلوة الجنازة وفی السنن من حدیث ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کے نیک اعمال میں سے موت کے بعد اس کو یہ عمل پہنچتے ہیں۔ اول جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا۔ دوم نیک اولاد جسے اپنا جانشین بنا گیا۔ سوم قرآن مجید جو ورثہ میں چھوڑ گیا۔ چہارم مسجد جو اس نے بنائی۔ پنجم سرائے جو مسافروں کے لئے تیار کی۔ ششم نہر جو اس نے کھدوائی۔ ہفتم صدقہ جو اپنی زندگی میں بحالت صحت الگ کر چکا ہے۔ یہ موت کے بعد اُسے پہنچے گا (مختصر طور پر یہ مضمون ختم ہوا) اور یہ امر کہ جس چیز کا باعث وہ مُردہ نہیں بنا۔ اس کا ثواب یا نفع بھی اسے پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت قرآن، حدیث، اجماع اور اصول شرع سے ملتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جو مسلمان پہلے مسلمانوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش، جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں دیکھو خداتعالےٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔ جو اپنے پہلوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ اور اجماع اُمت محمدیہ سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل

الدعاء وفی صحیح مسلم من حدیث
عوف بن مالک قال صلی اللہ علیہ
وسلم علی جنازۃ فحفظت من
دعائہ وهو یقول اللهم اغفرہ
وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم
نزلہ واوسع مدخلہ الی اخر الحدیث
انتہی مختصرا **فصل** واما وصول
ثواب الصدقۃ ففی الصحیحین
عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان
رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقال یارسول اللہ ان امی
افتلتت نفسها ولم توص واظنها
لو تکلمت تصدقت أفلها اجر
ان تصدقت عنها قال نعم
وفی صحیح البخاری عن
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنهما
ان سعد بن عبادۃ توفیت امہ
وهو غائب عنها فاتی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان امی
توفیت وانا غائب عنها فهل ینفعها
ان تصدقت عنها قال نعم قال
فانی اشهدک ان حائطی المخراف
صدقۃ عنها اوفی السنن و

سے اس کیلئے دعا کرو اور صحیح مسلم میں عوف بن
مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک جنازہ پڑھا۔ اس میں آپ نے میت کے لئے
جو دعا فرمائی تھی میں نے یاد کر لی چنانچہ آپ فرماتے
تھے کہ یا اللہ اسے بخشدے اور اس پر رحم کر اور
اسے سلامتی دے۔ اس کے قصور معاف کر اپنے
پاس عزت و آبرو کے ساتھ اسے فروکش کر اور اپنی
بارگاہ میں اس کا داخلہ وسیع کر (انتہی) (**فصل**)
صدقہ کا ثواب پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے
جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی
ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر
ہوا اور کہا کہ میری ماں مرگئی ہے اور وصیت نہیں
کر سکی۔ مجھے خیال ہے کہ اگر بول سکتی تو ضرور صدقہ
کرتی۔ تو کیا میں اگر صدقہ کردوں تو اس کو ثواب ملیگا
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور ملیگا۔ صحیح بخاری میں
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مرگئی اور
وہ غیر حاضر تھا۔ پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس
آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میری ماں میری
غیر حاضری میں مرگئی ہے تو اگر میں اس کی
طرف سے وکیل بنکر صدقہ کروں تو کیا اسے
کچھ فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں فائدہ
ہوگا۔ پھر سعد نے کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ میرا
باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے اور یہی حدیث

نے صلی رسول اللہ

مسند احمد عن سعد بن عبادة انه قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بیرا وقال هذه لام سعد. انتہی فصل واما وصول ثواب الصوم ففی الصحیحین عن عائشۃؓ ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ وفی الصحیحین ایضا عن ابن عباس رضی الله عنہما قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیہ وسلم فقال یا رسول الله ان امی ماتت وعلیہا صوم شہر افاقضیہ عنہا قال نعم وفی روایۃ جاءت امراۃ الی رسول الله صلی الله علیہ وسلم فقالت یارسول الله ان امی ماتت وعلیہا صوم نذر افاصوم عنہا قال ارایت لو کان علی امک دین فقضیتہ اکان یؤدی ذلک عنہا قالت نعم قال فصومی عن امک وهذا

یُمنیٰ ہے اور مسند احمد میں بھی سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میری ماں ام سعد گزر گئی ہے تو آپ فرمائیے کہ کس قسم کی خیرات اس کی طرف سے افضل ہوگی تو آپ نے فرمایا کہ پانی کی خیرات افضل ہے۔ پھر اس نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں میری ماں ام سعد کا ہے (انتہیٰ)

فصل روزہ کا ثواب پہنچانا تو اس کے متعلق بھی صحیحین میں روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر جائے اور اس کے ذمہ روزے باقی ہوں تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے اور یہ بھی صحیحین میں ہی روایت ہے کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری ماں مر گئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے باقی ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں تو آپؐ نے فرمایا ہاں قضا کرو ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میری ماں مر گئی ہے اور اس کے ذمہ پر نذر کے روزے باقی ہیں تو کیا اس کی طرف سے میں روزے رکھوں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم یہ خیال کرو کہ اگر اس کے ذمہ پر قرضہ ہوتا تو تو اُسے ضرور ادا کرتی۔ تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہو جاتا یا نہ ہوتا۔ کہنے لگی ہاں وہ تو ادا ہو جاتا۔ تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے بھی

اللفظ للبخاری وحدہ تعلیقا
انتھی مختصرا۔ **فصل** واما
وصول ثواب الحج ففی صحیح
البخاری عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما ان امرأۃ من
جھینۃ جاءت الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت
ان تحج فلم تحج حتی ماتت
افاحج عنہا قال حجی عنہا ارأیت
لو کان علی امک دین اکنت
قاضیۃ اقضوا اللہ فاللہ
احق بالقضاء وروی ایضا
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
ان امرأۃ سالت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم عن ابنہا مات ولم
یحج قال حجی عن ابنک انتھی مختصرا
ثم قال الشیخ واجمع المسلمون
علی ان قضاء الدین یسقطہ
من ذمتہ ولو کان من اجنبی
او من غیر ترکتہ وقد دل علیہ
حدیث قتادۃ حیث ضمن
الدینارین عن المیت فلما قضاھما
قال لہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الآن بردت علیہ جلدتہ

رکھ (یہ لفظ بطور تعلیق کے صرف بخاری ہی میں ہیں) (انتھی)
(**فصل**) رہا ثواب حج کا پہنچنا۔ تو اس کے متعلق
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیحین
میں موجود ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی
کہ میری ماں نے نذر مانی تھی کہ حج کرونگی مگر وہ حج
نہیں کر سکی اور مرگئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج
کروں؟ آپ نے فرمایا۔ اس کی طرف سے حج کر پھر
فرمایا کہ تم خود سمجھو کہ اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو تُو
اس کی طرف سے ضرور ادا کرتی۔ اس لئے خدا کا قرضہ
بھی ادا کرو۔ کیونکہ اس کا قرضہ ادا کرنا تو سب سے زیادہ
ضروری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت
ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا تھا اپنے بیٹے کے متعلق کہ وہ مرگیا ہے
اور حج نہیں کر سکا۔ تو آپؐ نے فرمایا تو پھر تم اس
کی طرف سے حج کرو (انتھی مختصراً) اس کے بعد شیخ
موصوف فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس امر پر
اجماع اور اتفاق ہے کہ میت کا قرضہ بعد میں ادا
کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ادا کرنے والا
کوئی بیگانہ ہو یا اس کے مال متروکہ سے بھی ادا نہ
کیا جائے۔ اور حدیث قتادہؓ کی اس کا ثبوت دیتی
ہے کہ اس نے ایک میت کی طرف سے دو دینار کی
ضمانت دی تھی اور جب ادا کر دیئے تو حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ اب تو نے اس کے جسم کو ٹھنڈا کیا ہے۔ اب

وأما قراءة القرآن فقال الشيخ
في أول كتاب الروح في المسألة
الأولى وقد ذكر عن جماعة من السلف
أنهم أوصوا أن يقرأ عند قبورهم
وقت الدفن قال عبد الحق يروى
أن عبد الله بن عمر أمر أن يقرأ
عند قبره سورة البقرة وممن
رأى ذلك المعلى بن عبد الرحمن
وكان الإمام أحمد ينكر ذلك
أولاً حيث لم يبلغه فيه أثر
ثم رجع عن ذلك وقال
الخلال في الجامع كتاب القراءة
عند القبور أخبرنا العباس
بن محمد الدوري ثنا يحيى
بن معين ثنا مبشر الحلبي
حدثني عبد الرحمن بن
العلاء بن اللجلاج عن أبيه
قال قال أبي إذا أنا مت
فضعني في اللحد وقل بسم الله
وعلى سنة رسول الله وسن
علي التراب سنا واقرأ عند رأسي
بفاتحة البقرة وخاتمتها فاني سمعت
عبد الله بن عمر يقول ذلك انتهى
مختصراً ثم قال الشيخ بعد إيراد

رہی تلاوتِ قرآن، تو اس کے متعلق بھی شیخ موصوف
نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے آغاز میں مسئلہ
اول کہہ کر بیان کیا ہے کہ سلف صالحین کی
ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے
مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت
ان کے پاس قرآن شریف پڑھا جائے۔ شیخ
عبدالحق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض سے
روایت ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ میری قبر کے
پاس سورۂ بقرہ پڑھی جائے اور مجوزین میں سے
ایک حضرت علی بن عبدالرحمن بھی ہیں اور حضرت احمد
بن حنبل جب تک کہ آپکو کسی صحابی کا عمل معلوم
نہ تھا۔ اس کے منکر تھے۔ پھر آپ نے رجوع کر لیا
اور جناب خلال اپنی جامع میں بعنوان ذکر
کہ قبر کے پاس تلاوتِ قرآن جائز ہے لکھتے ہیں
کہ عباس بن محمد دوری نے ہمیں بتایا تھا کہ یحییٰ بن
معین نے ہمیں بتایا تھا کہ مبشر حلبی نے کہا ہے
کہ عبدالرحمن بن علاء بن حلاج اپنے باپ سے
روایت کرتا ہے کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ جب
میں مر جاؤں تو مجھے لحد میں رکھتے ہوئے یوں کہو
بسم اللہ علیٰ سنت رسول اللہ۔ پھر مجھ پر مٹی ڈالتے
جانا اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور
آخری آیات پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمر سے سنا ہوا ہے کہ آپ یوں کہا کرتے تھے
(انتہی مختصراً) اس کے بعد شیخ موصوف عقلی

الادلة العقلية والنقلية و
هذه النصوص متظاهرة على
وصول ثواب الاعمال الى الميت
اذا فعله الحي عنه وهذا
محض القياس فان الثواب
حق العامل فاذا وهبه لاخيه
المسلم لم يمنع من ذلك
كما لم يمنع من هبة ماله
في حياته وابرائه له منه بعد موته
وقد نبه النبي صلى الله عليه
وسلم بوصول ثواب الصوم
الذي هو مجرد ترك ونية
تقوم بالقلب لا يطلع عليه
الا الله وليس بعمل الجوارح
وعلى وصول ثواب القراءة
التي هي عمل باللسان تسمعه
الاذن وتراه العين بطريق
الاولى. ويوضحه ان الصوم نية
محضة وكف النفس عن المفطرات
وقد اوصل الله ثوابه الى الميت
فكيف بالقراءة التي هي عمل و
نية بل لا تفتقر الى النية فوصول
ثواب الصوم الى الميت فيه تنبيه
على وصول سائر الاعمال

اور نقلی دلائل دے چکے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ تصریحات اس امر پر متفق ہیں کہ جب زندہ میت کی طرف سے کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور محض قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ گو ثواب عمل کرنے والے کا حق ہے مگر جب وہ اپنے مسلم بھائی کو بخش دیتا ہے تو کوئی ممانعت نہیں ہوتی جسطرح کہ اس امر کی ممانعت نہیں کہ اسکی زندگی میں اپنا کچھ مال بخشدے یا اسکی موت کے بعد اسکو مال کی ادائیگی سے بری الذمہ کردے۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبردار کر دیا ہے کہ روزہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حالانکہ وہ روزہ صرف ترک اکل وشرب اور نیت کا نام ہے اور نیت کا تعلق صرف دل سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہوتا اور یہ روزہ کوئی محسوس قسم کا عمل نہیں اور آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ قراءۃ قرآن کا ثواب بھی بطریق اولیٰ پہنچتا ہے جو زبان کا عمل ہے اور اسے کان سنتے ہیں اور آنکھ دیکھتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ روزہ صرف نیت ہے اور روزہ شکن امور سے اپنے نفس کو روکنے کا نام ہے۔ اور خدا اسکا ثواب میت کو پہنچا دیتا ہے تو بھلا قراءۃ قرآن کا ثواب کیوں نہ پہنچے گا جو عمل اور نیت سے مرکب ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی پس میت کو روزہ کے ثواب کے پہنچنے میں اس امر کا اشارہ ہے کہ باقی اعمال کا ثواب بھی

والعبادات قسمان مالية و بدنية وقد نبّه
الشارع بوصول ثواب الصدقة على
وصول ثواب سائر العبادات المالية و
نبّه بوصول ثواب الصوم على وصول
ثواب سائر العبادات البدنية و
اخبر بوصول ثواب الحج
المركب من المالية والبدنية
فالانواع الثلثة ثابتة
بالنص والاعتبار وبالله
التوفيق۔

ثم قال الشيخ قال المانعون قال
الله تعالى وان ليس للانسان الا
ما سعى وقال لا تجزون الا ما كنتم
تعملون وقال لها ما كسبت وعليها
ما اكتسبت وقد ثبت عن النبي
صلى الله عليه وسلم انه
قال اذا مات العبد انقطع
عمله الا من ثلاث صدقة
جارية عليه او ولد صالح
يدعو له او علم ينتفع به
من بعده فاخبر انه انما
ينتفع بما كان تسبب اليه
في الحيوة وما لم يكن
قد تسبب فهو منقطع عنه

میت کو پہنچتا ہے۔ اب عبادات دو قسم ہیں مالی
اور بدنی اور تیسری ان کے مرکب کرنے سے پیدا
ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ثواب صدقہ کے
پہنچنے میں باقی عبادات مالیہ کے پہنچنے پر اشارہ
کر دیا ہے اور روزہ کے ثواب پہنچنے میں آپ نے
اشارہ کیا ہے کہ تمام عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا
ہے۔ اور آپ نے حج کے ثواب پہنچنے کی بھی خبر دی ہے
جو عبادت مالی اور بدنی سے مرکب ہے پس تینوں قسم
کا ایصال ثواب نص اور قیاس شرعی سے ثابت ہو گیا
وباللہ التوفیق۔

پھر شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ مخالفین کی دلیل یہ
ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے وہی
ہے جو اس نے کمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو اسی کا بدلہ
ملیگا جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ انسانی نفس
کے لئے وہ نیک عمل کام آئیگا جو اس نے کمایا ہوگا۔
اور اس پر اس بدعملی کا بوجھ پڑیگا۔ جو نفس پروری کے
لئے اس نے کمائی ہوگی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا
کہ انسان مرتا ہے تو اس کے عمل بند ہو جاتے ہیں۔
سوائے تین صورت کے کہ صدقہ جاریہ ہو جو اس کے
نام پر چلتا ہے یا اولاد نیک ہو جو اسے نیک دعا دے
یا مفید تعلیم ہو جس سے اس کے بعد لوگوں کو فائدہ
پہنچے۔ بہرحال حضور علیہ السلام نے وہ اعمال نافع بتائے
ہیں کہ جن میں بحالت حیات خود انسان کی اپنی کوشش
کا کچھ دخل ہو اور جنہیں اس کا کچھ دخل نہیں۔ وہ عمل

ثم ذكر الشيخ دلائل عقيدتهم واعتراضاتهم على المجوزين وقال اصحاب الوصول ليس في شيئ مما ذكرتم ما يعارض ادلة الكتاب والسنة واتفاق سلف الامة ومقتضى قواعد الشرع اما قوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى فقد اختلفت طرق الناس في المراد بالاية فقالت طائفة المراد بالانسان ههنا الكافر واما المؤمن فله ما سعى وما سعي له وقالت طائفة الاية اخبار شرع من قبلنا وقد دل شرعنا على ان له ما سعى وما سعي له وقالت طائفة اللام بمعنى على اي و ليس على الانسان الا ما سعى وقالت طائفة في الكلام حذف تقديره وان ليس للانسان الا ما سعى او سعي له وقالت طائفة اخرى الاية منسوخة بقوله تعالى والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بالايمان الحقنا بهم ذريتهم

ضرور بند کئے جائینگے۔ اس کے بعد شیخ موصوف نے انکے عقائد کے دلائل بیان کئے ہیں اور مجوزین ایصالِ ثواب پر انکے اعتراضات لکھے ہیں۔ پھر جو ایصالِ ثواب کے قائل ہیں انہوں نے مخالفین کو یوں خطاب کیا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو ہماری تحقیق کے مخالف ہو جو ہم نے کتاب وسنۃ اور اجماع سلف صالحین اور نتائج قیاس شرعیہ سے پیش کی ہے کیونکہ یہ آیت کہ لیس للانسان الّا ما سعیٰ مفسرین کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ اس انسان سے کیا مراد ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد کافر انسان ہے اور مومن انسان کیلئے اس کی اپنی کمائی بھی مفید ہے اور وہ کمائی بھی مفید ہے جو غیر کی طرف سے اس کیلئے کی جائے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ آیت پہلی شریعتوں کی خبر دیتی ہے۔ ورنہ ہماری شریعت میں تو اپنی اور غیر کی کمائی دونوں ثابت ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ لام بمعنی علیٰ ہے اور اس کا یہ معنی ہے کہ انسان کا نقصان اسی کی کمائی سے ہوگا غیر کی بدعملی سے اسے نقصان نہیں پہنچیگا۔ ایک فریق کا خیال ہے کہ اس مقام پر (او سُعِیَ لَہٗ) مقدر ہے تو اصل آیت یوں ہوگی کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ او سُعِیَ لَہٗ ایک فریق کہتا ہے کہ یہ آیت ہی منسوخ ہے اس آیت سے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انکی اولاد ایمان لانے میں انکی تابع ہے تو ہم انکی اولاد کو ان ہی کی

وهذا منقول عن ابن عباس
رضی الله عنهما وقالت طائفة
اخری المراد بالانسان الحی دون
المیت ۔ قال الشیخ رحمه الله تعالی
وهذه التاویلات کلها من
سوء التصرف فی اللفظ العام ۔
ولم یرض به الشیخ ثم قال و
قالت طائفة اخری وهو جواب
ابی الوفاء بن عقیل قال الجواب
الجید عندی ان یقال الانسان
بسعیه وحسن عشیرته اکتسب الا
صدقاء واولد الاولاد ونکح
الازواج واسدی الخیر وتوددا
الی الناس فترحموا علیه واهدوا
له العبادات وکان ذلک اثر سعیه
کما قال صلی الله علیه وسلم ان اطیب
ما اکله من کسبه وان ولده من کسبه
وهذا جواب متوسط یحتاج الی تمام
فان العبد بایمانه وطاعته لله ورسوله
قد سعی فی انتفاعه بعمل اخوان المؤمنین
مع عمله کما ینتفع بعملهم فی الحیوة
مع عمله فان المؤمنین ینتفع بعضهم
بعمل بعض فی الاعمال التی یشترکون فیها
کالصلوة فی جماعة ثم قال فدخول المسلم مع

شامل کردینگے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے منقول ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد
زندہ انسان ہے مردہ انسان مراد نہیں شیخ موصوف
فرماتے ہیں کہ یہ تمام تاویلیں آیت کے عام لفظ کو بری طرح
بگاڑتی ہیں اسلئے ہم انکو پسند نہیں کرتے۔ پھر ایک اور
جماعت کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں کہ یہ جواب ابوالوفا
بن عقیل کی طرف سے دیا گیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ
بہتر جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش سے
اور اپنی قوم کے نیک سلوک سے دوست پیدا کرلیتا ہے
بچے پیدا کرتا ہے بیوی سے نکاح کرتا ہے۔ غیر سے بھلائی
کرتا ہے۔ اور لوگوں سے دوستانہ گانٹھتا ہے تو لوگ
اسپر رحم کرتے ہیں اور عبادات کا تحفہ دیتے ہیں تو یہ
سب اسی کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ انسان کی بہتر خوراک وہ ہے جو اپنی کمائی
سے کھائے۔ اس کی اولاد بھی اسی کی کمائی ہے مگر یہ
جواب نامکمل ہے اس لئے اسے تکمیل کی ضرورت ابھی
باقی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ایمان سے اور خدا و رسول
کی اطاعت سے اپنے عمل کے علاوہ اپنے مسلم بھائیوں
کے عمل سے بھی فائدہ اٹھانے میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ
زندگی میں اپنے عمل کے ہوتے ہوئے انکے عمل سے فائدہ
اٹھاتا ہے کیونکہ مسلمان ایک دوسرے کے نیک عمل سے
فائدہ اٹھایا کرتے ہیں جس میں ملکر شریک کار ہوں جیسے باجماعت
نماز ادا کرنا وغیرہ۔ پھر شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ مومن
مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونا اور ان سے برادری

جملة المسلمين فى عقد الاسلام من اعظم الاسباب فى وصول نفع كل من المسلمين الى صاحبه فى الحيوٰة وبعد مماته ثم قال فالعبد بايمانه قد تسبب الى وصول هذا الدعاء اليه فكانه من سعيه يوضحه ان الله سبحانه جعل الاعادة سببا لانتفاع صاحبه بدعاء اخوانه من المومنين وسعيهم فاذا اتى به فقد سعى فى السبب الذى يوصل اليه ذالك وقد دل على ذالك قول النبى صلى الله عليه وسلم لعمرو بن العاص ان اباك لو اقر بالتوحيد نفعه ذالك يعنى العتق الذى فعل عنه بعد موته فلو اتى بالتسبب لكان قد سعى فى عمل يوصل اليه ثواب العتق وهذه طريقة لطيفة حسنة جدا انتهى ماذكره الشيخ ابن القيم الجوزيه فى كتاب الروح فى المسئلة السادسة عشر بالاختصار قال العبد الضعيف

کا معاہدہ قائم کرنا ہی ایک بڑا سبب ہے اس امر کا کہ ہر ایک مسلم کو اپنے بھائی کی طرف سے فائدہ پہنچے زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر شیخ فرماتے ہیں کہ انسان اپنے ایمان کی وجہ سے اپنے حق میں دعائے خیر لینے کا باعث ہوتا ہے تو گویا یہ دعا بھی اسی کی کوشش ہے۔ اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے عبادت کو اس امر کا سبب بنایا ہے کہ وہ عابد اپنے مسلم بھائیوں کی دعا اور سعی سے فائدہ اٹھائے تو انسان جب عبادت کرتا ہے تو وہ گویا اس سبب کے پیدا کرنے میں کوشش کرتا ہے جس کے طفیل سے وہ فائدہ اسے پہنچایا جاتا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی دلالت کرتا ہے جو آپ نے عمرو بن عاص کو فرمایا تھا جبکہ اسکا باپ بحالت کفر مرگیا اور اس نے اسکی طرف سے ایک غلام آزاد کیا کہ اگر وہ توحید کا قائل ہوجاتا تو یہ غلام آزاد کرنا اسے مفید پڑتا جو اس کی موت کے بعد اسکی طرف سے آزاد کیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر وہ سبب پیدا کرتا تو گویا یوں سمجھا جاتا کہ وہ ایسا کام کرتا تھا جو اسکو غلام آزاد کرنے کا ثواب پہنچا دیتا۔ یہ طریق جواب بہت لطیف اور خوب ہے۔ اب وہ تمام مضمون مختصر طور پر یہاں ختم ہوگیا ہے جو شیخ ابن قیم جوزی نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے سولھویں مسئلہ میں درج کیا ہے۔ اب عبد ضعیف (مولف رسالہ ہذا)

ان قلت لاحد لیس لک من الدنیا الا ما تملکہ وجاء احدٌ واعطاہ مالا کثیرًا فلا یعارض ماحصل لہ قولک لیس لک من الدنیا الا ما تملکہ انتہی۔ و من تلک المسائل مسئلۃ البشریۃ لسیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قوم من اطلق البشریۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد کفر لان فی ھذا الاطلاق توھین للرسول ولکفار کانوا یقولون انما انت بشر وقال قوم ھو بشر مثلنا لان اللہ تعالی امرہ بقولہ قل انما انا بشر مثلکم ومنزلتہ عندنا بمنزلۃ الاخ الاکبر ولیت شعری بای وجہ سموہ الاخ الاکبر ان کان مرادھم بالاکبریۃ المتقدم فی الزمان فقط فابو لھب احق باخوتہم لاتفاقہم معہ فی تحقیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان کانت الاکبریۃ بالرتبۃ والتقرب الی اللہ تعالی فای مناسبۃ لہم بہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کان مرادھم اخوۃ الاسلام فما معنی الاکبر فانما المؤمنون اخوۃ ووقع الطائفتان

کہتا ہے کہ اگر تم کسی سے یوں کہدو کہ تیرے پاس تو صرف دنیاوی مال وہی ہے جس کے تم اب مالک ہو۔ مگر کسی نے آکر اسکے بعد اسے بہت مال دیدیا تو اس واقعہ سے تمہارا وہ پہلا کہنا غلط نہ ہوگا کہ تم صرف اتنے مال کے ہی مالک ہو۔ جو اب تمہارے پاس ہے (انتہی) متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے ایک جماعت کا قول ہے کہ جو شخص آپ پر بشر کا لفظ استعمال کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں حضور علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے کیونکہ کافر ہتک کرتے ہوئے یہ لفظ کہا کرتے تھے کہ تم آخر بشر ہی ہو۔ ایک فریق کا قول ہے کہ آپ ہمارے جیسے ہی بشر تھے کیونکہ آپکو خدا نے حکم دیا ہے کہ آپ کہدیں کہ میں تو تمہارے جیسا ہی انسان ہوں اور ہمارے نزدیک آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے رسول کو بڑا بھائی بنا ہے کیونکہ اگر اس بڑائی سے مراد پہلے زمانہ میں ہونا مراد ہے تو ابولہب کو زیادہ مستحق ہے کہ انکا بھائی بن جائے کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کی توہین پہلے زمانہ میں ان سے متفق ہو گیا ہے، واگر بڑائی سے مراد مرتبہ کی بڑائی ہے یا قرب الہی کی بڑائی مراد ہے تو ان کو حضور علیہ السلام سے کوئی بھی تناسب حاصل نہیں ہے اور اگر ان کی مراد اسلامی برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مؤمنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ بہرحال یہ دونو فریق افراط وتفریط میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ

فی الافراط والتفریط والحق ان فی المسئلۃ
تفصیل فالبشر اسم لاولاد آدم علیہ السلام
بمعنی الانسان وسمّاہ اللہ تعالی بشرا فقال
تعالی انی خالق بشرا من طین والنبی صلی اللہ
علیہ وسلم سید اولاد آدم فاذا کان الاب
بشرا لابد ان یکون الولد بشرا لکن للبشر لہ
صفات وخصوصیات ان ارتقی الی
درجات القرب کان افضل من الملئکۃ
وان نزل الی درکات البعد کان ارذل
من الشیاطین فالانبیاء علیہم الصلوۃ
والسلام عمومًا وسیدنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بالخصوص ارتقی بفضل اللہ و
رحمتہ الی اقصی درجات القرب والتمکین
حتی کان فی مقام قاب قوسین او ادنی
لان فضل اللہ کان علیہ عظیما ومع ذلک
القرب ہو بشر و انسان بقی الکلام فی المثلیۃ
الواردۃ فی القرآن فالمثلیۃ ثابتۃ لاشتراک
الناس معنی ماہیۃ البشریۃ والانسانیۃ
لا فی خصوصیاتہا وصفاتہا ویکفی فی
المثلیۃ الاشتراک فی الصفۃ الواحدۃ و
لا یلزم الاشتراک فی جمیع الصفات فانک
اذا قلت زید مثل الاسد فمقصودک
اشتراک الزید مع الاسد فی صفۃ الشجاعۃ
فقط لا فی جمیع صفات الاسد فانہ سبع واللہ

اس مسئلہ کی تشریح یوں کی جائے کہ بشر اولاد آدم علیہ السلام
کا نام ہے جس کے معنے انسان ہے۔ خدا نے آدم کو بھی بشر کہا
ہے۔ چنانچہ خدا نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک بشر
پیدا کروں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم علیہ السلام
کی ہی اولاد ہیں اور جب باپ بشر ہے تو بیٹا بھی ضرور بشر
ہوگا مگر اس کے علاوہ بشر کے اور اوصاف اور خاصیتیں
ہیں جن کی وجہ سے وہ قرب الٰہی تک پہنچتا ہے اگر وہ یہاں
پہنچ گیا تو فرشتوں سے بھی افضل ہوگا اور اگر بارگاہ الٰہی
دُوری کے گڑھوں میں گر گیا تو شیطان سے بھی زیادہ ذلیل
ہوگا تو انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم خصوصًا خدا کے فضل وکرم سے قرب الٰہی کے اعلیٰ درجات
پر پہنچ چکے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ قاب قوسین او ادنیٰ
کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کیونکہ خدا کا فضل آپ پر بہت
باوجود اس قرب الٰہی کے پھر بھی آپ بشر اور انسان ہی
ہیں۔ اب یہ بحث باقی ہے کہ قرآن شریف میں جو مثلکم آیا
اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی حقیقت
میں اشتراک کی وجہ سے آپ کو دوسروں سے مساوات حاصل
ہے مگر بشر کی خصوصیات اور اعلیٰ صفات میں ان سے الگ
ہیں اور مساوات فی البشریۃ کے لئے صرف ایک وصف
کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ آپ باقی صفات کاملہ میں بھی
دوسروں کے مساوی ہوں یا وہ آپکے مساوی ہوں جیسے
تم یوں کہتے ہو کہ زید شیر ہے تو تمہارا مقصود صرف یہ ہوتا ہے
کہ زید شیر کے ساتھ شجاعت میں مساوی اور شریک ہے۔
صفات شیر میں شریک نہیں کیونکہ شیر وحشی جانور ہے اور

انسان ولنعم ما قيل في المثل السائر
محمد صلى الله عليه وسلم بشر لا كالبشر بل
هو كالياقوت بين الحجر وما ادري لاي
سبب ينفون البشرية عنه صلى الله عليه
وسلم فان البشرية هي سبب لتصديق
رسالته ومعجزاته وخوارق عاداته فان
المعجزات وخوارق العادات تصير سببا
لتصديق دعوى الرسالة اذا صدرت
من البشر واما ان صدرت من الملك او
من الجن والشياطين فاي غرابة فيه
فان خوارق العادات من الملئكة و
الشياطين امر عادي بل مفهوم المعجزة
وخرق العادة يتصور بالنسبة الى
الانسان بان غير الانبياء عليهم الصلوة
والسلام يعجزون عن الاتيان بمثله فلذا
سميت المعجزة خرق العادة اي خرق
عادة بني آدم لا خرق عادة الملئكة و
الشياطين قالوا انه صلى الله عليه وسلم نور
لان الله سبحانه وتعالى قال يا ايها الناس
قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين قلنا
آمنا وسلمنا انه نور لكن النورانية تصير
سببا للمدح اذا صار البشر نورا بارتقائه
من كثافة البشرية الى معارج
النور الاصلي اما غير البشر

انسان ہے۔ ایک مشہور ضرب المثل میں خوب کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر عام بشر کی مانند نہیں بلکہ آپ یاقوت
کی طرح ہیں کہ وہ بھی پتھر تو ہوتا ہے مگر اسے یاقوت کہتے ہیں
پتھر نہیں کہتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ لوگ حضور علیہ السلام سے
بشریت کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ بشریت ہی آپکی رسالت
کی تصدیق اور آپکے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق
کا سبب ہے۔ کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا
خرق عادات تو یہی تصدیق رسالت کا سبب بنا کرتے
ہیں ورنہ اگر یہ سب کچھ فرشتوں سے صادر ہوں یا جن اور
شیطان سے پیدا ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا کیونکہ خرق عادت
فرشتوں اور شیاطین سے ایک مسلمہ اور عادی امر ہے
بلکہ معجزہ اور خرق عادت کی حقیقت ہی انسان سے تعلق
قائم کرنے کے ساتھ پیدا ہوا کرتی ہے کہ دوسرے انسان
انبیاء علیہم السلام کے بغیر ایسا کرنے سے عاجز ہوا کرتے ہیں
اسی بنا پر معجزہ کو خرق عادت کا نام دیا گیا ہے یعنی معجزہ
بنی آدم کی روزمرہ عادت کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ یہ مطلب
نہیں کہ وہ معجزہ فرشتوں یا شیاطین کی طاقت سے بھی
باہر ہوتا ہے۔ صوفی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں کیونکہ
خدا نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کا نور آیا ہے
اور روشن کتاب (قرآن مجید) لایا ہے۔ اسلئے آپکو بشر کہنا
صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہمیں بھی تسلیم ہے اور ہمارا بھی
ایمان ہے کہ آپ نور ہیں مگر نورانیت انسان اور بشر ہی کے
لئے تعریف کا سبب بنتی ہے جبکہ وہ کثافت بشری سے
نکل کر اصلی نورانیت کے بلند مراتب پر ترقی کر جائے اور جب

ان اتصف بالنور فالنورانية فيه طبعية لا كسبية قال الله تعالىٰ والقمر نورا فالقمر ما ارتقى من كثافة المادية الى النورانية بكسبه بل خلقه الله تعالىٰ نورا فيكون نورانيته طبعية وليس فيه غرابة ومدح معتد به قال الله تعالىٰ يهدى الله لنوره من يشاء فالبشرية الصافية عن الكدورات النفسانية مدح واي مدح وكمال اي كمال والعجب من القوم كيف زعموا الكمال نقصا والمدح ذما انتهى۔ ومن تلك المسائل مسئلة التعظيم لغير الله تعالىٰ قال قوم التعظيم لغير الله شرك او كفر او بدعة على اختلاف آرائهم قال المؤلف وفقه ربه لما يحب و يرضى انى الفت كتابا قبل هذا باعوام مسمّية بالاصول الاربعة فى ترديد الوهابية مبوبا وفتحت فيه بابا عنوانه الباب الاول فى جواز التعظيم لغير الله تعالىٰ وشاع الكتاب بعد الطبع ووصل الى من يدعى العلم من جماعتهم فقال غير الله يدخل فيه الاصنام والاوثان وتعظيم الاصنام شرك۔ اقول عجيب له انا ما قلت

انسان کے بغیر اگر کوئی (مثلاً فرشتہ) نورانیت سے موصوف ہو جائے تو اس کی یہ تعریف شمار نہ ہوگی کیونکہ نورانیت اس میں فطرتی ہوتی ہے۔ بعد میں حاصل نہیں ہوتی چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے چاند کو نور بنایا تو چاند نے کثیف مادہ سے نورانیت کی طرف ترقی نہیں کی بلکہ خدا نے اسے نور ہی پیدا کیا ہے تو اس کی نورانیت فطرتی ہوگی جسمیں نہ کوئی تعریف نکلتی ہے اور نہ قابل قدر روح پیدا ہوتی ہے خدا نے فرمایا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کیطرف ہدایت کرتا ہے پس ایسی بشریت جو نفسانی کدورتوں سے صاف ہو ایک بڑی تعریف اور مدح ہے اور بہت بڑا کمال ہے۔ مجھے اپنے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کیسے کمال کو نقص جانتے ہیں اور کس طرح مدح کو مذمت سمجھ رہے ہیں (انتہیٰ) مختلف فیہ مسائل میں سے غیر اللہ کی تعظیم بھی ہے چند لوگوں کا خیال ہے کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے یا کفر ہے یا بدعت ہے۔ اس میں ان کی رائیں مختلف ہیں۔ مؤلف رسالہ ہٰذا کہتا ہے (خدا اسے اس امر کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا ہے) کہ میں اس رسالہ سے پہلے کئی سال ایک کتاب تصنیف کر چکا ہوں جس کا نام ہے "الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ" جس میں کئی باب ہیں اور ایک خاص باب اس عنوان سے لکھا ہے کہ باب اول غیر اللہ کی تعظیم میں اور وہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور جماعت مخالفین کے اہل علم کے پاس پہنچ بھی چکی ہے کہ تاہم مخالف کہتا ہے کہ غیر اللہ میں بت اور مورتیاں بھی داخل ہیں اسلئے تم انکی بھی تعظیم کیا کرو۔ حالانکہ یہ صحیح ہے کہ بتوں کی تعظیم شرک ہے اور جواب میں میں کہتا ہوں کہ میں یہ نہیں کہتا

جمیع غیر اللہ حتی یدخل فیہ الاصنام
اما قال تعالیٰ ان الانسان لیطغی
ان راہ استغنی الا تدخل الانبیاء علیہم
السلام فی نوع الانسان وکیف یحکم
علیہم بالطغیان اما قال تعالیٰ یا
بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد
الا تدخل الکفار فی بنی آدم وکیف یکون
زینتھم عند کل مسجد وامثال ذلک
کثیر فی القرآن کما فی قولہ تعالیٰ قتل
الانسان ما اکفرہ وغیرہ ذلک فان
دخل الاصنام فی عموم غیر اللہ یدخل
الانبیاء المعصومون فی الطغیان والکفار
فی المساجد بزعمہم فما کان جوابہم
کان جوابنا نعم بعض غیر اللہ الذی
امر اللہ بتعظیمہ یجب تعظیمہ اما
قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ
فانہا من تقوی القلوب والصفا و
المروۃ من شعائر اللہ قال اللہ
تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من
شعائر اللہ وہما جبلان بقرب
الحرم المکی وقال تعالیٰ والبدن
جعلناہا لکم من شعائر
اللہ والمزدلفۃ والمنی
من شعائر اللہ قال اللہ

کہ جمیع غیر اللہ قابل تعظیم ہیں تاکہ ہمیں بت بھی شامل
ہوں کیا خدا تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ انسان سرکشی
کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خود مالدار ہے تو کیا انبیاء
علیہم السلام نوع انسانی میں داخل نہیں ہیں؟ اگر
ہیں تو انپر سرکشی کا حکم کیسے صحیح ہوگا۔ خدا نے یہ
بھی کہا ہے کہ اے بنی آدم ہر مسجد اور نماز کے وقت
اپنی زینت حاصل کرو تو کیا کفار بنی آدم میں داخل
نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک نماز میں انکی زینت کیسے
ہوگی۔ غرضیکہ اس قسم کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں
چنانچہ یہ ایک اور مثال ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ انسان
بڑا کافر ہے جس سے مراد تمام انسان نہیں۔ اس کے
سوا اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں پس اگر غیر اللہ کے عام
لفظ میں بت داخل ہیں تو انبیائے معصوم بھی طغیان
میں داخل کرنے پڑینگے اور کفار بھی انکے خیال میں داخل
صلوٰۃ ہوں گے تو جو جواب تم دوگے وہی جواب ہم دینگے
مگر ہاں بعض غیر اللہ وہ بھی ہیں جن کی تعظیم کا حکم خود خدا
نے دیا ہے اسلئے انکی تعظیم واجب ہوگی۔ کیا خدا نے
یوں نہیں کہا کہ جو خدا کی یادگاروں کی تعظیم کرتا ہے تو
تعظیم انکے دل کے تقوی کی علامت ہے۔ کہ صفا و
کوہ مروہ بھی اللہ کی یادگار ہیں۔ چنانچہ صاف لفظوں میں
خدا نے کہا ہے کہ بیشک صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے
جو کہ حرم مکہ کے قریب دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں
یہ بھی کہا ہے کہ بڑے جانور (اونٹ اور گائے) خدا نے
تمہارے لیے اپنی یادگار بنائے ہیں مزدلفہ اور منی بھی شعائر اللہ

تعالیٰ فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستلم الحجر الاسود الیس فی الاستلام معنی التعظیم و امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتعظیم الوالدین قال اللہ تعالیٰ فی حقہما ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما وقال ان اشکرلی و لوالدیک الیس فی الآیتین الامر بتعظیم الوالدین قال اللہ تعالیٰ لا یمسہ الا المطھرون الیس فیہ تعظیم القرآن قال اللہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ و للمؤمنین الیس فی الآیۃ التعظیم للرسول وللمؤمنین قال اللہ تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون الیس فی الآیۃ التعظیم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی غیر ذلک من الآیات والاحادیث فی ھذا الباب فان سلمتم وجوب التعظیم لھؤلاء المذکورین فما معنی قولکم التعظیم لغیر اللہ حرام

ہیں۔ چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ مشعر حرام (مزدلفہ ومنیٰ) میں اللہ کا ذکر کرو۔ ارے یہ تو بتاؤ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو کیا نہیں بوسہ دیا کرتے تھے؟ تو کیا بوسہ دینے میں تعظیم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود والدین کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے ماں باپ کو ان کے جواب میں یہ بھی نہ کہو کہ (اُف) میں تمہارے کہنے سے بیزار ہو گیا بلکہ ان پر آواز نہ کسنا اور ان سے بات کہنی ہو تو انسانیت سے کہنا پھر کہا کہ اے انسان میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی شکریہ ادا کر۔ اب بتاؤ کہ کیا ان دونو آیتوں میں والدین کی تعظیم کا حکم نہیں؟ یہ بھی کہا ہے کہ قرآن مجید کو پاک ہی ہاتھ لگائیں تو کیا اس میں قرآن کی تعظیم نہیں؟ پھر کہا کہ اللہ اور رسولؐ اور مومنین کے لئے عزت ہے تو کیا اس آیت میں رسولؐ اور مومنین کی تعظیم نہیں بتائی گئی؟ پھر خدا تعالیٰ نے کہا کہ نبیؐ کی آواز سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور کوئی بات نبیؐ سے کہنی ہو تو گستاخی سے اونچی آواز کیساتھ مت کہو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو کہہ لیتے ہو۔ ورنہ تمہارے نیک عمل سب ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ لگے گا۔ تو کیا اس آیت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مذکور نہیں؟ اس قسم کی اور بھی بہت آیات ہیں اور احادیث بھی اس مضمون کے متعلق بہت ہیں پس اگر تم مذکورالصدر مخلوق کی تعظیم کا وجوب تسلیم کرتے ہو تو تمہارے اس قول کا کوئی مطلب نہ ہوگا کہ غیر اللہ کی تعظیم

وان انكرتم فما معنى الايات المذكورة وما معنى قوله تعالى و تعزروه وتوقروه وان اصررتم على ضلالتكم فنقول كما قال الله تعالى أفرأيت من اتخذ الهه هواه و اضله الله على علم وختم على سمعه و قلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله فاذا كانت الاماكن والجبال والدواب واجب التعظيم بحكم القرآن فلا شك ان اولياء الله تعالى احياءً او امواتاً من عباد الله المؤمنين الصالحين كلهم واجب التعظيم وقد مر ما قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين اليس الاولياء و الصلحاء داخلين فى زمرة المؤمنين ومن الذى قال لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل اراد وا تحقير من عظمه الله تعالى فرد الله عليهم بقوله ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين فتحقير من عظمه الله تعالى فبين لنا اى فريق من المسلمين آمنا سمعوا

حرام ہوتی ہے بالفرض اگر تم اسے تسلیم نہیں کرتے تو آپ ہمیں آیات مذکورہ بالا کا مطلب سمجھا دیں کہ کیا ہے؟ اور اس آیت کا مطلب بھی بتا دیں کہ کیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے کہ تم اپنے نبی کی عزت و توقیر کیا کرو اور اگر تم اپنی گمراہی پر ہی اڑے رہے تو ہم تمہارے متعلق یہ آیت پڑھ دینگے کہ کیا تم ایسے لوگ نہیں دیکھتے ہو جو ہوائے پرستی کرتے ہیں؟ اور خدا نے دیدہ دانستہ ان کو گمراہ کر دیا ہے اور ان کے کان اور قلب پر مہر کر دی ہے اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے تو اب خدا کے بعد ان کو کون ہدایت دے سکتا ہے؟ پس جب مقامات مقدسہ اور پہاڑ اور جانور بھی قرآنی حکم سے واجب التعظیم ٹھہرے۔ . . . . تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اولیاء زندہ ہوں یا مردہ وہ سارے خدا کے نیک ایماندار بندے ہیں اور وہ واجب التعظیم ہیں چنانچہ میں پہلے یہ آیت لکھ چکا ہوں کہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور رسول کے ماننے والوں کی۔ تو کیا اولیاء اللہ اور صلحاء اور مومنین کی جماعت میں داخل نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ کس نے کہا تھا کہ اگر ہم مدینہ میں واپس آئینگے تو صاحب عزت ذلیل کو وہاں سے نکال دیگا؟ میں بتاؤں، یہ منافقوں نے کہا تھا اور وہ اس سے رسول علیہ السلام کی توہین چاہتے تھے جس کو خدا نے واجب التعظیم قرار دیا تھا۔ اسلئے خدا نے انکی تردید میں کہا کہ عزت تو اللہ اور رسول کی ہے اور مومنین بھی ذی عزت ہیں۔ اب دیکھیں کون نکلتا ہے؟ سچ بتاؤ جس کو خدا واجب التعظیم ٹھیرائے اس کی توہین کرنا

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار حین جاء سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قوموا لسیدکم فامر بالقیام تعظیما لہ فان قیل الامر بالقیام کان لنزولہ عن الدابۃ لانہ کان مریضا قلنا سوق الکلام یشہد بخلاف ذلک لانہ ان کان المراد بالامر نزولہ عن الدابۃ فالمناسب ان یقول قم یا فلان وانزل سعدا او قم یا فلان و یا فلان وانزلا سعدا لکن الامر بلفظ الجمع ولفظ السید فی حقہ رضی اللہ عنہ ینادی باعلی الصوت ان المراد بامر قوموا لسیدکم التعظیم والتوقیر اما علموا ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم کانوا خاشعین فی مجلسہ الشریف کان علی رؤسہم الطیر واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ومن تلک المسائل مسئلۃ سماع الموتی قالوا الموتی لا یسمعون مستدلین بقولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی وقولہ تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور قلنا المراد بالموتی ومن فی القبور

کس مسلمان کا کام ہے۔ کیا تم مخالفین نے رسول علیہ السلام کا یہ حکم بھی نہیں سنا کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ لڑائی سے واپس آئے تھے تو آپ نے انصار سے کہا تھا کہ اپنے سردار کا کھڑے ہو کر استقبال کرو تو یہ قیام تعظیمی تھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ آپ بیمار تھے تاکہ گھوڑے سے آپکو بآرام اتاریں۔ ورنہ تعظیم کے لئے یہ حکم نہ تھا۔ تو ہم کہیں گے کہ اس واقعہ کے متعلق سلسلۂ کلام اس کے خلاف ہے کیونکہ اگر گھوڑے پر سے اتارنا مراد ہوتا تو یوں کہنا مناسب تھا کہ ارے فلاں آدمی اٹھو اور ان کو گھوڑے سے اتار دو۔ یا یوں حکم ہوتا کہ ارے فلاں و فلاں تم دونو اٹھو اور سعد کو گھوڑے سے اتار دو۔ مگر یہاں تو جماعت کو مخاطب کیا ہے اور سعدؓ کو سید کہا ہے اور یہ سید کا لفظ سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں بآواز بلند پکارتا ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے مراد حضرت سعدؓ کی تعظیم و توقیر تھی پھر کیا مخالفین کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کے دربار میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے متواضع ہو کر بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب خدا جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرے۔ مختلف فیہ مسائل میں سے سماع موتی کا مسئلہ بھی ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے اور ثبوت یہ دیتے ہیں کہ خدا نے حضور علیہ السلام سے کہا ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ اُن مُردوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں پڑے ہیں۔ اور ہم جواب میں یوں کہتے ہیں

الکفار والمراد من السماع سماع قبول والدلیل علی ان المراد من السماع سماع قبول ان الکفار ما کان فی اذانہم صمم حتی لا یسمعوا کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہم وان کانوا یسمعون فی الظاہر لکنہم کانوا محرومین من سمع القبول ومن ھذا الباب قول المصلی سمع اللہ لمن حمدہ فان المراد من السماع سماع قبول کما یقال نادیت الامیر بحاجتی فما سمعہ یعنی ما سمعہ بسمع القبول فلیس فی الآیتین دلیل علی عدم سماع الموتی بل فیہما دلیل علی سماع الموتی لان المشبہ وھم الکفار یسمعون فکیف یشتبہ من لا یسمعون فکما ان الکفار یسمعون فی الظاہر کذالک الموتی یسمعون فی الظاہر واما سماع القبول فالکفار محرومون عنہ للانکار القلبی والموتی محرومون عنہ لعدم قدرتہم علی الجواب فکانہم ما سمعوا ومعنی الآیتین انک لا تسمع الموتی ولا تسمع من فی القبور انک لا تسمعہم بل اللہ تعالیٰ یسمعہم علی حد قولہ تعالیٰ انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء

کہ مُردوں اور قبر والوں سے مراد یہاں کفار ہیں اور سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے اور اس امر کا ثبوت کہ یہاں سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے یہ ہے کہ کفار کے کانوں میں بہرا پن نہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا کلام نہ سُن سکتے۔ پس وہ اگرچہ بظاہر سنتے تھے لیکن تصدیقی سننے سے محروم تھے۔ اسی محاورہ کے مطابق ہے نمازی کا یوں کہنا کہ سمع اللہ لمن حمدہ خدا اس کی بات مان لیتا ہے جو اسکی تعریف کرتا ہے۔ یہاں بھی تصدیقی سُننا مراد ہے اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ میں نے امیر کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارا۔ مگر اس نے ایک نہ سنی یعنی میری پکار کو منظور نہیں کیا پس دونوں آیتوں میں مُردوں کے نہ سننے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ان میں سماع موتیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ یہاں کفار کو مُردوں سے مساوی مانا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سنتے تھے اور وہ نہیں سنتے تھے تو یہ مساوات کیسے ہوگی؟ تشبیہ تب ہی صحیح ہوگی کہ دونو بظاہر سنتے تسلیم کئے جائیں سو حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کفار بظاہر سنتے ہیں تو مُردے بھی بظاہر سنتے ہیں مگر تصدیقی سننا دونوں میں نہیں کیونکہ کفار انکار قلبی کی وجہ سے اس سے محروم ہیں اور مُردے اس لئے محروم ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو گویا وہ بھی نہیں سنتے اب دونو آیت کا مفہوم یُوں ہے کہ آپ تو ان کو نہیں سنا سکتے۔ مگر خدا ان کو سنا دیگا جیسا کہ ارشاد ہے کہ آپ تو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ پسند کریں لیکن خدا جسے چاہے ہدایت

وقد نص فی القرآن ان اللہ یسمع من
یشاء وما انت بمسمع من فی القبور
رجعنا الی الکلام فی اصل السماع
فنقول ان السماع والنظر والکلام
والبطش والمشی وجمیع الافعال
الارادیة وظیفة الروح بمعاونة
الحواس والجوارح مادام فی حالة الحیوٰة
وبدون معاونة الحواس والجوارح بعد
الممات ومصداق ذالک حالة النوم
فان النوم یعطل فیہ الحواس الظاہرة
والباطنة والجوارح من العمل والروح
یری ویسمع وینظر ویتکلم ویبطش
ویلتذ بالمستلذات ویألم بالمؤلمات
فارواح الاحیاء مع حبسہا فی البدن
تفعل جمیع ما ذکر فی النوم فارواح
الاموات المطلقات من حبس البدن
کیف لا تقدر علی ما تقدر
علیہ فی حالة حبس البدن
فلذا قیل النوم اخ الموت نعم
ارواح الکفار المحبوسین
فی الدرکات محرومون عن
الادراکات مشغولون بنتائج
سوء اعمالہم وکذا الفساق
ان لم یرحمہم ربہم

دے دیتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی تصریح بھی
موجود ہے کہ خدا جسے چاہے سنا دیتا ہے اور آپ اہل
قبور کو نہیں سنا سکتے۔ اب ہم اصل مسئلہ سماع موتے
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سننا، دیکھنا
بولنا، حملہ کرنا، چلنا اور تمام خود اختیاری فعل روح
انسانی کا فرض ہیں کہ جب تک انسان زندہ رہے
اس کی روح حواس اور بیرونی اعضا کی امداد سے
فرائض بہم پہنچائے اور موت کے بعد اس کا فرض ہے
کہ بغیر امداد حواس اور بیرونی اعضا کے یہ سب کام کرے
اس کی مثال نیند ہے کیونکہ نیند کی حالت میں تمام حواس
معطل ہوجاتے ہیں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور
بیرونی اعضا بھی کام سے رہ جاتے ہیں مگر روح
حسب دستور چلتی ہے اور سنتی ہے، دیکھتی ہے، بولتی ہے
حملہ کرتی ہے، لذیذ چیزوں سے لذت بھی اٹھاتی ہے
اور موذی اشیاء سے تکلیف بھی پاتی ہے۔ پس ثابت
ہوا کہ زندہ کی روح بحالت نوم اگرچہ جسم میں مقید
ہے سب کچھ کرلیتی ہے تو مردہ کی روح جو جسمانی قید
سے رہا ہو چکی ہے کیسے ان افعال پر قادر نہ ہوگی
جن پر کہ بقید جسمانی قادر تھی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے
کہ نیند موت کے برابر ہے اور ارواح کفار کے جو
دوزخ کے قیدخانوں میں قید ہیں وہ ان امور کے دریافت
کرنے سے محروم رہتے ہیں اور اپنی بدعمل کے بد نتائج
میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح گنہگاروں کی مغفرت
بھی جب تک کہ خدا ان پر رحم نہیں کرتا۔ اپنے عذاب

ومن تلك المسائل مسئلة التوسل
عند الله تعالى بارواح الصلحاء
من عباده احياءً واموتاً وهذه
المسئلة لها فروع الفرع الاول
بان ينادى ربه ويتوسل
بروح الصالح من عباده المقرب
لبابه نحو قولنا اللهم انى اتوسل
اليك بروح سيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم او بروح الشيخ
الفلانى وهذا النوع جائز لا غبار
عليه عند كافة الامة المرحومة
الا من اعمى الله قلبه وختم على
سمعه وبصره وقد هدانا الله
تعالى الى هذا بقوله يا ايها الذين
امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه
الوسيلة فلفظه اتقوا الله قبل
الامر بابتغاء الوسيلة تشير الى
الحث واللزوم بابتغاء الوسيلة الى
حضرة قدسه تعالى وتعليم الادب
لعباده بتقديم الوسيلة كان طلب
المسئول من اكابر الوقت
غالباً لا يكون بدون تقديم
الوسيلة من الهدايا وشفاعة
مقرب عنده كذلك طلب

میں مصروف و مبتلا رہتے ہیں متنازع فیہ مسائل
میں سے ایک توسل کا مسئلہ بھی ہے کہ آیا اللہ کے
نیک بندوں کی روحوں کا خواہ وہ زندہ ہوں یا
مُردہ خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے؟ اور اس
مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ انسان خدا کو پکارے
اور بارگاہِ الٰہی کے صالح بندوں میں سے کسی ایک
کو اپنا وسیلہ بنائے مثلاً یوں کہے کہ یا اللہ میں تیری
بارگاہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
روح مبارک کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یا یوں کہے کہ فلاں
شیخ کی روح کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یہ صورت بلاشبہ جائز
ہے تمام اُمت محمدیہ کے نزدیک۔ ہاں اسکا وہ مخالف
ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کیا ہوا ہے اور اس کے
کان اور آنکھ پر مُہر کر دی ہے اور ہمیں خدائے تعالےٰ
نے اس آیت سے ہدایت کا راستہ دیا ہے کہ اے لوگو
جو ایمان لائے ہو، خدا کے عذاب سے ڈرو اور اس کی
طرف وسیلۂ نجات طلب کرو۔ اس آیت میں وسیلہ
طلب کرنے سے پہلے یہ لفظ ہے کہ اللہ کے عذاب سے
ڈرو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی مقدس بارگاہ
میں وسیلہ طلب کرنے پر شوق دلایا گیا ہے اور اسے
واجب قرار دیا گیا ہے، اور عباد اللہ کے وسیلہ پیش کرنے
سے ادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ دنیاوی اکابر
سے عموماً اپنی حاجت طلب کرنا یوں ہی ہوتا ہے کہ ہدیہ
یا تحفہ کو وسیلہ بنایا جائے یا کسی مقرب کی سفارش
پیش کی جائے جس کی عزت اُس بزرگ کے دل میں ہو

المسئول من الملك العلام لا يصلح
الا بتقديم الوسيلة واوثق الذرائع
واحسن الهدايا الى الغنی المتعال
التوسل بارواح الصالحين
من عباده قالوا التوسل المامور
فی القرآن انما يكون بالاعمال
لا بالابدان مستدلين بحديث
الثلاثة الذين حبسوا فی الغار
قلنا كما يجوز التوسل بالاعمال
كذالك يجوز بالابدان كما
توسل سيدنا الفاروق
رضی الله عنه عام قحط المطر
بسيدنا العباس رضی الله عنه
ولان التوسل بالاشخاص
حقيقة هو التوسل باعمال
ذلك الشخص لا بجسمه
الظاهر فصار التوسل
بالاشخاص توسلا بالاعمال
الفرع الثانی من التوسل
بان ينادی الی روح احد
من عباد الله الصالحين بان
يقول يا سيدی رسول الله
اغثنی او يا سيدی الشيخ
الفلانی امددنی ففيه تفصيل

علیٰ ہذا القیاس عالم الغیب خدا بادشاہ کے دربار میں بھی اپنی حاجت طلب کرنا سوائے وسیلہ پیش کرنے کے اور کوئی پختہ ذریعہ تلاش کرنے کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ اور اس غنی لاپرواہ خدا کے دربار میں بہترین تحفہ یہی ہے کہ ارواح عباد اللہ صالحین کو وسیلہ بنایا جائے مگر مخالف کہتے ہیں کہ جس وسیلہ پیش کرنے کا حکم قرآن مجید میں ہے اس سے مراد صرف اعمال صالحہ ہی ہیں کسی کی شخصیت وسیلہ نہیں ہو سکتی اور ثبوت میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے اعمال حسنہ کو پیش کرکے دعا مانگی تھی اور وہ دعا منظور بھی ہوگئی تھی اور ہم جواباً کہتے ہیں کہ توسل جس طرح اعمال سے جائز ہے۔ اسی طرح خدا کے نیک بندوں سے بھی صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قحط پڑ گیا تھا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا تھا۔ درحقیقت کسی نیک بندے کا توسل پیش کرنا اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے نیک عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہری جسم پیش نہیں کیا جاتا تو اس لحاظ سے شخصی توسل بھی توسل بالاعمال بن جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خدا کے نیک بندوں میں سے کسی ایک کی روح کو پکارے اور یوں کہے کہ اے میرے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میری فریاد رسی فرمایئے یا یُوں کہے کہ اے میرے آقا فلاں شیخ میری مدد کیجئے۔ تو اس کی تشریح یوں ہے

ان کان مراد القائل التجوز اعنی نداءہ للعبد الصالح بطریق المجاز و یعلم ان المعطی والمانع هو الله تعالیٰ و العبد الصالح وسیلة الی حضرة قدسه و یعد نفسه احقر من ان یناجی ربه فذلك جائز لان الاعمال بالنیات و لکل امرئٍ مانوی فالله تعالیٰ هو المعطی والنبی صلی الله علیه وسلم هو القاسم وقد جرت العادات للفقراء والمحتاجین باظهار فقرهم للقاسم لا المعطی و یتفرع علی هذا البحث مسئلة جواز نداء الغائب وعدم جوازہ قالوا لا یجوز النداء للغائب ومن اعتقدہ فقد اشرك بالله تعالیٰ قلنا ما مرادهم بالغائب الغائب من النظر ام الغائب عن القلب فان کان مرادهم الغائب عن النظر فالله تعالیٰ غائب عن النظر قال الله تعالیٰ لا تدرکه الابصار وهو یدرك الابصار فلا یجوز لاحدهم ان یقول یا الله وان کان مرادهم الغائب عن القلب فالله تعالیٰ حاضر فی قلب کل مؤمن بہ ولیس بغائب و رسول الله علیه وسلم ایضاً حاضر فی قلب

کہ اگر اس کی مراد مجاز ہے یعنی جب وہ نیک بندے کو پکارتا ہے تو مجازی طریق پر پکارتا ہے۔ ورنہ وہ بھی جانتا ہے کہ خدا ہی دیتا ہے یا روکتا ہے مگر عبد صالح درمیان میں وسیلہ ہے کیونکہ وہ خدا کی بارگاہ میں مقرب ہے اور میں اس امر کے لائق نہیں کہ خدا سے کوئی راز کی بات کہوں تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ اعمال کی بنیاد نیت پر ہوتی ہے اور انسان کو نیت کا پھل ملتا ہے خدا دینے والا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا عطیہ تقسیم کرنے والے ہیں اور یہ دستور چلا آیا ہے کہ فقیر اور محتاج تقسیم کرنیوالے کے پاس اپنی ضرورت پیش کیا کرتے ہیں اور اصل سخی کی خدمت میں پیش نہیں کرتے۔ اسی بحث سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ غائب کو پکارنا صحیح ہے یا ناجائز؟ مخالف کہتے ہیں کہ ناجائز ہے کہ غائب کو پکارا جائے اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ غائب کے لفظ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ آیا وہ آدمی جو نظر سے غائب ہو یا دل سے غائب ہو؟ اگر تم نظر سے غائب مراد لیتے ہو تو خدا بھی نظر سے غائب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کو نظر دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بندوں کی نظر کو دریافت کر لیتا ہے۔ تو کسی مخالف کو بھی یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ وہ کہے "اے اللہ" اگر مخالف کی مراد اس لفظ سے وہ غائب ہے جو دل سے پوشیدہ ہو تو خدا تعالیٰ تو ہر ایک کے قلب میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب نہیں ہوتا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ایک مومن کے قلب میں

كل مؤمن به وليس بغائب فهو ينادى الى من فى قلبه وحاضر القلب اعلى واحلى من حاضر النظر فما بقى للغائب محل يمنعون النداء اليه واما قولهم فالله تعالى يسمع والنبى صلى الله عليه وسلم لا يسمع ففيه بحث ليس هذا محل نشره وقد سبق فى مسئلة سماع الموتى نبذا منه ولئن سلم ان النبى صلى الله عليه وسلم لا يسمع فنقول فالله تعالى يسمع قول القائل يارسول الله اغثنى اوما سمع لا سبيل الى الثانى فاذا سمع من عبده النداء لحبيبه وصفيه واستغاثته برسوله الذى هو بالمؤمنين رؤف رحيم اليس مقتضى كرمه انجاح مطلوبه فان قلت نعم فهو المطلوب ان قلت لا فعليك بالبرهان وايضا فى الحديث الذى اخرجه البخارى فى صحيحه عن ابى هريرة انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى قال من عادى لى وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب الى عبد بشئ

حاضر ہوتے ہیں اور غائب نہیں ہوتے پس مومن بھی اسی کو پکارتا ہے جو اس کے دل میں حاضر ہوتا ہے اور دل کا حاضر نظر کے حاضر سے بالاتر اور مرغوب تر ہوتا ہے تو کوئی ایسا غائب نہ رہا جس کو پکارنا وہ ناجائز سمجھتے ہیں اور مخالفین کا یہ کہنا کہ خدا تو سنتا ہے مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پکار نہیں سنتے، قابلِ غور ہے۔ یہ مقام اس پر بحث کرنے کا نہیں اور مسئلہ سماع موتیٰ میں اس کی کچھ تفصیل گذر بھی چکی ہے اگر بالفرض تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضور علیہ السلام کسی کی پکار نہیں سنتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ یارسول اللہ اغثنی کا فقرہ خدا سنتا ہے یا نہیں؟ یہ تو ناممکن ہے کہ خدا نہ سنے۔ تو جب وہ سنتا ہے کہ اس کا ایک بندہ اس کے حبیبؐ اور برگزیدہ نبی علیہ السلام کو پکار رہا ہے اور اس کے اس رسول علیہ السلام سے فریاد کر رہا ہے جو مومنین پر کمال طور پر رحمدل ہے تو کیا خدا کا فضل یہ روا نہ رکھیگا کہ اس کی مراد پوری کرے۔ پس اگر تم اسے مانتے ہو تو ہمارا مطلب بھی یہی ہے۔ اگر انکار کرتے ہو تو کوئی صحیح دلیل پیش کرو۔ دیکھو ایک حدیث میں آیا ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں درج کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ جو شخص میرے مقرب دوست سے عداوت کرے، میں اسے لڑائی کا اعلان کروں گا۔ اور میری بارگاہ میں انسان کے لئے تقرب کا وسیلہ اس سے بڑھ کر

احب الي مما افترضته عليه ولا يزال
العبد يتقرب الي بالنوافل حتى
احببته فاذا احببته كنت سمعه الذي
يسمع به وبصره الذي يبصر به الحديث
واي اقرب اليه تعالى من حبيبه
صلى الله عليه وسلم ثم اذا سمع بسمعه
تعالى وبصر ببصره تعالى فكيف
لا يسمع من ينادیه من قريب او
بعيد فان ذلك القرب والبعد انما
هو باعتبارنا لا باعتباره صلى الله
عليه وسلم وهذا مشاهد لمن كحلت
عينا بصيرته بالنور الالهي انتهى
ومن تلك المسائل مسئلة زيارة
قبور الانبياء والاولياء قالوا
السفر لزيارة القبور وان كان
قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم
بدعة او شرك باختلاف اقوالهم
وما ادري كيف يجترؤن على اشراك
جميع الامة من لدن زمنه صلى
الله عليه وسلم الى هذا الوقت و
قد قال النبي صلى الله عليه وسلم
لا يجتمع امتي على الضلالة
ويد الله على الجماعة ومعلوم ان
من قال لاخيه المؤمن يا كافر

نہیں کہ جو میرے فرائض ہیں ان کو وہ ادا کرے۔
اسی طرح میرا بندہ نوافل سے میرا مقرب بنتا چلا جاتا
ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
تو پھر میں خود اس کی قوتِ سماعت بن جاتا ہوں تو
وہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے اور اس کی بصارت
بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے الخ۔ بتاؤ خدا
کا بڑا مقرب اس کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہے تو ثابت ہوا کہ حضور
علیہ السلام خدائی سماعت سے سنتے ہیں اور اسی کی
بصارت سے دیکھتے ہیں تو پکارنے والا خواہ قریب ہو
یا بعید آپ اس کی پکار کیوں نہ سنیں گے؟ کیونکہ قرب
و بُعد کا فرق تو ہمارے متعلق ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام
کے متعلق نہیں ہوتا۔ اس کا مشاہدہ وہ شخص کر سکتا ہے
جس کی دونوں آنکھوں میں نورِ الٰہی کا سرمہ لگا ہوا ہو۔ (انتہی)
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ قبور انبیاء و اولیاء
کی زیارت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ زیارتِ
قبور کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ اگرچہ وہ قبر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو بعض کہتے ہیں وہ شرک
ہے۔ بہرحال ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے مجھے معلوم
نہیں ہوتا کہ وہ کیسے تمام امت محمدیہ کو مشرک بنانے کی
جرات کر لیتے ہیں جو عہد رسالت سے لیکر اب تک چلی
آئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
اُمت گمراہی پر متفق نہ ہو گی اور اس جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے
اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص کسی مومن کو یہ لفظ کہے اے کافر

فقد باء بهما احدهما فالى الله المشتكى فقطع النظر عن الاحاديث فى باب زيارة القبور واقوال العلماء نقول اما قال الله تعالى ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما فهل قيّد سبحانه تعالى مجيئهم فى حال الحيٰوة كما اولوها وهل قيّد مجيئهم من قريب او بعيد كما قرروها بل هى عام الدلالة فى حياته و بعد مماته من قريب او بعيد اجمع الامة قديما وحديثا بجواز زيارة القبور و ترغيب زيارة قبور الصلحاء ففى زيارة القبور نفع للميت بالدعاء له بالمغفرة واهداء ثواب القرأة لروحه ونفع للزائر بالتيقظ والتهيؤ للموت وشفاعة ارواح الصلحاء فى حق زائريهم ولا عبرة بفعل بعض الجهلاء من السجود لقبور الاولياء او الطواف بالقبور فان كلا منها حرام واللازم على اهل البصيرة ان يعلموهم اداب الزيارة ولا يمنعوهم من اصل الزيارة الا ترى

تو ان دونوں میں سے ایک ضرور کفر لیکر پھرتا ہے والی اللہ المشتکی اس سے قطع نظر کر کے کہ زیارت قبور کے متعلق کئی ایک احادیث وارد ہیں اور اہل علم کے تحقیقی قول بھی موجود ہیں ہم کہتے ہیں کہ کیا خدا نے یوں نہیں کہا کہ اے نبیؐ جن لوگوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اگر وہ آپکے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور آپ خدا کے رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور خدا کو مہربان اور توبہ قبول کرنے والا پاتے ۔ اب تم بتاؤ کیا اس آیت میں خدا نے رسول کی زندگی کی شرط لگائی ہے؟ جیسا کہ تم اس کی تاویل کرتے ہو۔ یا یہ شرط لگائی ہے کہ آنے والا دور ہو یا نزدیک جیسا کہ تمہارا خیال ہے ۔ نہیں نہیں ۔ یہ آیت عام مفہوم رکھتی ہے ۔ خواہ زندگی میں کوئی آئے یا آپکی وفات کے بعد پھر وہ خواہ قریب ہو یا بعید قدیم اور موجودہ اُمت کا اتفاق ہے کہ زیارت قبور جائز ہے اور قبور صلحاء کی ترغیب دینا بھی جائز ہے ۔ کیونکہ زیارت قبور میں میت کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے (کیونکہ اس کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور قرأۃ قرآن کا ثواب دیا جاتا ہے اس کی روح کو) اور زائر کو بھی فائدہ ہوتا ہے کہ وہ ہوشیار ہو جاتا ہے اور موت کی تیاری کرتا ہے اور خدا کے نیک بندوں کی روحیں بارگاہ الٰہی میں اسکی شفاعت کرتی ہیں ۔ مگر جو کچھ جاہل وہاں جا کر کرتے ہیں مثلاً قبر کو سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا ۔ تو وہ بہر حال حرام ہوتا ہے اور اہل علم کا فرض ہے کہ ان کو آداب زیارت کی تعلیم دیں اور اصل زیارت سے ممانعت نہ کریں کیا

او ان ضریرا فاقد البصر دخل مسجدا وصلی الی غیر القبلۃ فاللازم علی اهل البصیرۃ ان یعلموہ و یحولوا وجهه نحو القبلۃ او یمنعوه من الصلوٰۃ اصلا و اما استدلالهم بحدیث لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد فانه مخصوص بالمساجد کما ورد فی بعض روایات الحدیث لفظ المسجد بقوله علیه الصلوٰۃ والسلام لا تشدوا الرحال الی مسجد الا الی ثلاثۃ مساجد فان شد الرحال الی التجارات والغزوات ونحوها مامور الشرع الشریف ولا ینکرہ الا الجاحد الغبی قال اللہ تعالیٰ و اتخذوا من مقام ابراهیم مصلی و مقام ابراهیم من اثار الصالحین فاذا کانت الاثار مامورا بالصلوٰۃ فیها فما ظنك بضرائحهم الشریفۃ اذا لم تکن القبور محاذیۃ القبلۃ۔ ومن تلك المسائل مسئلۃ الشفاعۃ قالوا الشفاعۃ غیر ممکنۃ فانها لا تکون الا بان یکون الشفیع وجیها عند اللہ تعالیٰ او یکون محبوبا للہ تعالیٰ وهذان محالان فی حق اللہ تعالیٰ والثالث الشفاعۃ

تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا مسجد میں آکر نماز پڑھتا ہے اور قبلہ رُخ نہیں ہوتا۔ تو دیکھنے والے کا کیا فرض ہوتا ہے کہ اُسے بتائے اور اس کا رُخ قبلہ کی طرف کرے یا یہ فرض ہوگا کہ وہاں اسے نماز سے روک دیں۔ مگر ان کی یہ دلیل کہ حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے بغیر کسی اور مقام کی طرف سواری پر سفر نہ کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مساجد سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کی بعض روایات میں مسجد کا صاف لفظ موجود ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ کسی مسجد کی طرف شد رحال یعنی سفر نہ کیا جائے سوائے تین مساجد کے اور تجارت اور جہاد وغیرہ کی طرف سفر کرنا خود شرع شریف میں فرمایا گیا ہے جس کا انکار ہٹ دھرم ہوقوف کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ دیکھو خدا کا حکم ہے کہ مقام ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ اور مقام ابراہیم صالحین کے آثار میں سے ہے۔ تو جب ایسے آثار صالحین میں نماز ادا کرنے کا حکم ہے تو ان کے مزارات کے متعلق تمہارا ممانعت کے لئے کیا خیال ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ ان کے مزارات شریف نمازی کے قبلہ کی طرف نہ ہوں۔ متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ شفاعت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ شفاعت ناممکن ہے کیونکہ شفاعت اسی صورت میں ہوسکتی کہ شافع وجیہ ہو۔ یا خدا کا محبوب ہو اور یہ دونوں امر خدا کے یہاں محال ہیں۔ تیسری صورت شفاعت بالاذن کی ہے اور یہ گو نفی شفاعت کے برابر ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو

بالاذن فهي كلا شفاعة لا تكون لأهل
الكبائر ولا للمصرين على الصغائر
وبعض الصغائر ان قارنها التوبة
والندامة فبرحمته ولا يستطيع
العفو بلا سبب فباذن لمن يشاء
بشفاعته ويغفر برحمته انتهى عقيدتهم
اقول اولا لا نسلم ان شفاعة الوجيه
او المحبوب محال لان على الله تعالى الخوف
من الشفيع ولا الألم من عدم رضاء
محبوبه بل بمحض فضله وكرمه على
رسوله وخواص عباده وثانيا
ثبوت وجاهة النبي صلى الله عليه
وسلم في حضرة ربه الاعلى و
محبته له قال الله تعالى في حق
سيدنا عيسى عليه السلام وجيها
في الدنيا والاخرة ومن المقربين وقال
الله تعالى في حق سيدنا موسى عليه السلام
فبرأه الله مما قالوا وكان عند الله
وجيها فاذا كان سيدنا عيسى عليه السلام
وسيدنا موسى عليه السلام وجيهين و
من المقربين فسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم اولى واحق
بذلك قال الله تعالى وكان
فضل الله عليك عظيما وقال تعالى

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی نہ صغیرہ گناہ
پر اصرار کرنے والوں کے لئے ہوگی اور چند صغیرہ
گناہ والوں پر خدا خود ہی رحم کردے گا جبکہ توبہ اور
ندامت ان کے ساتھ ہوگی۔ تو خدا بھی کسی سبب کے بغیر
ان کو معاف نہیں کریگا لیکن جسے چاہے معاف کردیگا
اور جسے چاہے گا شفاعت کی اجازت دیگا (ان کا
عقیدہ یہاں ختم ہوا) مگر میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ
وجیہ اور محبوب کی شفاعت محال نہیں ہے۔ خدا کے
نزدیک بلکہ ضروری ہے نہ اس لئے کہ خدا شفیع سے
ڈریگا اور نہ اس لئے کہ خدا اپنے محبوب کو ناراض
کرنے سے دردمند ہوگا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب
اور اپنے خاص بندوں پر خاص فضل وکرم کریگا۔
(دوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت بارگاہ
الٰہی میں از روئے قرآن ثابت ہے اور آپکی محبوبیت
بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دنیا و
آخرت میں وجیہ ہیں اور مقربین بارگاہ الٰہی میں
ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے
کہ جو الزام مخالفین دیتے تھے۔ اس سے خدا نے آپ کو
بری کردیا اور آپ خدا کے دربار میں وجیہ تھے اور
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
وجیہ اور مقرب بارگاہ الٰہی ٹھیرے تو حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کے سب سے
بڑھ کر حقدار ہوں گے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ آپ پر
خدا کا فضل بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ

قل انکنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ فاذا کان التابع لہ
محبوبا عند اللہ تعالیٰ افلا یکون
المتبوع محبوبا عندہ تعالیٰ وقال
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا
حبیب اللہ فاذا ثبت وجاھتہ
عند اللہ تعالیٰ ومحبتہ
مولاہ لہ فای مانع من قبول
شفاعتہ وقال صلی اللہ علیہ
وسلم اعطیت الشفاعۃ وقال اللہ
تعالیٰ عسی ان یبعثک ربک
مقاما محمودا واجمع المفسرین
بان المراد بالمقام المحمود ھو الشفاعۃ
الکبریٰ رجعنا الی القسم الثالث
من الشفاعۃ فنقول اولا ان الاستغفار
وطلب المغفرۃ لاحد ھی الشفاعۃ
وقد امر اللہ تعالیٰ انبیاءہ
علیھم الصلوٰۃ والسلام
بطلب المغفرۃ لاممھم
قال سیدنا ابراھیم علی
نبینا وعلیہ السلام ربنا
اغفرلی ولوالدی و
للمؤمنین یوم یقوم
الحساب وقال سیدنا

آپ فرما دیں کہ اے مومنین اگر تم خدا کے محبوب بننا
چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تب خدا تعالیٰ
تم کو بھی اپنا محبوب بنائے گا۔ خیال کرو کہ جب
تابع محبوب الٰہی ہوا تو متبوع کیوں محبوب الٰہی نہ
ہوگا۔ حالانکہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ میرا خطاب محبوب الٰہی ہے۔ تو جب آپ کی
وجاہت خدا کے دربار میں ثابت ہے اور خدا کی
محبت بھی ثابت ہے تو آپ کی شفاعت کے
منظور ہونے میں کیا کسر باقی ہے اور آپ نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے خاص طور پر شفاعت کرنے
کا مرتبہ عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا
ہے کہ عنقریب خدا آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا۔
اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مقام محمود
سے مراد شفاعت کبریٰ اور عام شفاعت کا
مرتبہ ہے۔ اب رہی شفاعت کی تیسری قسم تو
اس کے متعلق ہم یوں کہتے ہیں کہ شفاعت کا
مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کے لئے استغفار اور
طلب مغفرت کی جائے اور یہ ثابت ہے کہ خدا
تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا
ہوا ہے کہ اپنی اُمت کے لئے خدا سے مغفرت
طلب کریں۔ چنانچہ حسب الحکم خداوندی حضرت
ابراہیم علیہ السلام دست بدعا ہو کر فرماتے ہیں کہ
اے ہمارے رب مجھے بخش، میرے والدین کو بخش
اور مومنین کو بخش جس دن کہ حساب کا محکمہ قائم ہوگا

موسی علیہ السلام انت ولیّنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین وقال سیدنا عیسی علیہ السلام ان تعذّبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم فطلب لہم المغفرۃ بالطف الالفاظ و قد امر اللہ تعالیٰ حبیبہ بقولہ وصلّ علیہم ان صلواتک سکنٌ لہم فہذا ھو الامر والاذن بالشفاعۃ وقال تعالیٰ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ و استغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ فہل لاستغفار الرسل معنی الا الشفاعۃ وقال تعالیٰ واستغفر لذنبک و للمؤمنین والمؤمنات واللہ یعلم

جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ تُو ہی ہمارا سرپرست ہے ہماری مغفرت کرا و ہم پر رحم کر اور تُو تمام مغفرت کرنے والوں سے بہتر ہے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یا اللہ اگر میری اُمت کو تو عذاب کرے تو کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو ان کو معاف کردے تو یہ تیری شان کے شایان ہے کیونکہ تو عزت وحکمت کا مالک ہے دیکھو آپ نے کن نرم لفظوں میں مغفرت طلب کی ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی اُمت پر نماز جنازہ اور دعائے خیر کرو۔ کیونکہ آپکی دعائے خیر اُن کے لئے باعث تسکین ہے پس یہی حکم امر اور اذن بالشفاعۃ ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے پس اگر آپ کے پاس آ جاتے۔ اور خدا سے معافی مانگتے اور آپ بھی بحیثیت رسول اللہ ہونے کے ان کے واسطے معافی مانگتے تو وہ ضرور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان اور توبہ قبول کرنے والا ہے پس انبیاء علیہم السلام کے استغفار کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی اُمت کے لئے شفاعت کریں۔ چنانچہ خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی پردہ پوشی طلب کرو اور زن و مرد اہل ایمان کے لئے مغفرت طلب کرو۔ کیونکہ خدا تو تمہارے

متقلبکم ومثواکم فلیس الامر بالاستغفار
الا الاذن بالشفاعۃ باکد الوجوہ
لان الامر اکد من الاذن بل مدح اللہ
تعالیٰ عوام المؤمنین بالاستغفار
الاخوان من المؤمنین بقولہ تعالیٰ و
الذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا
اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان وقال تعالیٰ ولسوف یعطیک
ربک فترضیٰ ووعد اللہ حق لایمکن
التخلف ولن یخلف اللہ وعدہ رسلہ
فاعتمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ
وعد ربہ فقال اعطیت الشفاعۃ
بلفظ الماضی ونقول لھم ما تقولون
فی صلاتکم ربنا اغفرلی ولوالدیّ و
للمؤمنین یوم یقوم الحساب فمن اذن
لکم فی دعاء المغفرۃ للوالدین و
للمؤمنین الیس ھذا الدعاء شفاعۃ
فان قلتم اذن لنا الشارع نقول
اذن الشارع بالشفاعۃ لکافۃ المؤمنین
ولم یاذن لحبیبہ وصفیہ صلی اللہ
علیہ وسلم ھاتوا برھانکم
ان کنتم صادقین واما
قولھم الشفاعۃ لاتکون
لاھل الکبائر ولا للمصرین

حرکات و سکنات سے خوب واقف ہے پس امر
بالاستغفار ہی اذن بالشفاعۃ ہے اور اذن بھی بڑے
زور کا ہے کیونکہ امر کرنا اذن دینے سے زیادہ زوردار ہوتا ہے
صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھو کہ خدا نے ان مسلمانوں کی تعریف
بھی کی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں
چنانچہ ارشاد ہے کہ جو اہل ایمان بعد میں آئے وہ کہتے ہیں کہ
یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے
پہلے ایمان لا چکے پھر ارشاد ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خدا آپکو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہو جائینگے اور خدا کا وعدہ سچا ہے
اسمیں خلاف وعدہ کی گنجائش نہیں کیونکہ اس نے خود کہا ہے
کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی وعدہ
پر بھروسہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے (فعل ماضی
کے لفظوں میں) کہ مجھے شفاعت کا عطیہ دیا جا چکا ہے ہم ہم
پوچھتے ہیں کہ اے اہل ایمان کیا تم اپنی نماز میں یہ دعا نہیں کیا
کرتے کہ یا اللہ مجھے بخش میرے والدین کو بخش اور قیامت کے
دن مسلمانوں کو بھی بخش۔ اب بتاؤ تم کو دعائے مغفرت کیلئے
کس نے اجازت دی ہے کہ تم والدین اور مسلمانوں کیلئے دعائے
مغفرت کرتے ہو؟ یہ بھی بتاؤ کہ کیا یہی طلب مغفرت شفاعت نہیں
ہے؟ پس اگر تم یوں کہو کہ خدا نے ہمیں اجازت بخشی ہے تو ہم
پوچھیں گے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمکو تو شفاعت کی اجازت ہو تاکہ تم
اہل ایمان کے لئے طلب مغفرت کرو اور خدا نے اپنے حبیب برگزیدہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ بخشی؟ اگر تمہارے پاس کچھ
صداقت ہے تو اس دعویٰ کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اب رہا انکا
یہ قول کہ اہل کبائر کیلئے شفاعت نہ ہوگی اور نہ ان کیلئے

على الصغائر فذلك تحكم وبهتان على الله تعالى اما قال الله تعالى ان الله يغفر الذنوب جميعا وان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء والشفاعة العظمى التي تكون يوم القيمة لكافة الخلق المشار عليها بقوله تعالى عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا مختصة بسيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقولهم لا يشفع احد الا باذنه مستدلين بقوله تعالى من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه صحيح لا شك فيه وقد اذن الله تعالى لرسوله صلى الله عليه وسلم بل امره بالشفاعة بقوله تعالى وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم وقوله تعالى واستغفر للمؤمنين والمؤمنات كما مر فلذا قال عليه الصلوة والسلام اعطيت الشفاعة وتمام الحديث اعطيت خمسا لم يعطهن احد قبلي نصرت بالرعب وجعلت لي الارض مسجدا وطهورا واحلت لي الغنائم ولم تحل

جو گناہ صغیرہ پر مداومت کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہ قول خدا پر بہتان اور زبردستی کا حکم ہے۔ کیا خدا نے یوں نہیں کہا کہ بیشک خدا تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ یہ گناہ نہیں بخشیگا کہ اسکا کسی کو شریک بنایا جائے اور اس کے بغیر جسے چاہے، جو گناہ بھی ہوں سب بخشدیگا اور شفاعت کبریٰ قیامت کے دن وہی ہوگی جو تمام مخلوق کی ہوگی اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ اے نبی خدا تعالیٰ عنقریب آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا اور یہ شفاعت کبریٰ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی حصہ میں ہے اور آپ سے مختص ہے پس مخالفین کا یہ کلام کہ اذن الٰہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کریگا اور انکا اس آیت سے دلیل پکڑنا کہ کون وہ ہے کہ بلا اجازت خداوندی اللہ کے پاس کسی کی شفاعت کرے۔ یہ دونو امر صحیح ہیں اور ان میں ذرہ بھر شک نہیں مگر یہ یاد رہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن بالشفاعۃ ہو چکا ہوا ہے بلکہ اس سے بڑھکر امر بالشفاعۃ بھی نافذ ہو چکا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے خیر کریں کیونکہ آپکی دعائے خیر ان کے واسطے تسکین ہے۔ چنانچہ پہلے گذر چکا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ زن و مرد اہل ایمان کے لئے آپ دعائے مغفرت کریں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا عطیہ دیا جا چکا ہے اور اس حدیث کے باقی اجزا یہ ہیں کہ مجھے پانچ عطیے عطا ہوئے ہیں اور مجھ سے پہلے یہ کسی کو نہیں دیئے گئے۔ اول میرے رعب سے میری امداد کیگئی ہے۔ دوم یہ کہ تمام سطح زمین میرے لئے وضو اور نماز کی جگہ مقرر کردی گئی ہے۔ سوم خاص مجھے غنیمت کا مال حلال

لاحد قبلي واعطيت الشفاعة
وبعثت للناس عامة متفق عليه -
واما قولهم لا يستطيع تعالى شانه
العفو بلا سبب فنقول اولا هذا
القول اشنع من قول النصارى
هل يستطيع ربك ان ينزل علينا
مائدة من السماء لان النصارى
ترددوا في الاستطاعة فجاؤا بلفظة
هل وهؤلاء تيقنوا في عدم
الاستطاعة فقالوا لا يستطيع العفو
بلا سبب وثانيا ان العباد يستطيعون
العفو بلا سبب بل بمحض الكرم والله
سبحانه وتعالى لا يستطيعه وهو
تعالى فعال لما يريد لا يسئل عما
يفعل فهذه نتيجة توحيدهم وادبهم
مع ربهم بل زاغوا فازاغ الله
قلوبهم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد
اذ هديتنا. انتهى ومن تلك المسائل
مسئلة اعراس المشائخ ومولد النبي صلى الله عليه
وسلم في الاوقات المعلومة قالوا احرام
بتعيين الاوقات والمواليد بل يشبه
فعل الهنود ونقول ان منعوا نفس الاعراس
يعني اطعام الطعام للمساكين وذوي
الحاجات بنية ايصال الثواب

کردیا گیا ہے ورنہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو اسکا استعمال حاصل
نہ تھا چہارم مجھے عام شفاعت کا حق دیا گیا ہے پنجم یہ کہ میں
تمام مخلوقات کیطرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (یہ حدیث
بخاری و مسلم میں ہے) مخالفین کا یہ قول کہ خدا تعالی بلا وجہ
معافی نہیں دے سکتا، بالکل غلط ہے اور ہم کہتے ہیں
کہ پہلے تو یہ قول اُن عیسائیوں کے کلام سے بھی بڑھکر
معیوب ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا تھا کہ کیا
تیرا رب آسمان سے ہمارے لئے کھانا اُتار سکتا ہے؟
کیونکہ عیسائیوں نے خدا کی قدرت میں شک کیا تھا۔ اسلئے
انہوں نے سوالیہ فقرہ پیش کیا اور ان لوگوں نے یقین
کر لیا ہے کہ خدا کو قدرت ہی نہیں کہ اپنا حق بھی بلا وجہ
معاف کردے۔ دوم یہ کہ بندہ اپنا حق بلا وجہ معاف کر سکتا
ہے بلکہ صرف کرم اور مہربانی سے معاف کر سکتا ہے اور
ان کے نزدیک خدا کو یہ طاقت نہیں۔ حالانکہ وہ جو چاہے
کرتا ہے۔ اس سے کوئی چون وچرا نہیں۔ دیکھو یہ اُن کی
توحید کا نتیجہ ہے اور اپنے رب کی تعظیم کا ثمرہ ہے نہیں
نہیں، بلکہ وہ گمراہ ہوگئے۔ یا اللہ تو ہمارے دل کو
راہ راست سے نہ پھیر بعد اس کے کہ تو نے ہمکو سیدھی
راہ دکھائی ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں سے عرس شیخ
اور میلاد نبوی کا مسئلہ بھی ہے۔ جو مقررہ اوقات میں
منائے جاتے ہیں۔ مخالفین کہتے ہیں یہ حرام ہیں بوجہ تعیین
وقت کے اور مجالس میلاد فعل ہنود سے مشابہ ہیں مگر
ہم کہتے ہیں کہ اگر اصل حقیقت عرس کو ممنوع کہیں یعنی
مساکین اور حاجتمندوں کو کھانا کھلانا تا کہ ایصال ثواب

فذلك مكابرة ومخالفة للشرع قال الله تعالى واطعموا القانع والمعتر وقال تعالى انفقوا مما رزقناكم من قبل ان ياتي يوم لا بيع فيه ولا خلة ولا شفاعة وقال تعالى وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فان الله يعلمه وقال تعالى واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واقرضوا الله قرضا حسنا وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله هو خيرا واعظم اجرا وقال تعالى ويطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما واسيرا وان منعوها لتعين الاوقات فتعيين الوقت لا يضر في الامور المباحة الا ترى ان الشارع عليه الصلوة والسلام امر امته بصوم يوم عاشوراء وامرهم بصوم ست من شوال وامرها بالتهجد في الليل وصلوة الاشراق والضحى في الاوقات المعينة وامر بالعقيقة في اليوم السابع من ولادة المولود وغيرها فعين للامور المباحة اوقات معينة والمقصود من تعيين الايام للاعراس اجتماع الناس من النواحي بلا كلفة لا غير وان منعوها لعدم ايصال الثواب فذلك باطل عقلا ونقلا ويكفي في المقصود

ہو۔ تو یہ کج بحثی ہوگی اور شرع کا خلاف ہوگا کیونکہ خدا خود حکم دیتا ہے کہ سوالی اور غیر سوالی حاجتمندوں کو کھانا کھلاؤ یہ بھی فرمایا کہ جو مال ہم نے تمکو دیا ہے۔ اس سے خرچ کرو اللہ کی راہ میں پیشتر اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستانہ کام آئیگا اور نہ تمہارے کسی دوست کی سفارش کام آئے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا نذر دیتے ہو خدا اسے جانتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ نماز بلا ناغہ ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور جو خیرات تم اپنے لئے پیشگی بھیجو گے اُسے خدا کے یہاں بہتر پاؤ گے اور اسکا ثواب بہت پاؤ گے۔ یہ بھی فرمایا کہ مومن کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اگرچہ ان کو خود اس کھانے کی خواہش ہو۔ اگر مخالفین تعیین وقت کی وجہ سے عرس کو حرام کہتے ہیں تو غلط ہے کیونکہ تعیین وقت امور مباح میں مُضر نہیں ہوتی۔ ارے تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضور علیہ السلام نے یوم عاشورا کے روزہ کا اپنی اُمت کو حکم دیا تھا اور شوال کے چھ روزوں کا بھی حکم دیا تھا اور رات کو نماز تہجد کا حکم دیا تھا اور صلوۃ اشراق کا اور صلوۃ ضحیٰ کا اور ان سب کے اوقات متعین ہیں اور حکم دیا کہ پیدائش کے بعد ساتویں روز بچے کا عقیقہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ ان سب میں آپ نے وقت مقرر کر دئیے ہیں اور تعیین وقت عرس میں اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جایا کریں اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اسلئے منع کرتے ہیں کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ بالکل غلط ہے نہ اسے عقل مانتی ہے نہ کوئی نص تسلیم کرتی ہے اور ہمارے

حدیث بئر ام سعد فان اهداء ثواب
العمل للغیر حیا ومیتا جائز بل مأمور
بها الا تری ان الحج عن الغیر عند عدم
القدرة ورد به الشرع کما امر الشارع
علیه الصلوة والسلام المرأة السائلة
عند انصرافه من مزدلفة عام حجة الوداع
واما الموالید بهیئتها الکذائیة فانها
وان لم تکن فی زمن خیر القرون لکنه
امر مستحسن معمول کافة المسلمین شرقا
وغربا الا فی الفرقة المحدثة الغیر المقلدة
وما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن
ولیس فی قراءة الموالید الا مدح النبی
صلی الله علیه وسلم وانشاد الشعر فی مدحه
صلی الله علیه وسلم وقرائته وقراءة مدحه
سنة الاصحاب بل سنة النبی صلی الله علیه
وسلم لما روی ان النبی صلی الله علیه وسلم
کان یسمع الاشعار المدحیة من حسان
بن ثابت وکعب بن زهیر وسواد بن قارب
وغیرهم فمن یقول ان قراءة المولود
ممنوع او مذموم وفعل یشبه الهنود فهو
بنفسه مذموم ومطرود وما ادری لای
سبب یمنعون قراءة المولد ما یمنعون
الامور المستحدثة غیر المولد کبناء الرباطات و
تزیین المساجد بالنقوش وکتابة المصاحف المزخرفة

اس مقصد (ایصال ثواب) کیلئے ام سعد کے کنوئیں کی
حدیث کافی ہے۔ کیونکہ غیر کے عمل کا ثواب پہنچانا بحالت
حیات وموت دونوں صورتوں میں جائز ہوتا ہے بلکہ اس کا
حکم ہو چکا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ قدرت نہ ہو تو غیر سے
حج کرانے میں شرعی حکم وارد ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام
حجۃ الوداع میں مقام مزدلفہ سے واپس تشریف لارہے تھے
تو ایک عورت نے یہی سوال کیا تھا اور مجالس میلاد اگرچہ
موجودہ شکل میں خیر القرون کے وقت موجود نہ تھیں مگر اس
میں شک نہیں کہ یہ فعل مستحسن ہے اور تمام اہل اسلام کا شرق
و مغرب میں معمول ہے سوائے فرقہ نجدیہ غیر مقلدین کے
اور یہ اصول ہے کہ جس امر مباح کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ
خدا کے نزدیک بھی مستحسن قرار پاتا ہے اور مجلس میلاد میں یہی
ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ذکر کی جاتی ہے
یا آپکی مدح میں شعر پڑھے جاتے ہیں اور مدحیہ اشعار کا
پڑھنا سنت صحابہ بلکہ سنت نبویہ ہے۔ کیونکہ روایات
سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان
بن ثابت سے اپنے اشعار مدحیہ سنا کرتے تھے اور کعب بن
زہیر سواد بن قارب وغیرہ سے بھی آپ اشعار مدحیہ سنتے تھے
اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذکر میلاد اور مدحیہ اشعار کا پڑھنا
ممنوع یا برا ہے اور فعل ہنود ہے وہ شخص خود برا ہے اور
راندۂ درگاہ نبوی ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس وجہ
سے ذکر میلاد کو منع کرتے ہیں اور مجالس میلاد کے علاوہ دیگر
نو پیدا امور کو کیوں منع نہیں کرتے مثلاً مسافر خانوں کا بنانا
یا مساجد کا سجانا بیل بوٹے سے یا قرآن مجید کو سنہری حروف

بالذهب وتعليم العلوم العقلية والعلوم العربية كالصرف والنحو والحكمة والرياضيات ولبس ثياب مروجة الوقت واكل الاطعمة المتلونة فكل ذلك مباح لا اعتراض عليه لكن قراة المولد الذی فيه ذكر ولادة النبی صلی الله عليه وسلم وذكر معجزاته وخوارق عاداته عندهو لاء حرام او بدعة ولا يظهر لمنعهم سبب الا حبهم له صلی الله عليه وسلم ومن تلك المسائل مسئلة تصوره صلی الله عليه وسلم فی الصلوة قال امامهم تصوره عليه الصلاة والسلام فی الصلوة اسوء من تصور بهائم المصلی وسموا اخس انواع البهائم وانا لا اقدر ذكر ما سموه من البهائم فی مقابلة اسمه الشريف تادبا وهذه العقيدة من اشنع عقائدهم اعاذنا الله تعالی منها ومع ذلك يسمونه بفخر العالم فاذا كان هذا حال فخر العالم فماذا يكون حال من كان دونه فی القرب من الانبياء والصالحين وكيف يتصورون سيدنا الخليل عليه السلام حين يقرؤن قوله تعالی فی الصلوة واتخذ الله ابراهيم خليلا وكيف يتصورون سيدنا موسی عليه السلام حين يقرؤن وكلم الله موسی تكليما وكيف يتصورون سيدنا عيسی

سے لکھنا یا علوم عقلیہ مروجہ کا تعلیم دینا یا عربی علوم کی تعلیم مثلاً صرف، نحو، فلسفہ، ریاضی وغیرہ یا زمانہ حال کے مروجہ لباس کا استعمال یا مختلف قسم کے کھانے تناول کرنا جیب اصل میں یہ سب مباح ہیں وہ ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے مگر ذکر میلاد جسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ ہوتا ہے یا معجزات اور خرق عادات بیان ہوتے ہیں جو آپکی ولادت کے وقت رونما ہوئے تھے تو اسے حرام یا بدعت بتاتے ہیں۔ شاید ممانعت کی وجہ صرف یہی معلوم ہوگی کہ ہم حضور علیہ السلام سے اظہار محبت کرتے ہیں اور بس، خوب! ان مسائل میں سے حضور علیہ السلام کے تصور کا بھی مسئلہ ہے جو نماز میں بلا اختیار آجاتا ہے۔ مخالفین کے امام کا قول ہے کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا نمازی کے اپنے جانوروں کے خیال سے بھی بدتر ہے اور اس مقام پر اس نے ایک بدترین جانور کا ذکر کیا ہے۔ مگر میں جرأت نہیں کر سکتا کہ اس بُرے جانور کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے مقابلہ پر ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کروں۔ اور انکا یہ عقیدہ بدترین عقائد میں سے ہے۔ ایسے عقائد سے خدا بچائے۔ تعجب ہے کہ پھر یہ لوگ حضور علیہ السلام کو فخر عالم بھی کہتے ہیں۔ مگر تم سوچو کہ جب فخر عالم کا انکے نزدیک یہ حال ہے تو دوسرے انبیاء و صالحین کا کیا حال ہوگا۔ جو آپ سے بارگاہ الٰہی میں کم درجہ پر مقرب ہیں وہ بتائیں کہ جب وہ نماز میں واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تصور کو کیا سمجھتے ہیں یا جب وکلم اللہ موسیٰ تکلیما پڑھتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تصور کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عليه السلام حين يقرؤن في الصلوة و
كان وجيها في الدنيا والآخرة ومن
المقربين وجميع القرآن مفصح بمدحه
صلى الله عليه وسلم وقربه ومحبته قال
الله تعالى اطيعوا الله واطيعوا الرسول
ومن يطع الرسول فقد اطاع الله و
قوله تعالى قل ان كنتم تحبون الله
فاتبعوني وقال تعالى يا ايها النبي
انا ارسلناك شاهدا ومبشرا و
نذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا
منيرا وقال تعالى لا تجعلوا دعاء
الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا وقال
تعالى وتعزروه وتوقروه وهذا
توقيره عليه السلام عند القوم حتى
جعلوا تصوره اسوء من تصور البهائم
ومع ذلك سموا انفسهم اهل الحديث
فانا لله وانا اليه راجعون
ولما مات ولده صلى الله
عليه وسلم قال المشركون
صار ابتر فاجاب الله سبحانه
من جنبه ان شانئك هو
الابتر وكما قال ابو لهب
للنبي صلى الله عليه وسلم
تبا لك الهذا دعوتنا

کے متعلق یہ آیت پڑھتے ہیں کہ کان وجیها فی الدنیا و
الآخرة ومن المقربین تو آپکے تصور کو کس قدر وقیمت
میں جانتے ہیں ۔ اسپر ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ سارا قرآن تو
حضور علیہ السلام کی تعریف سے پُر ہے اور آپکی تعریف بیان کرتا
ہے یا آپکا قرب الٰہی اور محبت الٰہی ظاہر کرتا ہے چنانچہ ارشاد
ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو ، اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو
جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کرتا ہے ۔
آپ کہدیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری
کرو اور یہ بھی فرمایا کہ اے نبیؐ ہم نے آپکو اُمت کا نگران حال اور
مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانیوالا اور روشن
چراغ بنا کر مبعوث کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ تم رسول علیہ السلام کا
بلاوا اپنے باہمی ایک دوسرے کے بلاوے کی مانند نہ بناؤ ۔
یہ بھی فرمایا کہ تم رسولؐ کی عزت و توقیر کرو ۔ تو اب وہابی بیچارہ
کیا کرے اور کیسے آپکے تصور کو روک سکتا ہے ۔ سخت افسوس ہے
کہ خدا تو تعریف کرے اور قوم آپکی یہ عزت کرتی ہے کہ نماز میں
آپکے تصور کو بھی ممنوع قرار دیتی ہے اور جانوروں کے
تصور سے بھی بدتر جانتی ہے ۔ پھر اس قوم نے اپنا نام
کیا رکھا ہے ؟ اہل حدیث ! انا للہ وانا الیہ راجعون ۔
جب حضور علیہ السلام کے خلف الرشید حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وصال ہوا تھا تو مشرک کہتے تھے کہ آپ ابتر ہوگئے ہیں
تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ ابتر نہیں بلکہ آپ کے
دشمن ابتر ہیں ۔ ایک دفعہ آپ نے کوہ صفا پر تبلیغ
اسلام کے لئے قریش کو بلایا تھا ۔ تو ابولہب نے اخیر وعظ
پر کہا تھا کہ کیا اسی کام کے لئے آپ نے ہمیں دعوت

غضب اللہ علیہ واجاب عن حبیبہ بقولہ تبت یدا ابی لہب وتب والمرجو من المنصفین توازن قول الوہابیۃ ان تصورہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ اسوء من تصور البہیمۃ الفلانیۃ بقول ابی لہب تبًا لک دیرتجم اشنعروا فصح جعل ابولہب جہنمیا بقولہ تبا لک فکیف یکون حال من تفوہ بمثل ما قالوا لکن الوحی قد انقطع فمن الذی یرد علیہ قولہ وقالوا لایجوز للمصلی ان یقول فی تشہدہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بل یقول السلام علی النبی الخ تحامیا من لفظ الخطاب المشیر الی حضور روحہ علیہ الصلوۃ والسلام قلنا و لئن سلم ذلک فکیف نصورہ عند قراءۃ السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انصورہ بالتبجیل والتوقیر ام بالاہانۃ والتحقیر عیاذا باللہ ان صورناہ بالتوقیر بطلت قاعدتہم المقررۃ فی اول المسئلۃ وان صورناہ بالتحقیر عیاذا باللہ ھدمنا بناء الاسلام

دی تھی. خدا کرے تم جلد تباہ ہو جاؤ. اسپر خدا ناراض ہُوا اور اپنے حبیبؐ کیطرف سے جواب دیا کہ ابو لہب کے دونو ہاتھ تباہ ہونگے اور وہ خود بھی تباہ ہوگا. اب انصاف پسند طبائع سے مجھے امید ہے کہ وہ خود قولِ وہابیہ اور قول ابولہب کا باہمی موازنہ کریں گے (قولِ وہابیہ یہ ہے کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا تصور فلاں بدترین جانور کے تصور سے بھی زیادہ بُرا ہے اور ابولہب کا قول یہ ہے کہ اے نبی تو تباہ ہو جائے اور بتائیں گے کہ کس کا قول زیادہ بُرا اور بدنام کرنیوالا ہے اور کس کا نہیں؟ ابولہب کو تو یہ سزا مل چکی کہ تبًا لک کہکر جہنمی ہوگیا. مگر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے ایسے گندے لفظ کہے ہیں. افسوس وحی بند ہو چکی ہے ورنہ ابھی فیصلہ ہو جاتا. اب انکا منہ کون توڑ سکتا ہے؟ یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ نمازی کو تشہد میں یوں کہنا جائز نہیں کہ اے نبی آپ پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکت نازل ہو بلکہ یوں غائب سمجھکر کہے کہ ہمارے نبی پر سلام ہو. تاکہ حاضری اور خطاب کے لفظ سے بچ جائے. کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپکی روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے. ہم کہتے ہیں کہ جب غائب کا لفظ اختیار کرلے سے آپکی حاضری نہ ہوگی تو بتاؤ کہ جب نمازی السلام علی النبی کہے گا اور غائبانہ لفظ سے آپ پر سلام و درود بھیجیگا تو آپکا تصور پھر آئیگا؟ تعظیم و توقیر کی صورت میں یا معاذاللہ اہانت و تحقیر کی شکل میں. پس اگر وہ تصور عزت و توقیر کے ساتھ ہوگا تو وہابیوں کا اصول ٹوٹ جائیگا کہ جو شروع مسئلہ میں مقرر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا تصور مفسد صلوۃ ہے اور گدھے کے تصور سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر معاذاللہ

غضب الله علیہ واجاب عن حبیبہ بقولہ تبت ید ا ابی لھب وتبّ والمرجو من المنصفین توازن قول الوھابیۃ ان تصورہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ اسوء من تصور البھیمۃ الفلانیۃ بقول ابی لھب تباً لك دیم تجھ ا شنعروا فضح جعل ابولھب جھنمیا بقولہ تباً لك فکیف یکون حال من تفوہ بمثل ماقالوا لکن الوحی قد انقطع فمن الذی یرد علیہ قولہ وقالوا لا یجوز للمصلی ان یقول فی تشھدہ السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بل یقول السلام علی النبی تحاميا من لفظ الخطاب المشیر الی حضور روحہ علیہ الصلوۃ والسلام قلنا و لئن سلم ذلك فکیف نصورہ عند قراءۃ السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انصورہ بالتبجیل والتوقیر ام بالاھانۃ والتحقیر عیاذا باللہ ان صورناہ بالتوقیر بطلت قاعدتہم المقررۃ فی اول المسئلۃ وان صورناہ بالتحقیر عیاذا باللہ ھدمنا بناء الاسلام

دی تھی. خدا کرے تم جلد تباہ ہو جاؤ۔ اس پہ خدا ناراض ہوا اور اپنے حبیب کیطرف سے جواب دیا کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہونگے اور وہ خود بھی تباہ ہوگا۔ اب انصاف پسند طبائع سے مجھے امید ہے کہ وہ خود قولِ وہابیہ اور قول ابو لہب کا باہمی موازنہ کریں گے (قول وہابیہ یہ ہے کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا تصور فلاں بدترین جانور کے تصور سے بھی زیادہ بُرا ہے اور ابو لہب کا قول یہ ہے کہ اے نبی تو تباہ ہو جائے اور تباہ ہو) گے کہ کس کا قول زیادہ بُرا اور بدنام کرنیوالا ہے اور کس کا نہیں؟ ابو لہب کو تو یہ سزا مل چکی کہ تباً لک کہکر جہنمی ہو گیا۔ مگر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے ایسے گندے لفظ کہے ہیں۔ افسوس وحی بند ہو چکی ہے ورنہ ابھی فیصلہ ہو جاتا۔ اب انکا منہ کون توڑ سکتا ہے؟ یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ نمازی کو تشہد میں یوں کہنا جائز نہیں کہ اے نبی آپ پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکت نازل ہو بلکہ آپ کو غائب سمجھکر کہے کہ ہمارے نبی پر سلام ہو۔ تاکہ حاضری اور خطاب کے لفظ سے بچ جائے۔ کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپکی روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب غائب کا لفظ اختیار کرنے سے آپکی حاضری نہ ہوگی تو بتاؤ کہ جب نمازی السلام علی النبی کہے گا اور غائبانہ لفظ سے آپ پر سلام و درود بھیجیگا تو آپکا تصور پھر آئیگا؟ تعظیم و توقیر کی صورت میں یا معاذ اللہ اہانت و تحقیر کی شکل میں۔ پس اگر وہ تصور عزت و توقیر کے ساتھ ہوگا تو وہابیوں کا اصول ٹوٹ جائیگا کہ جو شروع مسئلہ میں مقرر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا تصور مفسد صلوۃ ہے اور گدھے کے تصور سے نماز نہیں ٹوٹتی اور اگر معاذ اللہ

ارشدونا الى اھون البلیتین۔ انتھٰی۔
ومن تلک المسائل مسئلۃ لفظ السیّد
قبل اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا
ھذا بدعۃ وما کان مصطلحا فی زمن
خیر القرون اقول الاصطلاحات تتغیّر
بتغیّر الزمان وھل کانت لفظۃ مولٰینا
وشیخنا وحضرتنا وامثال ذلک مصطلحۃ
فی زمن خیر القرون وفی ھذا الزمان
یستنکف کل من ادنی العلماء ان یخاطب
بمجرد اسمہ ویحسبہ ھتکا لحرمتہ فالنبی
صلی اللہ علیہ وسلم احق بالحرمۃ والتعظیم
من سائر الناس اما قال اللہ تعالٰی فی
حق سیدنا یحیٰی علیہ السلام وسیدا و
حصورا ونبیا من الصالحین وقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا سیّد ولد
اٰدم فلفظ السیّد مرادف فی المعنی للفظ
المولی بل المولٰی اعلی منہ لانہ
یطلق علی اللہ تعالٰی قال اللہ تعالٰی
ذٰلک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا
وقولہ تعالٰی نعم المولی ونعم
النصیر۔ ومن تلک المسائل مسئلۃ
اشتراک غیر اللہ تعالٰی معہ فی الفعل
کما یقال للمعطی ھذا من فضل اللہ
وفضلکم او اعطانی اللہ ورسولہ

تحقیر کے ساتھ اسے تصور کریں تو اسلام کی بنیاد ہی کو اکھاڑ دیگی
خدا تعالیٰ مناسب راستہ کی ہمیں ہدایت کرے (انتھٰی) آور
ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام سے پہلے سیدنا کا لفظ بڑھانا جائز ہے
یا نہیں؟ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ زیادتی بدعت ہے خیر القرون
کے وقت نہ تھی مگر میں کہتا ہوں کہ زمانہ تبدیلی سے محاورات
بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ تم خود بتاؤ کہ کیا مولانا اور شیخنا و
حضرتنا وغیرہ کے لفظ خیر القرون میں مستعمل تھے؟ حالانکہ
موجودہ وقت میں جس ذی علم کو صرف نام سے پکارا جائے اور
کوئی تعظیمی لفظ نہ بڑھایا جائے تو آنجناب ناک چڑھا لیتے ہیں اور
اسے اپنی ہتک عزت جانتے ہیں۔ بس اس سے ثابت ہوا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھکر عزت و توقیر کے حقدار
ہیں۔ کیا خدا تعالےٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کے حق میں یہ نہیں
فرمایا کہ آپ سیّد پاکدامن تھے اور نبی صالح تھے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بنی آدم کا سیّد ہوں
اور سیّد کا لفظ مولیٰ کے معنے میں ہے بلکہ مولیٰ کا لفظ سیّد
سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ سیّد کا لفظ خدا پر استعمال نہیں ہوتا اور
مولیٰ کا لفظ خدا پر بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مالک و مولیٰ ہیں جو ایمان لائے ہیں
اور یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ بہترین مالک و بہترین
مددگار ہیں۔ ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا فعل
خداوندی میں غیر اللہ کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً
کسی داتے کو یوں کہنا کہ یہ اللہ کی اور تمہاری مہربانی
ہے۔ یا یوں کہنا کہ یہ چیز مجھے خدا اور خدا کے رسول نے دی ہے

ففيه الحقيقة والمجاز اى اعطانى الله حقيقة واعطيتنى ظاهرا وكانت الصحابة رضى الله عنهم حين يلقى النبى صلى الله عليه وسلم عليهم سؤالا يقولون الله ورسوله اعلم فكانوا يشتركون النبى صلى الله عليه وسلم فى الاعلمية مع الله تعالىٰ ولا ينكر عليهم احد وقال الله تعالىٰ براءة من الله ورسوله وقال تعالىٰ فالله ورسوله احق ان يرضوه ومن يطع الله ورسوله وقال تعالىٰ وما نقموا منهم الا ان اغناهم الله ورسوله من فضله الى غير ذلك من الآيات لكن الاحتراز عن امثال هذه الكلمات احسن لعدم تمييز العوام بين الحقيقة و المجاز ومن تلك المسائل مسئلة امكان الكذب على الله تعالىٰ قالوا خلف الوعيد جائز وسموه امكان الكذب قلنا لا يجوز نسبة الكذب الى الله تعالىٰ وخلف الوعيد مكرمة ولا يسمى كذبا لان الكذب دناءة قبيحة يستنكف منها

تو جواب یوں ہے کہ ایسے محاورہ میں مجازی طریق استعمال ہوتا ہے اور حقیقی بھی۔ تو فقرہ مذکورہ کا یہ معنی ہوا کہ اصلی طور پر تو خدا نے دیا ہے مگر بظاہر تم نے دیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سوال پوچھتے تھے اور صحابی جواب دینا گستاخی سمجھتے تھے تو یوں کہتے تھے کہ اس کا جواب خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتا ہے اور اپنے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے علم میں شریک کر دیتے تھے اور اس جوابی فقرہ کو کسی نے برا نہیں منایا۔ دیکھئے ارشاد ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی مشرکین سے بیزاری ہے یہ بھی فرمایا کہ انکو یہ مناسب تھا کہ خدا اور خدا کے رسول کو راضی کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی پائیگا یہ بھی ارشاد ہے کہ مخالفین کیا یہی برا مناتے ہیں کہ اللہ نے اور اللہ کے رسول نے اہل مدینہ اور مہاجرین کو غنی کر دیا ہے۔ اس قسم کی آیات اور بھی بہت ہیں مگر خلاصہ جواب یہ ہے کہ ایسے اشتراکی لفظوں سے عوام کو بچنا چاہیے کیونکہ وہ حقیقت و مجاز میں امتیاز نہیں کرتے۔ اور ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ وعدہ میں جھوٹ بول سکتا ہے اور اس مسئلہ کا نام کمبختوں نے امکان کذب رکھا ہوا ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ ذات خداوندی کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا ہی ناجائز ہے اور وعدہ کرکے سزا نہ دینا اسے وعدہ خلافی نہیں کہتے

العباد فکیف یوجب العباد
و مغفرۃ المعاصی یوم
القیٰمۃ عفو و مکرمۃ لا
یسمّی کذبا قال اللہ تعالٰے
بل کذبوا بما لم یحیطوا
بعلمہ وقال تعالٰے ویقولون
علی اللہ الکذب وھم
یعلمون فالخصلۃ الردیئۃ
التی ذکرھا اللہ تعالٰی من
عادات الکفار کیف یجوز
لمسلمان ینسبھا الی اللہ تعالٰی
فالحاکمان اوعدا ھل الجرائم
بالحبس والقتل مثلا فظفر
علیھم ثم عفی عنھم بشفاعۃ
احدمن خواصہ او بلطف
منہ واطلقھم ھل یسمّی
ذٰلک الحاکم کاذبا کلا بل
عفوہ لھم احسان و مکرمۃ
فمن سمّی فضل اللہ تعالٰے
ورحمتہ علی عبادہ المجرمین
کذبا فقد کذب علے
اللہ تعالٰے ومن اظلم
ممن کذب علی اللہ او
کذب بایاتہ انہ لا یفلح المجرمون

بلکہ وہ اصل اختیاری کی تبدیلی ہے اور اس خود اختیاری تبدیلی کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا۔ کیونکہ جھوٹ ایک لعنت ہے جس سے انسان بھی نفرت کرتے ہیں تو بھلا خدا تعالٰی اس سے نفرت کیوں نہ کرینگے؟ پس قیامت کے دن عذاب کی بجائے مغفرت کا استعمال کرنا خدا کا رحم اور مہربانی ہوگی۔ اسے کذب نہیں کہا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ کافر کلام قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جسے وہ خود پورے طور پر نہیں سمجھ سکے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ جانتے ہیں اور جان بوجھکر خدا پر افترا کرتے ہیں۔ ان آیات میں جھوٹ کی لعنت کو خدا تعالٰے نے کفار کے حق میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ انکی عادت ہے پس مسلمان کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ اس لعنت کو اپنے خدا سے نسبت دے تجربہ شاہد ہے کہ جرائم پیشہ گرفتاروں کو حاکم حبس دوام یا قتل کی سزا دیتے ہیں مگر کسی خاص مقرب کی سفارش سے یا اپنی خاص مہربانی سے یا رحم کی درخواست پر انکو معافی بھی دیدیتے ہیں اور رہا کردیتے ہیں تو کیا اس صورت میں ان حکام کو وعدہ خلاف یا جھوٹا کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس معافی کا نام ذاتی اختیار کا استعمال ہے اور احسان اور کمال مہربانی ہے پس حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس رحیمانہ سلوک خداوندی کو جو وہ اپنے مجرم بندوں کے حق میں استعمال کریگا کذب کا عنوان دیتا ہے۔ وہ خود خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس شخص سے بڑھکر اور کون زیادہ ظالم ہوسکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیات کی تکذیب کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ ظالموں کی نجات نہ ہوگی

قالوا الیس اللہ علی کل شیئ قدیر
قلنا بلی ولکن قدرۃ اللہ تعالیٰ لا
تتوجہ الی المحالات کشریک الباری
وغیرہ من المحالات فکف اللسان عن
امثال ھذہ الکلمات واجب علی العباد
ومن تلک المسائل مسئلۃ الاستمداد
من ارواح الصلحاء قالوا لا یجوز
الاستمداد الا عن اللہ تعالیٰ ومن
استمد عن غیر اللہ تعالیٰ فقد اشرک
باللہ تعالیٰ قلت الکلام فی ھذہ المسئلۃ
من وجہین جواز نفس الاستمداد و
عدمہ والنفع من الاستمداد وعدمہ
فنفس الاستمداد یعنی طلب المعونۃ
شائع ذائع عندھم من الاحیاء فی
مقاصدھم الدنیویۃ من تعمیر المدارس
وتبلیغ المذاھب واجراء الجرائد فان
کان نفس الاستمداد شرکا فقد اشرکوا
باللہ تعالیٰ فلا فرق بیننا وبینھم
فی نفس الاستمداد غیر انھم
یستمدون من الاشباح الفانیۃ و
نحن نستمد من الارواح الطیبۃ الباقیۃ
واما النفع من الاستمداد فبارادۃ
اللہ تعالیٰ ان اراد نفعنا الارواح الطیبۃ
ونفعھم الاشباح الفانیۃ وان لم یردہ ما نفعنا

مخالف اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کیا خدا ہر شے پر قادر نہیں تو
جھوٹ پر کیوں قادر ہوگا (جواب) بیشک صحیح ہے
لیکن قدرت الٰہیہ ممکن اور نامناسب امور کی طرف متوجہ
نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ خدا اپنا شریک پیدا نہیں کرتا۔
اور اسی طرح کے اور نا واجب کام نہیں کرتا۔ ایسی لیے
بکواس سے انسان کا فرض ہے کہ اپنی زبان کو روک
رکھے۔ ان مسائل میں سے استمداد کا مسئلہ بھی ہے جو
صلحاء کی روحوں سے کی جاتی ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ
ناجائز ہے اللہ کے سوا اور جو اللہ کے سوا کسی اور سے
استمداد کرتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے میں کہتا ہوں
کہ اس پر دو طریق سے بحث ہے اوّل صرف استمداد اور
عدم استمداد پر۔ دوم استمداد سے نفع یا عدم نفع پر۔ پس
نفس استمداد یعنی کسی سے امداد طلب کرنا۔ تو وہ زندوں
سے عام طور پر حاصل کیجاتی ہے اور کثیر الاستعمال اور
مشہور ہے چنانچہ مخالف بھی دنیاوی امور میں (مثلاً
تعمیر مدارس، تبلیغ مذہب اور اجرائے اخبارات)
میں انکے ہاں بھی پائی جاتی ہے تو اگر صرف استمداد
ہر طرح سے شرک ہے تو مخالف خود شرک کر رہے ہیں اور
نفس استمداد میں ہمارے اور انکے درمیان کوئی فرق
نہیں مگر یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فانی جسموں سے استمداد
کرتے ہیں اور ہم پاک اور غیر فانی ارواح سے استمداد
کرتے ہیں۔ ما بعد ہا استمداد سے نفع تو اللہ تعالیٰ کا
ارادہ اگر چاہے تو ہم کو ارواح طیبہ نفع دیتے ہیں اور
ان کو فانی جسم نفع دیتے ہیں اگر وہ نہ چاہے

وما نفعهم وان قالوا نحن نستمد من ابدان الاحياء وانتم تستمدون من ارواح الاموات نقول انتم كذلك تستمدون من الارواح لان المعطی والمانع هو الروح فی جسد کان او خارجا من الجسد انتهی۔ ومن تلك المسائل مسئلہ تسمیۃ بعض الناس اولادهم منسوبین الی الانبیاء والصلحاء فهم یحکمون بالشرك علی من سمی ولدہ نبی بخش اور سول بخش او غلام محمد او غلام الصدیق واشباہ ذلك قالوا معطی الاولاد هو اللہ تعالی لا یجوز لاحد ان یضاف اسم ولدہ الی غیرہ تعالی والغلام بمعنی العبد وکلنا عباد اللہ لا یجوز اضافۃ العبدیۃ الی غیرہ تعالی قلنا سلمنا ان المعطی والمانع هو اللہ تعالی حقیقۃ لکن اضافۃ العطاء الی غیرہ تعالی جائز مجازا کما قال جبرئیل علیہ السلام لمریم العذراء لاهب لك غلاما زکیا وما قال لیهب اللہ تعالی لك غلاما زکیا فاذا جاز ان یهب جبرئیل علیہ السلام غلاما فلم لا یجوز ان ینسب العطاء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

تو نہ ہم کو ان سے نفع ہوتا ہے نہ انکو۔ اب اگر وہ یوں کہیں کہ ہم تو زندوں کے بدن سے استمداد کرتے ہیں اور تم مُردوں کی روحوں سے استمداد کرتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ دراصل تم بھی ارواح سے ہی استمداد کرتے ہو۔ کیونکہ در حقیقت دینے والا یا روکنے والا روح ہی ہے خواہ وہ جسم سے خارج ہو یا اسمیں داخل ہو۔ انتہیٰ۔ ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کے نام انبیاء علیہم السلام یا صلحائے اُمت کیطرف منسوب کر دیتے ہیں مگر مخالف اس شخص پر شرک کا فتوےٰ لگا دیتے ہیں جو اپنے بچوں کا نام نبی بخش، رسول بخش یا غلام محمد یا غلام صدیق یا اسی قسم کا اور نام رکھے کیونکہ اولاد دینے والا خدا ہی ہے اور یہ جائز نہ ہوگا کہ اپنے بچے کا نام غیراللہ کیطرف منسوب ہو اور غلام عبد کے معنے میں ہے اور ہم سب عباد اللہ ہیں اور عبدیت کی نسبت غیراللہ کیطرف جائز نہیں ہم کہتے ہیں کہ مان لیا کہ معطی اور مانع درحقیقت خدا ہی ہے مگر تاہم عطیہ کو غیراللہ کیطرف منسوب کرنا مجازی طور پر جائز ہوتا ہے کیونکہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آکر یوں کہا تھا کہ میں تمکو پارسا لڑکا بخشنے آیا ہوں اور یوں نہیں کہا تھا کہ اسلیے آیا ہوں کہ خدا تمکو لڑکا بخشیگا جو پارسا ہوگا۔ تو جب جبرئیل علیہ السلام لڑکا دیسکتے ہیں تو کیوں حضور علیہ السلام کیطرف یہ عطیہ منسوب کرنا مجازی طور پر جائز نہ ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے

مجازا فان قیل ذلک کان بامر اللہ
تعالی قلنا سلمنا انہ کان بامر اللہ
تعالی لکنہ فتح لنا باب الجواز
واما الغلام وان کان بمعنی
العبد فی اصطلاح الفرس
فای قباحۃ فی تشبیہہ الاولاد
بعبید الصلحاء من الانبیاء
والصحابۃ والصالحین اما کان
لہم عبید اما کانوا ینسبون
عبیدہم لانفسہم بقولہم
عبدی و امتی اما قال اللہ تعالی
من عبادکم واماءکم فالعبید
والناس جمیعا عباد اللہ حقیقۃ
والعبید عبید لمالکیہم
مجازا کما بینا کثرۃ استعمال
المجاز فی القرآن فی اول الکتاب
کذلک اولاد الناس عبید اللہ
حقیقۃ وعبید للصلحاء مجازا
انتہی۔ ولیکن ھذا اخر ما
اردنا تحریرہ فی ھذا المقام
اللہم انک تعلم انی ما
اردت بھذا التحریر الا اصلاح
عقائد المسلمین عن الزیغ والضلال
فان کان صوابا فمنک ولک المنۃ
١٤ محرم الحرام ١٣٦٠ دوشنبہ

کہ قول جبرئیل تو امر الٰہی تھا اور کس نے حکم دیا
ہے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک
قول جبرئیل امر الٰہی تھا۔ مگر اس نے ہمارے واسطے جواز
کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب رہا لفظ غلام تو اگرچہ
وہ فارسی محاورہ میں عبد کے معنے میں ہے۔ تاہم اپنے
بچوں کو صلحاء کے غلاموں کے ساتھ تشبیہ دینے میں
کیا قباحت ہوگی اور صلحاء سے مراد نبی ہیں اور صحابہ
اور اُمت محمدیہ کے نیک بندے۔ کیا انکے پاس خود
اپنے غلام نہ ہوتے تھے یا انکو اپنی ذات سے منسوب
کرتے تھے؟ اور یوں نہ کہتے تھے کہ اے میرے بندے
اور اے میری لونڈی کیا خدا نے انکو اپنی طرف منسوب
نہیں کیا کہ تم اپنے بندوں اور اپنی بندیوں کے نکاح
کرا دیا کرو پس حقیقت میں تمام غلام اور تمام آزاد لوگ
خدا کے بندے ہیں اور غلام اپنے آقاؤں کے مجازی
طور پر بندے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں
قرآن مجید میں کثرت کیساتھ حقیقت و مجاز کا استعمال
ذکر کر دیا ہوا ہے۔ علی ہذا القیاس لوگوں کے بچے
حقیقت میں اللہ کے بندے ہیں اور صلحائے اُمت
کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ انتہی۔ یہ ہماری تحریر
کا آخری مقام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ یا اللہ
میں نے اس تحریر سے اور کوئی ارادہ نہیں کیا سوائے
اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور گمراہی سے
درست ہوں پس اگر یہ تحریر تیری طرف سے ہے تو میں
تیرا احسان اور فضل مانتا ہوں۔ تو اس سے اپنے

بسم الله الرحمن الرحيم

. ألة .

من كرامفور من ناحية نارته إركات .

ما يقول علماء الشريعة المتينـــة فى أن أحدا من مقلدى الإمام الأعظم أبى حنيفة رحمه الله تعالى يعمل بالحديث الصحيح الغير المنسوخ ولا المتروك وذلك الحـــديث معمول لأحـــد مـــن الأئمـــة الأربعـــة كحديث التأمين جهراً ورفع اليـــدين قبل الركوع وبعـــد الركوع وصلوة الوتر ثلث ركعات بقعدة واحدة وتسليم وأحد فهل يخرج هذا العامل من المذهب الحنفى أم يبقى حنفيا ، فإن قلتم يخرج فكيف نقل عن الإمام ابن الشحنة فى " رد المحتار " وهو كتاب لــه إعتبار عند الأحناف .

إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولايخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه أنــه قال إذا صح الحديث فهو مذهبى وحكى ذلك ابن عبد البر عن أبى حنيفة وغيره من الأئمة .

وفى المكتوب السادس عشر مـــن كتاب " مقامات مظهرى " لسيد مظهر جان جانان الحنفى إن عمل بالحديث الثابت لم يخرج من

مذهب الإمام " إذاصح الحديث فهو مذهبى " نص فى هذا الباب وإن لم يعمل بالحديث الثابت بعد عثوره عليه خالف قول الإمام " أتركوا قولى بخبر الرسول ﷺ " .

وفى نفس المكتوب " من يدعى إن العمل بالحديث يخرجه من مـذهب الإمام فليقدم برهانا إن كان فى وسعـه ، وقال الشاه ولى الله المحدث الدهلوى الحنفى فى كتاب "عقد الجيد" لاسبب لمخالفته حديث النبى ﷺ إلاانفاق خفى أو حمق جلى .

فما جواب هـــذه الأقوال لهؤلاء الكبار وإن قلتم إنه لايخرج من مذهب الإمام فالتشنيع والطعن عليه اعتداء أم لا ؟ بينوا توجروا .

المستفتى : كاكا محمد عمر ، ١٣ رجب ١٣١٣هـ . (١)

☆ ☆ ☆

(١) الشيخ احمد رضا خان رحمه الله : الفضل الموهبى ، طبع مركزى مجلس رضا لاهور وقـد عرب هــذه الرسالة أخونا الفاضل الأستاذ افتخار احـــد القادرى ، الأستاذ فى الأدب العربى بالجامعــة الأشرفية بمبار كفور أعظـم كره ، يو ـ بى الهنـد ، ونشكر الأستاذ على خدمته السنيـة وبارك الله فيها ونفعه بها فى الدارين ، ونقلنا هذه السطور من ترجمته الشريفة . مصنف :

بسم الله الرحمن الرحيم

الجـــواب

الحمد لله الذى أنزل الفرقان فيه تبيان لكل شئ تمييزا للطيب من الخبيث وأمر نبيه أن يبينه للناس بما أراه الله فقرن القرآن ببيان الحديث والصلاة والسلام عــلى من بين القرآن وأقام المظان وأذن للمجتهدين بإعمال الأذهان فاستخرجوا الأحكام بالطلب الحثيث فلو لا الأئمة لم يفهم الكتاب ولولا الكتاب لم يعلم الخطاب فيالها من سلسلة تهدى وتغيث وعلى آله وصحابته ومجتهدى ملته وسائر أمته إلى يوم التوريث .

أقول وبالله التوفيق ، ههنا أمران ، الأول صحــة الحديث على مصطلح الأثر والثانى صحة الحديث لعمل المجتهد وبينهما عموم وخصوص مطلقا بل من وجه وقد يكون الحديث ضعيفا فى الأسناد وائمة الأمة وأمناء الملة يعملون به نظرا إلى أن لذلك الحديث قرائن خارجة تعضده أو لأنه يطابق القواعد الشرعية فعملهم هــذا يوجب صحة الحديث وتقويته .

فهنا قد تفرعت الصحة على العمل لا العمل على الصحة وقد قال الإمام الترمذى بعد أن روى الحديث من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر " .

حنش هذا هو أبو على الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه احمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم

وقد حرر الإمام جلال الدين السيوطى فى كتابه " التعقبات على الموضوعات " أشار الإمام الترمذى بذلك إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله .

وقد نقل الإمام شمس الدين السخاوى فى " فتح المغيث " عن الشيخ أبى الحسن القطان " هذا القسم لايحتج به كله بل يعمل به فى فضائل الأعمال ويتوقف عن العمل به فى الأحكام إلا إذ اكثرت طرقه أو عضده إتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن وقد قال الإمام المحقق على الإطلاق فى " فتح القدير " فى باب صفة الصلوة ليس معنى الضعيف الباطل فى نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث مع تجويز كونه صحيحا فى نفس الأمر فيجوز أن تقترن قرينة تحقق ذلك وإن الراوى الضعيف أجاد فى هذا المتن المعين فيحكم به .

وربما يكون الحديث صحيحا ولا يعمل به الإمام المجتهد :

١ : إما لأن عنده هذا الحديث غير متواتر يوجب نسخ الكتاب .

٢ : أو حديث الآحاد يوجب الزيادة على الكتاب .

٣ : أو الحديث روى عن الآحاد فى موضع تكرر الوقوع وعموم البلوى أو فى كثرة المشاهدين وتوفردواعى الروايه .

: أو يلزم تكرار النسخ فى العمل به .

: أو يكون الحديث الصحيح الآخر معا رضا لـــه ويترجح عليه بوجه من وجوه الترجيح الكثيرة .

: أو ذلك الحـــديث مؤول أو معدول عن الظاهر لحـــكم الجمع والتوفيق والتطبيق بين الأدلة .

: أو الحديثان متساويان ولا يمكـــن الجمع المقبول بينهما ولا يعلم تاريخهما ليتبين الناسخ من المنسوخ فبعـــد أن تساقطت الأدلـة المتعارضه وجب الرجوع إلى موافقة الأصل .

: أو مضى عمل العلماء على خلافه .

: أو تعامل الأمة قد سوغ له مخالفة الحديث كمثل حديث المخابرة .

: أو خالف الراوى الصحابى الحديث المفسر .

: أو انتفت علة الحكم الأن كما فى سهم المؤلفة قلوبهم .

: أو كمثل حديث لاتمنعوا اماء الله مساجد الله ، وكان مبنى الحكم حال العصر أو عرف البلد فانتفى الآن وانقطع .

: أو العمل بـــه داع إلى الضيق الشديد والحرج فى الدين كما فى حديث الشبهات .

: أو لفسادنا شئ هذا ألا وإن كما فى حديث التغريب لعام .

١٥ : أو مثل حديث ضجعة الفجر وجلسة الاستراحة منشأه أمر م
أو موقت أو حاجة خاصة لا التشريع الدائمى مثل الجهر بآية
الظهر أحيانا أو جهر الفاروق بدعاء القنوت أو مثل الحدي
عليك السلام تحية الموتى إنما المقصود به الإخبار لا الحكم الشر
إلى غير ذلك من الوجوه التى يعرفها النبيه ولايبلغ حقيقة كن
إلا المجتهد الفقية فمجرد كون الحديث صحيحا على مصطلح الأ
لن يكفى صحة العمل للمجتهد، ولم يظهر مجتهد من السادة الصحا
الكرام إلى الأئمة المجتهدين المتأخرين رضى الله عنهم لم يجع
بعض الأحاديث الصحيحة مؤولا أو مرجوحا أو متروك العم
بوجه ما .

لم يعمل أمير المؤمنين عمر الفاروق الأعظم بحديث عمار رضي الله عنه في التيمم للجنب وقال إتق الله يا عمار كما فى صحيح مسلم وكذلك لم يعم بحديث فاطمة بنت قيس فى عدم النفقة والسكنى للمبتوتة وقال لانترك كتاب ربنا ولاسنة نبينا بقول امرأة لاندرى حفظت أم نسيت روا مسلم أيضاً .

كذلك لم يعمل عبد الله بن مسعود رضي الله عنه بحديث التيمم السالف ذكره وقال أبو موسى الأشعرى رضي الله عنه أو لم تر عمر لم يقنع بقول عمار كما فى الصحيحين وكذلك لم تعمل أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله عنها بحديث فاطمة المذكور وقالت ما لفاطمة لاتتقى الله رواه البخارى .

وكذلك لم يعمل عبد الله بن عباس رضى الله عنهما بحديث أبى هريرة رضي الله عنه " الوضوء مما مست النار " وقال انتوضأمن الدهن

انتوضأمن الحميم رواه الترمذى .

وكذلك لم يعمل الأمير معاوية رضي الله عنه بحديث عبد الله بن عباس رضى الله عنهما أنه صلى الله عليه وسلم لم يستلم هذين الركنين وقال ليس شئ من البيت مهجورا كما فى البخارى من رواية الحموى والمستملى .

وكذلك لم يعمل الجماهير من الأئمة الصحابة والتابعين من بعدهم بحديث الوضوء من لحوم الإبل وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة وغيرهما رضى الله عنهم .

وكان إمام دار الهجرة عالم المدينة سيدنا مالك بن أنس رضي الله عنه يقول " العمل أثبت من الأحاديث " وقال أتباعه " إنه لضعيف أن يقال فى مثل ذلك حدثنى فلان عن فلان " .

وكانت طائفة من الأئمة التابعين إذا بلغهم الأحاديث من غيرهم على خلافهم قالوا مانجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره .

ويقول للإمام محمد بن أبى بكر بن جرير أخوه مراراً لما ذا ما حكمت بحديث كذا فيقول " لم أجد الناس عليه " . وكان أستاذ الأستاذ البخارى ومسلم إمام المحدثين عبد الرحمن بن مهدى يقول " السنة المتقدمة من سنة أهل المدينه خير من الحديث " نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدرى المكى المالكى فى " مدخله " فى فصل فى النعوت المحدثة وفى فصل فى الصلاة على الميت فى المسجد ما ورد من أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم صلى

على سهيل بن بيضاء فى المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عند مالك أقوى إلخ .

ونذير حسين الدهلوى نفسه يكتب فى كتابه " معيار الحق " أن ترك بعض الأئمة بعض الأحاديث فرع بحثهم لأنهم لم يعتبروا تلك الأحاديث أحاديث يعمل بها بدعوى النسخ أو بدعوى الضعف وأمثال ذلك .

فقد كشفت إضافة " أمثال ذلك " عن أن الأئمة أحيانا لايعتبرون بعض الأحاديث أحاديث يعمل بها بغير دعوى النسخ والضعف ولاشك أن الأمر كذلك ، وفى نفس الكتاب جعل المؤلف الحديث الجليل لصحيح البخارى " حتى ساوى الظل التلول " متروك العمل تقليدا محضاً لبعض الشافعية المقلدين بحيلة التأويلات الباردة الكاسدة الساقطة الفاسدة وقال معتذراً من الإثم إن هذه التأويلات الحقة إقترفتها جمعا بين الأدلة .

وسوى ذلك قد جعل كثيرا من الأحاديث الصحاح واهيات مردودة بالدعاوى الباطلة الذاهلة الزائلة بلاخوف ولاخطر تصويبا للمذهب وقد ذكرت تفصيل ذلك فى رسالتى " حاجز البحرين الواق عن جمع الصلاتين " وهذه الرسالة فى مسئلة واحدة فقط وهناك قد أوضحت زلات نذير حسين الدهلوى التى تتعلق بها وهكذا فعل فى سائر المسائل .

وبالجملة لاينكر عاقل موافقا كان أو مخالفا أن مجرد صحة الأثر لا يستلزم صحة العمل بل يستحيل استلزامها والا يلزم القول بالمتنافيين حين صحة المتعارضين وذلك محال عقلاً فلا جرم أن يكون المراد بصحة الحديث فى الأقوال المذكورة بالسؤال وأمثال ذلك صحة العمل وبالخبر هو الخبر الواجب العمل عند المجتهد .

ومن أجلى البديهيات أنه إن عثر المجتهد على حديث ولم يعمل به لأجل التأويل أو للوجوه الآخرى فذلك الحديث لايكون مذهبا له والا تعود نفس الاستحالة العقلية من أنه قد قال بضده تصريحا .

فقد ظهر ظهور ابينا أن الادعاء بتلّى حديث على خلاف مذهب الإمام بزعم أن مذهب الإمام مطابق له لأجل أقوال الإمام المذكورة ينحصر فى أمرين :

الأول : ان يكون من المعلوم والمحقق أن هذا الحديث لم يكن بلغ الإمام والا فالمذهب بحال العثور مخالف لاموافق له ولذلك صرح العلامة الزرقانى فى شرح المؤطا الشريف قد علم أن كون الحديث مذهبه محله إذا علم أنه لم يطلع عليه إما إذا احتمل إطلاعه عليه وأنه حمله على محمل فلا يكون مذهبه .

الثانى : أن يكون لهذا القائل احاطة تامة باحكام الرجال والمتون وطرق الاحتجاج ووجوه الاستنباط وما يتعلق بها من اصول للمذهب .

ههنا تعتريه أربع مراحل شديدة الصعوبة كل منها أصعب من الآخرى .

المرحلة الأولى : نقد الرجال بحيث أن يكون القائل عاثرا على مراتبهم من الثقة والصدق والحفظ والضبط وأقوال الأئمة فيهم ووجوه الطعن ومراتب التوثيق ومواضع تقديم الجرح والتعديل وحوامل الطعن ومناشى التوثيق ومواضع التحامل والتساهل والتحقيق ويكون متمكنا من استخراج مرتبــة اتقان الراوى بنقد الروايات وضبط المخالفات والاوهـام والخطيئات ويكون حاذقا فى اساميهم والقابهم وكناهم وانسابهم والوجوه المختلفة لتعبير الرواة لاسيما أصحاب التدليس وتعيين المبهمات والمتفق والمتفرق والمختلف والمؤتلف ويكون مطلعا على مواليدهم ووفياتهـم وبلادهم ورحلاتهم ولقاء اتهم واساتذتهم وتلامــذتهم وطرق التحمل ووجوه الاداء والتدليس والتسوية والتغير والاختلاط والآخذين من قبل والآخذين من بعد والسامعين فى الحالين وغيرها من الأمور الضرورية كلها تكون منكشفة له فبعد ذلك كله يمكنه أن يقول فى سند الحديث فقط إنه صحيح أو حسن أو صالح أو ساقط أو باطل أو معضل أو مقطوع أو مرسل أو متصل .

المرحلة الثانية :

أن يمعن النظر التام فى الصحاح والسنن والمسانيــد والجوامع والمعاجم والأجزاء وغيرهـــا من كتب الأحاديث وطرقها المختلفــة والفاظها المتنوعة إلى أن يعثر على تواتر الحديث أو شهرته أو فرديته النسبية أو الغرابة المطلقة أو الشذوذ أو النكارة واختلاف الرفع والوقف والقطع والوصل والمزيد فى متصل الإسانيد واضطرابات السند والمتن وما إلى ذلك وأن يحصل له أيضاً رفع الابهام ودفع الاوهام وايضاح

المتن واظهار المشكل وابانة المجمل وتعيين المحتمل بجميع هذه الطرق واحاطة الألفاظ .

ولذلك كان الإمام أبو حاتم الرازى يقول لا نحصل على معرفة حديث حتى نكتبه بستين وجها ، وبعد ذلك إنما يمكنه أن يحكم بأن الحديث شاذ أو منكر أو معروف أو مرفوع أو موقوف أو فرد أو مشهور .

المرحلة الثالثة :

ثم ينظر فى العلل الخفية والغوامض الدقيقة وهذا لم يقدر عليه أحد منذقرون، فإن وجد الحديث منزها من العلل كلها بعد الاحاطة بوجوه الاعلال فإنما يحكم بصحة الحديث بمعنى مصطلح الأثر بعد أن يمر بهذه المراحل الثلاثة وحفاظ الحديث كلهم والنقاد الاجلة وغير الواصلين إلى ذروة الإجتهاد الشامخة لا يبلغون إلا إلى هذه المرحلة والذين يدعون الإجتهاد وكفاءة الأئمة الامجاد وهم يقلدون اثناء الجواب هذه المراحل اصحاب الصحاح أو مصنفى اسماء الرجال تقليدا جامدا يوقحون ولا يستحيون بل هذا التقليد شرك جلى على قولهم، فى أى آية أو حديث قيل إن البخارى والترمذى بل الإمام أحمد وابن المدينى ما يصححونه او ما يخرجونه من حديث يكون كذلك وأى نص جاء أن الذهبي والعسقلانى بل النسائى وابن عدى والدارقطنى بل يحيى بن معين وابن مهدى ما يقولونه فذلك هو الحق المبين .

ولما لم يتقرر تقليد الاكابر الذين هم ارفع واعلى وأعلم وأعظم بدرجات من هؤلاء وأمثالهم الذين كان ينبغى لهم أن يقلدوهم ويتبعونهم فى معرفة الإحكام الالهية الذين يعترف هؤلاء أيضاً بدرجات امامتهم السامية فالتقليد المحض للرجال (امثال البخارى والترمذى وغيرها) الذين هم اقل رتبة ومكانة بكثير من هؤلاء الإكابر (أمثال الأئمة الأربعة) فى أقل من هذا كالجرح والتعديل وغيرهما من الامور المذكورة التى فيها اتساع لتقديم الرأى لا يجوز قطعاً وإن استدللتم فاستدلوا برأيكم ولا تسموا فى هذا فلانا وفلانا فستنجلى الحقيقية .

ما ذا اخاضك يا مغرور فى الخطر
حتى هلكت فليت النمل لم تطـر

يجب على الإخوان العادلين أن ينظروا إلى صعوبات هذه المراحل التى أو خذ فيها المحدث الجليل الشان أبو عبد الله الحاكم بمواخذات عظيمة شديدة وعزى مثل الإمام ابن حبان الناقد البصير إلى التساهل وأكبر منهما الإمام أبو عيسى الترمذى قد تقرر متساهلا فى التصحيح والتحسين والجبل الرفيع الإمام مسلم قد اعترف بعبقريـة البخارى وأبى زرعة كما أو ضحنا فى رسالتنا " مدارج طبقات الحديث " .

ثم المراحلة الرابعة :

وهى العلو فى الفلك الرابع الذى لا يبلغ إليـه أحد إلا بعد أن يكون شمسا منيرة بنور الإجتهاد ومن ذا الذى بلغ فى المراحل الثلثة

مبلغ إمام ائمة المحدثين محمد بن اسمعيل البخارى ولكنه حينما دخل فى موضع الإحكام والنقض والإبرام فاتى بالعجائب من اراد ان يلاحظها فليجب عليه النظر فى صحيح البخارى وعمدة القارى للعلامة العينى نظرة العدل مثلاً قصة (!) حليب الشاة شهير جداً .

ورواية اشتغال الإمام عيسى بن ابان بالحديث ثم الاخطاء فى مسئلة مرتين وكونه ملازمالتلامذة الإمام الا عظم أبى حنيفة ما ثور ومعلوم ، لذلك يقول الإمام الاجل سفيان بن عيينة شيخ الإمام الشافعى والإمام أحمد وأستاذ الأستاذ للإمام البخارى والإمام مسلم ومن الأئمة المحدثين الاجلة رمن الفقهاء المجتهدين ومن تبع التابعين " الأحاديث مضلة إلا للفقهاء .

ويقول العلامة ابن الحاج المكى فى " المدخل " يريدا لإمام سفيان بن عيينة إن غيرهم قد يحل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره أو دليل يخفى عليه أو متروك أوجب تركه غير شيئ مما لا يقوم به إلا من تبحر وتفقه .

ويقول سيدنا ونبينا محمد رسول الله ﷺ " نضر الله عبد اسمع مقالتى وفحفظها وعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هوا فقه منه " أخرجه الإمام ١ـ الشافعى ٢ـ والإمام أحمد ٣ـ والدارمى ٤ـ وأبو داود ٥ـ والترمذى وصححه ٦ـ وابن

(!) وهى إذا شرب رضيعان حليب شاة يصيران اخوين رضيعين وهذا من العجائب (المعرّب) .

ماجة ٧ـ والضياء فى المختارة ٨ـ والبيهقى فى المدخل عن زيد بن ثابت ٩ـ والدارمى عن جبير بن مطعم ونحوه ١٠ـ أحمد ١١ـ والترمذى ١٢ـ ابن حبان بسند صحيح عن ابن مسعود ١٣ـ والدارمى عن أبى الدرداء رضى الله عنهم أجمعين ولو كان العلم بالحديث يكفى فهم الحكم فما المراد بقول النبى ﷺ المذكور من قبل ؟

يقول الامام ابن حجر المكى الشافعى فى كتابه الخيرات الحسان (١) إن أحداً سأل امام المحدثين سليمان الأعمش التابعى الجليل الشان من الأئمة الاجلة التابعين ومن تلامذة سيدنا أنس رضي الله عنه عن مسائل وكان امامنا الاعظم سيدنا أبو حنيفة رضي الله عنه حاضرا فى المجلس فوجه الإمام الأعمش تلك المسائل إلى امامنا فاجاب الإمام على الفور فقال الإمام الأعمش من ابن اتيت بهذه الاجوبة فقال من الإحاديث التى قد سمعتها منك وروى تلك الإحاديث بالإسناد فقال الأعمش حسبك ما حدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به فى ساعة واحدة ما علمت إنك تعمل بهذه الإحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الاطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين والحمد لله رب العلمين ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم .

---

(١) قد نقلت هذا الكتاب النادر فى مناقب أبى حنيفة إلى الاردويه ، وقد طبع مع الأصل فى مدينه پبلشگ كمپنى كراتشى ـ شجاعت على .

بعد ذلك الرابعة المراجعة :

ومـا أدراك ما المرحلـة الرابعــة هى اعوص المنازل وأصعب المراحل لا يسير إليها إلا أقل القلائل فمن يعرف قدرها واهميتها ، بيت :

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
که نظم مملکت خویش خسروان دانند

(تعريب البيت) أنت الصعلوك ذوالمتربة أيها الحافظ فلا تعول ولا تطمع فإن الملوك هم يعلمون نظم مملكتهم واسرار سلطانهم .

فالواجب على السائران يكون لــه العثور التام والنظـر العميق والـذهن المتوقد والبصيرة الناقدة والبصر المنيع والاطلاع العـام على جميع لغات العرب وفنون الأدب ووجوه الخطـاب وطرق التفاهم وأنواع النظم واقسام المعانى وإدراك العلل وتنقيح المناط واستخراج الجامع ومعرفــة المانع وموارد التعدية ومواضع القصر ودلائل حكم الآيات والأحاديث واقاويل الصحابة وائمة الفقه من القدماء والجدد ومواقع التعارض واسباب الترجيح ومناهج التوفيق ومدارج الدليل ومسالك التخصيص ومناسك التقييــد ومشارع القيـود وشوارع المقصود وغير ذلك .

وقد حرر الإمام شيخ الإسلام زكريا الأنصارى ـ قدس سره ـ البارى شيئاً من اجمال ذلك ، " إياكم أن تبادروا إلى الإنـكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد احاطتكم بادلة الشريعة كلهـا ومعرفتكم بجميع

لغات العرب التى احتوت عليها الشريعة كلها ومعرفتكم بمعانيها وطرقها ثم قال متصلا " وأنى لكم بذلك " نقله الإمام العارف بالله عبد الوهاب الشعرانى فى الميزان .

ورد المحتار الذى نقل المستفتى عبارته فى المسألة فى نفس ذلك الكتاب قد اوضح معنى العبارة متصلابتلك العبارة ولكن المستفتى لم بنقله يقول ولا يخفى إن ذلك لمن كان اهلا للنظر فى النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب فى الدليل وعملوا به صح نسبته إلى المذاهب" .

ومما لاريب فيه أن الشخص الذى جاب هذه المراحل الأربعة هو مجتهد فى المذهب كالامام أبى يوسف والإمام محمد رضى الله عنهما فى المذهب المهذب الحنفى ولاشك أن لا مثال هؤلاء الأئمة مبرر الذلك الحكم ولتلك الدعوى ومع ذلك أنهم لم يخرجوا من تقليد الإمام فانهم خالفوا صورةً ولكنهم عملوا معنى بالأذن الكلى للإمام ثم إنهم وإن يكونوا ما ذونين بالعمل لا يمكنهم أن يدعوا بالجزم أن مفاد هذا الحديث على رغم مذهب الإمام غاية الأمر الظن فقط يمكن أنه إن كانت مداركهم قصرت عن مدارك الإمام العالية لو عرضوه على الإمام لعله لم يقبله فالتيقن التام على كون مذهب الإمام ليس هناك أيضاً فاجل الأئمة المجتهدين فى المذاهب قاضى الشرق والغرب سيدنا الامام أبو يوسف رحمه الله تعالى الذى قد اعترف الموافقون والمخالفون بمدارجه الرفيعة فى الحديث قال فيه الإمام المزنى تلميذ الامام الشافعى الجليل " هو اتبع القوم للحديث " وقال الإمام أحمد بن حنبل " منصف فى

الحديث وقال الإمـــام يحيى بن معين وهو متشدد كبير " ليس فى أصحاب الرأى أكثر حديثـا ولا أثبت من أبى يوسف وقال أيضاً صاحب الحديث وصاحب السنة وحرار ابن عدى فى كامل ليس فى أصحاب الرأى أكثر حديثا منـه وقد عده الإمام أبو عبد الله الذهبى الشافعى من حفاظ الحديث وذكر فى كتاب تذكرة الحفاظ بعنوان الإمام العلامة فقيه العراقيين فهذا الإمام أبو يوسف مع جلالة شانه يقول فى الإمام سيدنا الإمام الأعظم رضي الله عنه ما خالفتـه فى شيئ قط تدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب إليه انجى فى الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى وقال أيضاً إذا كان الإمام يجزم بقول كنت اتردد إلى الأئمة المحدثين فى الكوفة لكى أرى أن اجد حديثا أو أثرا فى تائيد قوله فكثيرا ما قدمت أمام الإمام بحديثين أو بثلثة أحاديث فيقول فى البعض ليس بصحيح ويقول فى البعض ليس بمعروف فقلت وما أدراك هذا وأنها موافقـة لقولك فيقول إنى عـالم بعلم أهل الكوفة ذكر كله الإمـام ابن حجر فى الخيرات الحسان .

ملخص الكلام أن غير البالغين إلى قمة الاجتهاد ليسوا اهلاً لهذا وليسوا مرادين هنا أصلاً فضلاً عن المـدعيين الناشئين الجهال عديم الاناءة والوقار الذين لا يتمكنون من فهم كلامنا وكلامكم وينقدون اجتهاد أساطين الدين الالهى لو نظر السائل فى نفس كتاب رد المحتار أنه صرح فى الإمام ابن الشحنة والعلامة محمد بن محمد البهنسى استاذ العلامة نور الدين على القارى الباقانى والعلامة عمر بن نجيم المصرى مؤلف

النهر الفائق والعلامة محمد بن على الدمشقى الحصكفى مؤلف الدر المختار الكبار أنهم ليسوا باهل لترجيح بعض روايات المذهب فضلا عن مخالفة المذهب ونقل فى كتاب الشهادة بباب القبول عن العلامة السائحانى " ابن الشحنة لم يكن من أهل الأختيار " وفى كتاب الزكوة فى باب صدقة الفطر " البهنسى ليس من أصحاب التصحيح " وفى كتاب النكاح بباب الحضانة " صاحب النهر ليس من أصحاب الترجيح " وفى كتاب الرهن عن بحث للعلامة الشارح الحصكفى لاحاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذى لسنا اهلا له وأن هؤلاء ليسوا فى شئ حتى إن الاكابر وأساطين المذهب الأعاظم الجليلين رفيعى الدرجات أمثال الإمام الكبير الخصاف والإمام الأجل أبو جعفر الطحاوى والإمام أبو الحسن الكرخى والإمام شمس الأئمة الحلوانى والإمام شمس الأئمة السرخسى والإمام فخر الإسلام على البزدوى والإمام فقيه النفس فخر الدين قاضى خان والإمام أبو بكر الرازى والإمام أبو الحسن القدورى والإمام برهان الدين الفرغانى مؤلف الهداية وغيرهم من الأعاظم الكرام ادخلهم الله تعالى فى دار السلام قد نقل التصريح فيهم عن رسالة العلامة ابن كمال باشا رحمه الله تعالى " إنهم لايقدرون على شئ من المخالفة لا فى الأصول ولا فى الفروع .

العدل فانكم حاضرون أمام الله وما ثلون بين يديه فليس من المناسب التلسن والتحمس والالحاح لدقائق بل لابد لكل إنسان أن يطرق رأسه ويفكر وأن يختبر مؤهلاته تجاه هؤلاء الأئمة العظام فيرى أين السهامن مصابيح السماء وأين الثرى من الثريا إن لم يقص على دينه

وعدل فى نفسه لم يجد أهلية التلمذ لادنى تلامذة تلامذتهم ، لله الفريسة التى تكون مفلتة من وثبة الآساد الضوارى يريد الثعالب والسراحيب التمكن منها (إن هذا لشئ عجاب) .

نعم لانذكر من جعلــه ابليس المريد مريدا لــه وعلمه إدعاء " أناخير منه " تجاه جميع ائمة الأمة أيها الأخ هل ترغب فى التمسك بالــدين أم الألحاح على القول فليس الاضطراب والسخطـة والتململ لدقائق مستنكرا ولكن لاحظوا آثار دعاوى الأهلية من غير المقلدين ورأسهم وزعيمهم وأعــلى القمم وأسمى الذرى واكبر المحــدثين والمتوحدين الإمام المنتخب والمتفرد مجتهد العصر علامة الدهر نذيز حسين الــدهلوى هداه الله إلى الصراط السوى لاحظوا مؤهلات نفس هــذا الأكبر وقد كشفت عن علمه بالحديث لحاجة سؤال السائلين فى هذا الشهر الجارى فى مسألة واحــدة وهى الجمع بين الصلاتين فاخرجت الطرائف التى لم ترهاعين الفلك المرم مع دورانه القديم وعمره الطويل من يريد البسط فليراجع كتابى المذكور " حاجز البحرين " .

أنا أجمل علم المجتهد الدهلوى وطرائفه وعجائبه فى مسألة واحدة :

١: هذا المجتهد (نذير حسين الدهلوى) لايميز الضعيف المحض من المتروك .

٢: ولايفرق بين التشيع والرفض .

٣: ولايفصل فلان يغرب وفلان غريب الحديث .

٤: ولايميز بين الغريب والمنكر .

٥: ويحمل كلام " فلان يهم " على الوهمى (أى الذى قيل فيه أ يهم فهو وهمى عنده) .

٦: وكذا يحمل " له أوهام " على أنه وهمى .

٧: والحديث المرسل مردود مخذول عنده ومدلس العنعنة جدير بالأخذ والقبول .

٨: يعتبر الوصل المتأخر تعليقا مثلاً عند ما يقول المحدث رواه مالك عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك يقرره هذا الدهلوى معلقا ويهضم قطعة حدثنا بذلك .

٩: ويجعل الأحاديث الصحيحة مردودة منكرة وواهية بسلاطة لسانه فقط .

١٠: والحديث الضعيف الذى صرح الإمام البخارى وغيره بكونه منكرا ومعلو لايجعله صحيحا ببحوثه الباطلة .

١١: ويقصر الحديث الضعيف على ضعف الرواة ويعتقد العلل القوادح معدومة حين ثقة الرواة .

١٢: وله فى معرفة الرجال شرة التمييز إلى حد أنه لايميز بين الإمام الأجل سليمان الأعمش العظيم القدر الجليل الفخر التابعى الشهير وبين سليمان بن أرقم الضعيف .

١٣ : ويعتقد خالـــد بن الحارث الثقة الثبت خالـــد بن مخلد القطوانى ولايفرق بينهما .

١٤ : ويقرر الوليد بن مسلم الثقة الشهير الوليد بن القاسم .

١٥ : ويجهل مسألة تقوى بطرق جهلا مخصاً .

١٦ : ويغفل عن الفرق البـــديهى بين الراوى المجروح والمرجوح أصلاً .

١٧ : الإمتياز بين المتابع والمدار صعب عليه ومتابعات الثقات الواضحة بأقرب الوجوه بين عينيه ولكن الحديث سخيف بزعمه لوقوع الضعف فى بعض الطرق .

١٨ : وتتوفر الطرق الجليلـــة الموضحة المعانى فى الكتب المشهورة المتداولة حتى فى الصحيحين والسنن الأربعة والوصول اليها يستحيل عليه فضلا عن قدرة الاعتناء بجميع الطرق من سائر الكتب واحاطة الألفاظ والفرق بين المبانى والمعانى من سائر الكتب بالبحث والتحقيق .

١٩ : ولايقبل قول الأئمة فى التصحيح والتضعيف إلا إذا كان ذلك القول منقولا ومذكوراً فى تصانيفهم والا نقل الثقات يكون مردو أو مخذولاً .

٢٠ : وقد يقدح الرواة الجليلين للبخارى ومسلم بلاوجه وجيه ودليل ملزم فيجعل بعضهم مردودا وخبيثا وبعضهم متروك الحديث

كالإمـام بشر بن أبى بكر التيسى ومحمـــد بن فضيل بن غزوان الكوفى وخالد بن مخلد أبى الهيثم البجلى وهذا تفوهه برجال البخارى ومسلم الخاصين البعيدين عن الجرح والقدح وأكبر من ذلك أن علمه بالحديث قد وضع قواعد سبعة فى الردوا لابطال للصحاح الستة فقال إن الراوى الذى قيل فيه " التقريب " صدوق رمى بالتشيع أو صدوق متشيع أو ثقـــة يغرب أو صدوق يخطئ أو صدوق يهم أو صدوق له أوهام فهؤلاء كلهم ضعاف ومردودا والرواية ومتركوا الحديث عنـد هـــذا الدهلوى ودعوا سائر الصحاح وانظروا فى الصحيحجن تجدوا كثيرا من أمثال هؤلاء رواة ليس عددهـم بواحد أو أثنين أو إلى عشرين فقط بل يبلغ عددهم إلى مائة أو أكثر ، هذه ست قواعد .

والسابعة السند الذى يقع فيه راوٍ غير منسوب مثلاً حدثنا خالد عن شعبـــة عن سليمان ويوجد راوٍ ضعيف آخر بـاسم ذلك الراوى فيحمله على الراوى الغير المنسوب بالنظر إلى قرب الطبقـة وروايات المخرج رجمـا بالغيب وجزما بالريب ويحكم بضعف الحديث وسقوط الرواية .

معشر المسلمين! أنظروا إلى القواعد السبعة لهذا المحدث واعرضوا عليها البخارى ومسلم وما يرد من الأحاديث بهـذه المحدثات المخترعة فاخرجوها إلى مستيقن وجازم بأنــه لايبقى أكثر من نصف الكتابين أو ثلثها .

لا يسمح الله أن يكون طالب متوسط من مقلـدى الأئمة متخبطا مثل ذلك ، هذه طرائفه فى مسألة واحدة فإلى أين تبلغ طرائف جميع كلامه فالعظمة لله هؤلاء القدماء الرءوس الذين تعتبرهم الجماعة انوفهم وتحسبهم مجتهدين عالين وموهلاتهم هــذه فأين الأمة الجديدة جماعـة الإخوان الصغار منهـم لافى العير ولا فى النفير العيــاذ بالله من شر الشرير .

هل كان المرزا والشاه (ولى الله الدهلوى اللذان ذكرهما السائل فى الاستفتاء) غبيين وعديم الشعور حتى يفوضا ازمـة أحكام الشريعة الالهية وفهم أحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أيدى رجال لاخطام لهم فمرادهما أن من كان أهلاً له فله إجازة العمل (بالحديث) بل الواجب لا الاغبياء الغير الموهلين الذين يقرءون الترجمة الأردوية للبخارى والترمــذى والمشكوة فيحسبون أنهم محدثون أو بعض الناس يزعمون مذهب الأئمـة مخالفا للحديث لكى يحرم الله تعالى تقليد الأئمـة ويفرض الإيمان ببعض الناس فى هذا العصر ، أيها الأخ العزيز إنما هذا أيضاً تقليـد محض نعم ليس تقليد أبى حنيفة ومحمد ولكن تقليد بعض الناس .

واأسفاه ! على أن يفهموا هـذا المعنى من كـلام المرزا والشاه ويعتقد وهما خارجين عن نطاق العقل وهاديها العالى مرشدهما السامى موليها ومولى البيعة وإمامها الربانى الشيخ مجـدد الالف الثانى يحرر فى مكتوب ٣١٢ من مكتوباته :-

مخدومى ! إن أحــاديث الرسول على مصدرها الصلوة والسلام قدجاءت فى باب جواز الإشارة بالسبابة كثيراً وجاء بعض الروايات الفقهية الحنفية أيضاً فى هذا الباب ولكن غير المذهب الظاهر , أما قول الإمام محمد الشيبانى كان رسول الله ﷺ يشير ونصنع كما يصنع النبى عليه وعلى آلـه الصلوة والسلام ثم قال هــذا قولى وقول أبى حنيفة رضى الله تعالى عنهما فمن روايات النوادر لامن روايات الأصول وإذا وقعت حرمـة الأشارة بالروايات المعتبرة وافتوا على كراهة الإشارة لايجوز للمقلدين أمثالنا أن نجترئ على الإشارة عملاً بمقتضى الأحاديث ولايخلو مرتكب هــذا الأمر من الحنفيـة عن الحالين إما لايثبت العلم بالأحاديث المعروفة فى جواز الإشارة للعلماء المجتهدين أو يحسبهم أنهم حكموا بالحرمـة والكراهة لمقتضى آرائهم خلاف الأحاديث وكلاهما فاسد ان لايختارهما الأسفيه أو معاند ولكن نحسن الظن بهؤلاء الاكابر ونحسب أنهم لم يحكموا بالحرمة أو الكراهة حتى ظهر لهم الدليل غاية ما فى الباب أنــه لا علم لنا بذلك الدليل وهـذا المعنى لايستلزم قدح الاكابر وإن قال أحد إنــه يعلم الدليل بخلاف ذلك أقول لايعتبر علم المقلد فى إثبات الحلة والحرمة ويعتبرظن المجتهد فى هذا الباب كانهؤلا الاكابر يعلمون الأحاديث لأجل القرب ووفور العلم وحصول الورع والتقوى أحسن منا الاباعد ويعرفون الصحــة من السقم والنسخ من عدم النسخ أكثر منا ولاريب أنهم يحملون الوجه الموجــه فى ترك العمل بمقتضى الأحاديث على صاحبها الصلوة والسلام وأما ما نقل عن الإمام الأعظم إذاصح الحديث فهو مذهبى فالمراد بــه الحديث الذى لم يصل إلى الإمام وحكم بخلاف ذلك بناء على عدم العلم بهذا الحديث

وأحاديث الإشارة (فى التشهد) ليست من هذا القسم وإن قالوا إن علماء الاحناف افتوا بجواز الأشارة أيضاً فيجوز العمل بكليهما بمقتضى الفتاوى المتعارضة قلت إن وقع التعارض بين الجواز ترجح عدم الجوازاه ملتقطاً .

ونقل أيضاً عن رسالة المبدء والمعاد للمجدد :-

" كان يتمنى (هذا المجدد) إلى مدة أن يبد ووجه القراءة الفاتحة خلف الإمام فى المذهب الحنفى ولكن اعتناء بالمذهب كان يترك القراءة جبراً وكان يعتد هـذا الترك من قبيل الرياضة أخيراً أظهر الله حقيقة المذهب الحنفى فى ترك قراءة المأموم ببركة الأهتمام بالمذهب إذا لانتقال عن المذهب الحاد وجعل القراءة الحكمية أجمل من القراءة الحقيقية فى نظر البصيرة " .

نعم استعرضوا الآن أخبار أقوال الكبار ثم انظروا هـذا كبير الكبراء وعظيم العظماء وإمام الأئمة ماذا يقول وكيف ينزل الصواعق على الادعاء الباطل أى العمل بالحديث وكيف يهلك هذه النظرية .

أولاً : إعترف صراحة بأن الأشارة فى التشهد وردت فى كثير من أحاديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم .

ثانياً : تلك الأحاديث معروفة وشهيرة .

ثالثاً : فى المذهب الحنفى اختلاف قال الإمام محمد رحمه الله تعالى فى روايات النوادر كان النبى ﷺ يشير فنحن نشير أيضاً .

رابعاً : وأعرب عن أن هـذا قول الإمـام الأعظم رضى الله تعالى عنه .

خامساً : ليست الرواية فقط بل أفتى العلماء الأحناف بكليهما مع هـذا كلـه لأجل أن روايات الأشارة ليست مـن ظاهر الرواية يقول بكل صراحة لايجوز لنا المقلدين أن نجترئ على الإشارة نعمل بالحديث هذا القول القاهر للإمام الرباني فى حال اللين والسهل فكيف يكون قوله فى العمل بالحديث فيما لاتكون الفتوى مختلفة ولا يوجد اختلاف فى الرواية أصلاً .

أيها الناس هل فى هذا الإمام قال الشاه ولى الله أنه احمق مبين أو منافق كافر استحيوا أيها المعترضون وإخشوا عظمـة الشاه ولى الله لم يكن يمكنه أن يظن فى فخامة المجدد هذا الظن المردود والمذموم فإنه يعتقده قطب الأرشاد والهادى والمرشد ودافع البدعات ويعتبر تعظيمه تعظيم الله وشكره شكر الله كما يكتب فى مكتوبه السابع :

" الشيخ (مجدد الألف الثانى) قطب الأرشاد لهذا الدور وقد نجى كثير من الضالين بادية الطبائع والبدعات على يده وتعظيم الشيخ تعظيم لمدور الأدوار ومكون الاكوان وشكر لنعمة الشيخ شكر لمفيض النعمـة أعظم الله تعالى له الأجور " .

نعم لعل طعن نذير حسين الدهلوى ليس الأعلى حضرة المجدد كما يكتب فى " معيار الحق " إن بعض الناس فى هذه الأيام يصبحون مشركين

التزام التقليد المعين فإنهم لايقبلون الحديث الصحيح وإن عرض ضد رواية الكيدانى .

فى نفس مسئلة الإشارة تعرض رو ية الكيدانى كما عرض المجدد اوى الغرائب وجامع الرموز وخزانة الروايات وغيرها وذلك أصل احد أى عدم قبول الحديث ضد الرواية الفقهية .

فأنظروا كيف يقدم المجدد الرواية الفقهية ولاجلها يترك العمل الأحاديث الصحيحة ويعبر نذير الدهلوى عن هذا بالشرك بلاخوف لاخطر حفظنا الله من ظلال هؤلاء مجى الشرك ونفوض أمر الدهلوى يه ونقدم فوائد كلام المجدد .

لاً : هذه هى فائدة عظيمة .

ياً : قد صرح حضرة المجدد بأن الأحاديث المعروفة كما وردت فى رفع اليدين وقراءة المقتدى وغيرهما فانها ليست أقل شهرة من احاديث الإشارة فلا يعرضها ضد أقوال الإمام إلاغبى سفيه أو معاند مكابر ملح فإن تلك الأحاديث لم تكن لتخفى على الإمام ومعاذ الله لم يكن الإمام ليخالف الأحاديث برأيه فلا جرم أنه لم يعمل بها لدليل قوى شرعى .

ثاً : قد أعرب عن أن العلم باجوبة الأحاديث ليس بواجب لنا ويكفينا العلم بأن عند علمائنا وجها موجها .

عاً : وقد قال أيضاً يكون العمل بمسألة المذهب وإن لم نعلم الدليل على خلاف ذلك صراحـة فضلاً على أن لا نعلم الدليل على

مسألة المذهب على كل حال لايعتبر شيئاً .

خامساً : وقال أيضاً إن علماءنا الأسلاف رضى الله عنهم كما كانوا يحملون على الحديث ويعرفون الصحيح والضعيف والمنسوخ والناسخ لايساوى بهم من بعدهم فلا علم لهم كعلمهم ولاقرب لهم كقربهم الرسالة إذا يقول المجدد فى عصره فالى الآن قد مضى بعده ثلاث مائة عام فاليوم قليلوا المطالعة والقراءة هل يمكنهم أن يعادلوا بالأئمة .

سادساً : قد صرح بشرط أن أقوال الإمام الماثورة بألسوال الخاص (المذكور فى الابتداء) تتعلق بالأحاديث التى لم تصل إلى الإمام وصدرت المخالفة بناء على عدم العثور لا أنه مرجوح أو مأول أو متروك العمل على أصول المذهب بوجه من الوجوه المذكورة وإلا هكذا كانت المخالفة بحال العثور أيضاً كما لايخفى .

سابعاً : لعل مكانة علم المجدد لاينكرها هؤلاء أيضاً إن هذا المرزا جان جانان الذى استدل بكلامه (فى هذا الاستفتاء) اعترف بكبره يعتقد حضرة المجدد أهلاً للاجتهاد ويكتب فى ملفوظاته " التمست من رسول الله ﷺ ماذا تقول فى مجدد الألف الثانى ؟ قال من مثله فى أمتى ؟ إذا يقول هذا كبير الكبار إنه لايجوز لنا المقلدين العمل بالأحاديث على خلاف الإمام والذى يجترحه احمق فاقد الشعور وهو باطل وساع للباطل فأين هؤلاء الزاعمون الكاذبون منهم أين الثرى من الثريا .

هذه الفوائد السبعة كانت فى عبارة المكتوبات .

ثامناً : وإن لم يدرك أحد حقيــة قول الإمام ولكن العمـل بذلك واجب إن هذا يحبه الله ويوجب البركات ، أنظروا إن حقية المذهب الحنفى فى مسألــة قراءة المقتـدى (خلف الإمام) لم تكن ظهرت للمجدد إلى مـدة ولم يزل قلب المجدد يميل إلى القراءة ولكن لم يعمل إحتفالا للمـذهب ولم يزل يبحث عن مبرر فى نفس المذهب الحنفى .

تاسعاً : قد أجاب عن سوال بصراحة أنه إن خالف الإمام فى مسألة واحدة ولو بسبب أنه لم تظهر حقية المذهب فيها خرج عن للمذهب لأن هذا يعتبره الإمام الربانى انتقالا عن المذهب .

عاشراً : أنظروا فى هــذا الحكم القاهر الأشد أن من يفعــل ذلك فهو ملحد .

فالآن على نذير الدهلوى أن يبتغى بمقتضى إيمانه ما ينبغى له إن شاء يقرر الشاه والمرزا سفيهين ومعاندين وملحدين عند المجدد وإن شاء يجعل حضرة المجدد مدعى الباطل ومخالف الإمام والأحمق المبين أو المنافق الكامن عـلى قولها ولاحول ولاقوة إلا بالله العـلى العظيم لاجرم أنهما حادثان على نفس صحة العمل التى لايعثر عليها إلا الفقهاء أهل النظار والاجتهاد فى المذهب فالكلامان ليسا متخالفين ولا حرف فيها مخالف فما هكـذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق ، كان هذا المبحث طويل الأذيال المقتضى بسط الكلام ولكن ما قل وكفى خير مما كثر وألهى

أيها القارءون الكرام أنظروا فى المبحث المسئول عنه واجتنبوا الخروج عن المبحث فإنــه الصنيع الشنيع للجهلة والعاجزين ربنا إفتح بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين .

وكان ينبغى لنا أن نسمى هذا المختصر بمقتضى المادة :

,, الفضل الموهبي فى معنى إذاصح الحديث فهو مذهبي ،،

ونلقبه باللبّ التاريخى

" أعز النكات بجواب سوال اركات "

ربنا تقبل منا أنك أنت السميع العليم ، آمين . والله سبحانه وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أتم وأحكم .

كتبــه : عبده المــذنب احمــد رضا البريلوى
عفى عنه بمحمد المصطفى النبي الأمى
صلى الله تعالى عليه وآله وسلم .

☆ ☆ ☆

بدأت حركة الخلافة بعد الحرب العالمي الأولى (زهاء ١٩١٩م) فى جميع شبه القارة الهندية، وأساس هذه الحركة كان الظلم والإستبداد على الأتراك المسلمين من المسيحيين ، وهذا ما ملاء صدور المسلمين بالأحقاد ضد الإنجليز فى شبه القاره ، وكان فى الهند مع سائر الناس فريقان كبيران ، حكمـا على الهند أيا ما غير يسيرة ، هما المسلمون والهندوس ، وكان كل منهما يود سيطرته على الهند ، ولما رأى رئيس الهندوس غاندى نفـرة المسلمين ضد الإنجليز ، إغتنم هذه الفرصـة وأعلن " بحركـة ترك الموالات " ليأخـذ القوة من المسلمين ضـد الإنجليز، وذلك فى سنه ١٩٢٠م وبعينه أراد بعض القواد من المسلمين ما آراد غاندى ، وكان من نتيجته مقارنـة " حركة الخلافة " (التى كانت حركة المسلمين) مع "حركة ترك الموالات" ونشأت من هذا كله مشكلة شرعيـة ، وهى أن المسلمين وإن قاطعوا الإنجليز ولكنهـم والو الهندوس ، بل قيدوا أنفسهـم مع الهندوس فى سلسلة المواخاة والمودة ، وأول من جهر بتحريم هذه الصورة هو شيخنا أحمد رضا فإنه خالف " حركة ترك الموالات " بشكلها الخاصة ، والذين كانوا فى طليعة هذه الحركة إتهموه بمودة الإنجليز والحال إنه أكبر اعداء الإنجليز فى الواقع كما سنوضح بعد، وهذه الحركة كانت بعينها كتلك الحركة التى كانت فى عهـد الملك " أكبر " (٩٦٣هـ - ١٠١٤هـ) فقام ضدها الشيخ أحمـد سرهندى (متوفى ١٠٣٤هـ) المجدد للألف

الثانى ، ألذى يقول فيه شاعر المشرق علامه اقبال رحمه الله

وه هند میں سرمایهٔ ملت کا نگهبان
الله نے بروقت کیا جس کو خبردار

ولما أنشئت تلك الحركـة الأكبريه (توحيد الأديان) بهيئة جديدة قام لتدميرها وتدحيضها أحمد آخر ، وهو أحمد رضا ، رحمه الله ، فدمرها بفضل الله وكرمه تدميرا

خضوع بعض العلماء للإنجليز وخشوعهم للهندوس :

ومع الأسف لابدلى أن أذكر موجزاً الجو الذى عمل فيه الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله عمله التجديدى ، وقلت " مع الأسف " لأن هذه التذكرة تسفر القناع عن بعض وجوه الأعيان ، ومعهذا لا قبل ولا قدرة لنا على تغيير مسجلات التاريخ .

تفرق أتباع الشيخ إمداد الله مهاجر مكى فى فرقتين عند الثورة الهنديه سنـ ١٨٥٧م وهذا الإفتراق وقع فى مسئلة نصرة ملك دلهى ؛ فانتخبت فرقة مركزها على كره (مدينة فى هند) وأخرى ديوبند (١) أما اصحاب ديوبند فهـم ساعدوا فى ثورة سنه ١٩٥٧م الإنجليز بل بعضهم قاتلوا مع المسلمين (٢) والشيخ رشيـد أحمد جنجوهى لما

---

(١) الشيخ عبيد الله السندى ـ الشاه ولى الله وحركته السياسية ص ـ ١١١ .

(٢) تذكرة الرشيد ، المجلد الأول ـ ص ـ ٧٥ .

أخذ فى قضية البغى ضد الإنجليز قال واضحا " إنى فى الواقع مطيع للحكومة (الإنجليزيه) لذا لا تضرنى تهمة شيئاً ؛ ولو قتلت فالحكومة ولية الأمر تفعل ما تشاء (١) .

وقال بعض العلماء إن الهنـــد دار الحرب والمسلمين مستأمنون فيها ، وعلى هذا الأساس لا يجوز لهم الجهاد ، كما قالت الشيعة (٢) وقال بعضهم إن الهند دار السلام فلا يجوز فيها الجهاد ، وكانت الحال لسيطرة الحكومة الإنجليزية أن أكثر الناس أطاعوها، كما يقول الفردلائل " إن الجمعيات الهنديـة كلهـا مع اختلافها فى بعض الأمور متحـدة القلوب فى اطاعة تاج بريطانيه اطاعة كاملة (٣) .

وبعد الحرب العالمى الأولى بدأت حركة الخلافة وفى تلك الآونة بدأت حركة ترك الموالاة على إشارة غاندى، واتحدت هاتان الحركتان لمخالفة الإنجليز مع الموالاة فيما بينهما ، أى بين المسلمن والهندوس ، ومن هنا نشاء تصور القومية الوطنية ، وقالوا إن المسلمين والهندوس قوم واحد لأنهـــم يسكنون فى وطن واحد ، ومع الأسف قبل هذا

(١) تذكرة الرشيد المجلد الأول ص ـ ٨٠ .

(٢) هذا ما قالـه ڈبليو ڈبليو هنٹر فى كتابـه ـ مسلمو هند ص ـ ١٧٤ ـ ١٨٠ .

(٣) سر الفر ڈلائل ـ عروج وسعة للمملكة الهندية ـ طبع حيدر دكن آباد ١٩٣٣م ص ٣٦٩ .

التصور بعض أكابر علماء الهند ، وفى بعضهم يقول علامه إقبال رحمه الله .

عجم هنوز نداند رموز دين ورنه . . . .
ز ديوبند حسين احمد اين چه بو العجبى است
سرود برسر منبر كه ملت از وطن است
چه بے خبر ز مقام محمد عربى است
به مصطفى برسان خويش را كه دين همه اوست
گر باو نه رسيدى تمام بولهبى است (١)

يعنى إن العجم لم يقفوا على رموز الدين حتى الآن ، والعجب كل العجب أن حسين أحمد الديوبندى يقول على المنبر إن القوم يتشكل بالوطن ، ما أجهله عن مكانة المصطفى ﷺ ، الدين كله فى حب الرسول ﷺ ومن لم يحبه فهو أبو لهب ، أى لابد للمسلم أن يجعل مركز المحبة محمداً ﷺ لا الوطن واللغة والنسب والحسب وغيرها ، كما يقول العلامه فى شعر آخر .

نهيں وجود حدود وثغور سے اسكا
محمد عربى سے هے عالم عربى

وحضر مولينا محمد على جوهر ومولينا شوكت على فى خدمة الشيخ احمد رضا رحمه الله ودعاه إلى " حركة ترك الموالات " فاجابه

---

(١) كليات إقبال ، طبع دهلى ص - ٣٥٢ .

الشيخ بقوله "مولينا ! فرق عظيم بين سياستكم وسياستى ، أنتم حماة إتحاد المسلمين والهندوس وأنا ضد هذا الأتحاد، ولما سمعا هذه الإجابة الواضحة وجدا فى نفسهما شيئاً ، وتطييبا لقلوبهم قال الشيخ ! " مولينا ! إنى لا أخالف حرية الوطن بل إنى أخالف إتحاد المسلمين والهندوس" (١) .

وقد استفتى الشيخ بعض الناس عن ترك الموالات (١٣٣٩هـ ١٩٢٠م) فأجاب الشيخ جوابا مدللا بدلائل قاطعة ، وطبع هذا الجواب باسم " المحجة الموتمة فى آية الممتحنة " (١٣٣٩هـ/١٩٢٠م) وأريد أن أذكر فكرة الشيخ فى ضوء هذا الكتاب .

سأله مولوى حاكم على برفسور كلية إسلاميه لاهور (١٤ صفر ١٣٣٩هـ) وخلاصة سؤاله كالآتى :-

" قال مولينا أبو الكلام آزاد فى جلسة الشورى العموميه لكلية إسلاميه فى لاهور (٢٠ اكتوبر ١٩٢٠م) لا بدلنا من رد المبالغ الإمداديه من حكومة بريطانيه لتحقق ترك الموالاة ، وتفرز الكلية عن الجامعة ، وكان قول أبى الكلام موجبا لإثارة الغضب فى شركاء الجلسة ، فسأل مولوى حاكم على من الشيخ احمد رضا خان عن قول أبى الكلام ، هل يصح قوله أم لا ؟ وما حكم هذه المبالغ ؟ وقبول

(١) پاشا بيگم ـ الخدمات السياسة والدينيه للشيخ احمد رضا ، عرفات لاهور ، ابريل ١٩٧٠م ـ ص ٦٥ .

وبرفسور محمد مسعود احمد : فاضل بريلوى اور ترك موالاة .
والدكتور اشتياق حسين قريشى . العماء فى السياسة (بلغة انجليزيه) طبع معارف بستد كراتشى ـ ص ٣٦٤ .

هذه المبالغ من الموالات أم لا ؟ وأجاب الشيخ ما محصله .

١- هناك فرق عظيم بين مجرد المعاملة والموالاة ، والمعاملة الدنيوية التى لاتضر بالدين غير ممنوع قطعا إلا عن المرتدين ، والذمى فى المعاملة كالمسلم (١) .

٢- يحل النكاح بالكتابيه، وإن جنجوا للسلم فالمصالحة ضرورية (٢) .

٣- وتجوز المعاهدة معهم ، وكذا لو عاهد المسلم مع غير المسلم معاهدة جائزة فيجب إيفاء العهد والغدر حرام .

٤- كان أصحاب ترك الموالاة يستعملون أشياء الإنجليز ، مثلاً القطار البريد ، التلغراف وغيرها حينما يحرمون إشتراء أموالهم ، فالشيخ يقول يا للعجب ! جاز دفع المال فى المقاطعة (ترك الموالاة) وحرم أخذ المال ، وإن قيل إن القطار والبريد وغيرهما فى بلادنا ، ومن أموالنا، فالجواب إن المبالغ التى تدفع فى الإمداد لاتأتى من بريطانيه وإنما هى أيضاً من أموالنا ومن بلادنا .

ثم بعد هذا السؤال أرسل إلى الشيخ سؤالا شودرى عزيز الرحمن صدر المدرسين للمدرسة الرسميه لائلپور (١٣٣٩هـ) وكانت فى السؤال

(١) الشيخ احمد رضا رحمه الله ـ المحجة المؤتمنه ـ ورئيس احمد جعفرى : أوراق گم كشة طبع لاهور ـ ص ٢٢٧ .

(٢) أوراق گم كشة ـ ص ٢٢٧ .

شدة ما، بعد أن كان السؤال نفس السؤال الــذى قدمناه من مولوى حاكم على ، وملخصه .

ما قولـكم فى حركة عدم التعاون مـع الحكومة الإنجليزية ، هل هــذا الحكم إسلامى أم لا وهل يجوز الحاق الكليات مع الجامعه (أى الجامعة الحكومية) والإستمداد بالجامعــة ، وهل يجوز التوظف فى مكاتب الحكومـة وأجاب الشيخ على هــذه المسائل بالتحقيق العجيب والاستنباط الأنيق ، ملخصه :

تكلم على الذمى ، الحربى ، المستأمن ، الموالات وترك الموالات وغيرها من الأمور المتعلقة بالموضوع ثم قال " التحقيق إن الموالات على قسمين ، الأولى الحقيقية ، وهى على مراتب أدناها ، ميل القلب، ثم الوداد ، ثم الإتحاد ثم الإنقياد بلاخوف مكروه ولاطمع محبوب ، ثم التبتل ، وهذه الموالاة بجميع وجوهها وأقسامها على كل حال محرمة مع الكفار .

الثانيه ه أن لايكون ميل قطعا فى القلب ولكن يعامل مع أحد معاملة تنبئ عن الوداد ، وهــذه جائزة عند الضرورة بقدر الضرورة مطلقاً .

وبين المداراة والمداهنة، قسمين للموالاة الصورية البر والإقساط والمعاشرة والعاشرة بمجرد المعاملة ، وهــذه تجوز مع كل كافر سوى المرتد (١) ثم نقل أحاديث تتعلق بالاستعانة على البهود والنصارى

(١) أوراق گم گشة ـ ص ٢٥٩ .

والمشركين وبين محملها ، يقول ، والإستعانة على أحوال ثلاث .

١- إلتجاء : أن تلجئ الجماعة القليلة الضعيفة العاجزة إلى الجماعة الكثيرة القوية ، لحل مشاكلها ، وهذا يرادف الأنقياد الكلى بالبداهة فكيف يجوز (١) .

الإعتماد - أن يستعينوا مع امثالهم فى العدد والقوة ، ويوالوهم، لحصول العزة والغلبة ، وهذا لا يتصور من عاقل أن يستعين باعدائه (٢) .

الإستخدام - أن يكون الكافر مغلوبا ، لا يقدر على ايصال الضرر ، بل يكون ناصحاً لنا خوفاً وطمعا (٣) .

ثم يقول الشيخ واضحا :

الموالاة حرام مطلقا مع كل مشرك ، او كان ذميا مطيعا وخاضعا للإسلام ، ولو كان، إبنا، أباً ، أخا أو قريباً عزيزا (٤) .

وكان بعض العلماء حينئذاك يجوزون المعاملة والموالاة بل يحسنونها مع الكفار ومشركى الهند ، حينما يحرمون مجرد المعاملة مع الأنجليز

(١) أوراق گم گشة - ٢٧٩ .
(٢) أيضاً - ٢٨٠ .
(٣) أيضاً ص ٢٨٠ .
(٤) أيضاً ص ٢٣٧ .

حراما قطعيا ، بل قال مولانا شوكت علي من أرضى الهنود فقد أرضى الله ، معاذ الله قال مولانا ظفر الملك لو لم تختم النبوة لكان مهاتما گاندهى نبياً . وقال مولانا عبد البارى إنى جعلته (غاندى) هاديالى أطيعه فى جميع ما يقول ، وحالى الآن مصداق قول الشاعر :

عمرے کہ بآيات وأحاديث گذشت
رفتى ونثار بت پرستى كردى

يعنى إنى فديت عمرى الذى قضيت مع القرآن والأحاديث على رجل وثنى ، وقال محمد على جوهر " إنى أعتقد إتباع گاندهى لازماً علىّ بعد إتباع رسول الله ﷺ

ولم يكتف هؤلاء على الأقوال المذكورة بل جاؤا بشردها نند (الهندو) على منبر جامع دهلى للخطاب ، ووضعوا القرآن الكريم وگيتا (الكتاب المقدس عند الهندوس) فى عجلة واحدة وأخرجوا جلوسها معا ، وبعضهم اختاروا شعائر الهندوس.

قضية قربان البقرة :

كما يعلم قراءنا الكرام أن الهنود يعظمون البقرة بل يعبدونها ، ومنذ قديم لا يزال مسلمو الهند فى معركة وقتال مع الهنود فى قضية قربان البقرة وذبحها، وعلى هذه القضية تهيج الحروب بينهم من حين إلى حين ، حتى الآن ، وجلال الدين أكبر منع ذبح البقرة فى القرن العاشر الهجرى ، وقدر التعزيرات الكبيرة للذين يذبحون البقرة ويخالفون أمره (١) .

(١) من أراد البسط فليراجع إلى " آئين أكبرى " لأبى الفضل ، ومنتخب التواريخ لعبد القادر البدايونى، و " منتخب اللباب" وغيرها من كتب التاريخ .

وجاهد ضد هذا الحكم المجدد للألف الثانى ، وحينما فتح كانگره، ذبح الشيخ أحمد المجدد السرهندى البقرة بيده فى الحصن بين يدى جهان گير ، وبهذا أحيى شعار المسلمين .

وبعينه بدأت تلك القضية فى عهد الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله وكان من أمرها أن پنڈت مدن موهن مالوى قال فى جلسة كانفرس فى دلهى (ديسمبر ١٩١٨م) على المسلمين أن يتركوا ذبح البقرة تطييبا لقلوب الهنود ويمدوا أليهم يد المواخاة والمودة .

وبعد هذا أعلنت " مسلم ليگ (فى ديسمبر ١٩١٩م) بمساعى الدكتور مختار أحمد أنصارى والطبيب أجمل خان أن على المسلمين أن يحترموا عواطف الهنود ، ويتركوا قربان البقرة ألبتة .

وخالف هذا القرار الشيخ عبد القادر البدايونى (وهو من خلص أحباء الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله) وكتب جوابه باسم " الرسالة المفتوحة على اتحاد المسلمين والهندوس إلى مهاتما گاندى " وقد طبع هذا الجواب فى ديسمبر ١٩٢٥م من على كره (هند) .

وقدم إلى الشيخ أحمد رضا سؤال متعلق بقربان البقر فى سنة ١٣٠٠هـ فاجاب الشيخ بجواب مدلل من الدلائل الشرعية وسماه ، " أنفس الفكر فى قربان البقر " (١) ملخصه قربان البقر من شعائر الإسلام قال تعالى ، والبدن جعلناها لكم من شعائر الله ، لا يجوز للمسلمين أن يشاركوا مع المشركين فى منع ذبح البقر ،

قطعات الى حضرة خاتم الزمان الفاضل حسين حلمي بن سعيد استانبولي من

الفقير ابي محمد الويلثوري المليباري عفي عنهما الباري

املجاى حلمي يا حسين عليكم — سلام من الله الكريم برحمة
اقمت علوم الدين اعليت صوته — باقماع بدعات واحياء سنة
فكم من علوم قد نشرت طباعها — تداركها قد كان قرب اليأسة
فانفقت فيها المال تبرا ودرهما — تزيد على قنطار يا قوت درة
ولا غرو فيها حيث تجزى بنية — قد ابتاع ربي منك كلا بجنة
روى قول ملك اعط خلفا لمنفق — وفاستبشروا بالبيع جاء بآية
الينا اتى منكم رسائل جمة — بغير حساب نسخة بعد نسخة
فيا شيخنا هذا كتاب هداية — لمن وفق الهادي صراطا استقامة
فلا تجعلنها يا ملاذي كعظمة الـ — ـمناجاة مردودا الينا بخيبة
على صنعكم جازى الاله بجنة تمت ٠ ويجمعنا فيها باهل النبوة

Bava Musliar

Mudarris Valavannur

Juma masjid Kerala

KALPAKANCHERI

INDIA

عالمگیر اسلامی تنظیم الدعوة الاسلامیة العالمیة فرع آزاد کشمیر (پاکستان)

(دی ورلڈ اسلامک مشن) آزاد کشمیر برانچ - جامع مسجد مدینہ سیکٹر سی ٹو میرپور آزاد کشمیر (پاکستان)

THE
WORLD ISLAMIC MISSION

(An International Religious Organisation) Central Office :- (U.K.)

Azad Kashmir Branch : Jamia Masjid Madina - Sector C/2 Mirpur A.K. Pakistan

الدعوة الاسلامیه العالمیه تنقد رأی سعد الحرمین فی ازالة القبة الخضرا

عُقِدَتْ حَفلَةٌ بِبلدةِ میرفور آزاد کشمیر (باکستان) مِنْ فرع " الدعوة الاسلامیة العالمیة " بَعْدَ اَن نَشَرَ رأی سعد الحرمین فی المجلة " الدعوة " لازالة القبة الخضراء.

وکان العلامة محمد لبشیر رئیسا للحفلة.

اجتمع فیها اعضاء اللّجنة من انحاء آزاد کشمیر وحضرها عَدَدٌ کبیرٌ من السامعین وخاطب فیها الاعضاء موضحین اهمیةَ ابقاء القبة الخضراء الّتی قرّة عیون المؤمنین للعالم کلّه الّذین یَعُدُّونَ زیارَةَ القبة الخضراء وسیلةً لنجاتهم لقولِ الرّسول صلی الله علیه وسلم " مَنْ زارَ قبری وَجَبَتْ لَهُ شفاعتی " وهذا الرأی المذموم لِسعد اَکْبَرُ الفتن، وَخُدْعَةٌ عظمی و مَکْرٌ خفیٌّ لأعداء الاسلام - هَلْ یمکن اَنْ یکونَ هذا الرأی القبیح لمحبٍّ لِلْإسلام؟ من یسعی لازالة شعائر الله ! - لا والله بل یمکن ان تکون الایادی الخفیه والقوی الصیهونیة تعمل خلف هذا الرأی السیئ. لا کذبَ اِنْ نقولُ اَنَّ اِخراجَ جنائزِ الأصحاب وجنازة السید عبدالله ابی الرسول (علیه السلام ورضوان الله علیهم)، سَبَبٌ لِلاجتراء علی الرأی لازالة القبة الخضراء - هذه فتنةٌ عظیمةٌ لاخیر فیها اِلاّ اَنْ تُدْفَنَ

یجب علی المملکة السعودیه العربیه ان تشرح الوجوه المکنة الّتی تلعب وتداعب مداعبة کریهة بقلوب المسلمین المملوءة بحب الرّسول وبحبِّ قبّتِه الخضرا لاجله علیه السلام لا شکّ فیه اَنَّنَا نحبُّ العربَ للحرمین الشریفین ولو لم یکن احترامهما فکیف تبقی المحبة لهم فی قلوبنا.

و نحن نلتمس. النلاد الاسلامیة العالمیة ان تُخْبِرَ المملکةَ السّعودیة العربیة لعزة الخُدْعَةِ العظیمة فیتسعی ان تُدْفَنَ هذه الحیلة المذمومة فی التّراب.

والسلام

١٥ ربیع الآخر ١٣٩٨

٢٤ مارت ١٩٧٨

(اعضاء فرع " الدعوة الاسلامیة العالمیة بآزاد کشمیر. میرپور

[MI]RPUR-A.K- PAKISTAN

هذان الكتابان (المدارج السنية)و (العقائد الصحيحة فى ترديد الوهابية النجدية)يوضحان أن قراءة الصلوات على رسولنا محمد صلى الله عليه وسلم ثواب عظيم وأن الاسقاط والدور لازم كى يعفوا لمن مات وعليه عبادة ناقصة و حقوق للعباد وأن أرواح الأنبياء والشهداء والاولياء مطلعون على أمور الدنيا بعد موتهم وأن الله تعالى يرحم الأحياء بشفاعتهم وكذلك يشرحان كيفية الدعاء وأعمال الخيرات والحسنات للاموات كلا الكتابين فى اللغة العربية مع اردو ترجمة

المكتبة الحقيقة

These books, **Madârijussaniyya, Al-aqaid-us-sahiha fi tardid-il-wahhabiyyat-in-Najdiyya,** inform that it is very thawâb to say the salawât for our Prophet, that it is necessary to perform dawr and isqât for a deceased person so that his sins pertaining to worships and to hte rights of creatures will be pardoned, that the souls of martyrs and the Awliyâ are aware of the world after their death, that through their intercession Allahu ta'âlâ will show mercy to the living, and teaches how to do prayers and pious and charitable deeds for the dead. Both of these books, in Arabic, also contain their Urdu translations.

HAKÎKAT KİTABEVİ

İş bu (Medarîcüsseniyye) ve (El-akaid-üs-sahîha fi-terdîd-il-vehhâbıyyet-in Necdiyye) kitablarında, Peygamberimize salavat okumanın çok sevab olduğu ve vefat eden kimsenin ibadetlerindeki kusurlarını ve kul haklarını afvvettirmek için devir ve iskat yapmak lâzım olduğu ve Peygamberlerle şehitler ve evliyanın öldükden sonra ruhlarının dünyadan haberdar oldukları ve bunların şefaatiyle Allahü teâlânın dirilere merhamet edeceği ve ölüler için nasıl düâ ve hayrat ve hasenât yapılacağı bildirilmekdedir. Her iki kitap arapça olup, Urdu diline tercemeleri dahi vardır. İçinde osmanlıca yazı hiç yoktur.

HAKÎKAT KİTABEVİ

İHLÂS VAKFI YAYINIDIR

Price: 90TL.

HIZMET BOOKS, INC.
Nonprofit Organization
960 Main Street
Paterson, N.J. 07503
(201) 345-3160

İş bu (Medaricüsseniyye) ve (El-akaid-üs-sahîha fi-terdid-il-vehhâbıyyet-in Necdiyye) kitablarında, Peygamberimize salavat okumanın çok sevab olduğu ve vefat eden kimsenin ibadetlerindeki kusurlarını ve kul haklarını afvvettirmek için devir ve iskat yapmak lâzım olduğu ve Peygamberlerle şehitler ve evliyanın öldükden sonra ruhlarının dünyadan haberdar oldukları ve bunların şefaatiyle Allahü teâlânın dirilere merhamet edeceği ve ölüler için nasıl düâ ve hayrat ve hasenât yapılacağı bildirilmekdedir. Her iki kitap arapça olup, Urdu diline tercemeleri dahi vardır. İçinde osmanlıca yazı hiç yoktur.

HAKÎKAT KİTABEVİ

İHLÂS VAKFI YAYINIDIR

Price: 90TL.

HIZMET BOOKS, INC.
Nonprofit Organization
960 Main Street
Paterson, N.J. 07503
(201) 345-3160

المدارج السنية في الرد على الوهابية

ويليه

العقائد الصحيحة في رد الوهابية النجدية

مع ترجمهٔ اردو

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست

حسين حلمي بن سعيد استانبولي

HAKİKAT KİTABEVİ
Darüşşefaka Cad. No: 57 Tel: 523 45 56
Fatih/İSTANBUL-TURKEY
1983